مؤلف
پروفیسر محمد طفیل چودھری

حکایتیں اور حقائق

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

حکایتیں اور حقائق

مؤلف

پروفیسر محمد طفیل چودھری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۔ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	حکایتیں اور حقائق
مصنف	پروفیسر محمد طفیل چودھری
تاریخ اشاعت	نومبر 2005ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z473
قیمت	[redacted]-/ روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:7221953 فیکس:۔042-7238010
9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:7225085-7247350
14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212
e-mail:- sales@zia-ul-quran.com
zquran@brain.net.pk
Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست مضامین

انتساب	5
دیباچہ	7
حکایات اور حقائق	9
احسان بھی اور نسلی عرفان بھی	12
نیکی کا بدلہ	15
انتقام کیلئے دانشمندی کی ضرورت	18
سستی اور کاہلی کا روگ	20
صحبت کا اثر	21
جینیاتی اور نسلی اثرات	24
نیل بادشاہ	27
سحر خیزی	30
حسد کی آگ	31
حاضر دماغی	32
لگن	36
وہ ایک چٹان تھا	38
مجاہد کمانڈر عقبہ بن نافع	40
ایک ہی بھاؤ	42
موت جس سے ڈرتی تھی	44
ڈاکو کا بیٹا ڈاکو	47
ہمت نہ ہارنا	49
احساس نہ مرپائے	53
کم خوری اچھی عادت	56
صورت سے سیرت بہتر	58
علم بہت بڑی دولت ہے	60
حضرت عمر بن عبدالعزیز کی انگوٹھی	64
گدھ اور چیل	66
کتا اور بھیڑیا	68
حسن انداز	70
ماں	73
علماء پروری	78
مصلحت آمیز جھوٹ اور فتنہ انگیز سچ سے بہتر ہے	80
انصاف زندہ باد	82
مشن اور ہمت واستقلال	90
غیرت میں ہی عظمت ہے	94
شب تاریک سے ہوتی ہے نمود سحر	97
محبت چیز ہے کیا	102
گورکھ دھندا	105
اللہ کا بندہ	113

Marfat.com

حیات جاویداں	120	اے گردش ایام	139
رفعتوں کا سفر	123	کعبہ اور کلیسا	141
درویش بادشاہ	126	شان درویش	148
چرواہے کی ایمانداری	128	عارفہ کنیز	150
غلام کی سخاوت	129	نفس کی اصلاح	154
بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ	130	بات عجب سی ہے	155
نیت کا پھل	133	ڈاگ ڈپلومیسی	158
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ		حیوان دوست، انسان دشمن	165
علیہ کا زہد و اتقاء	135	تیری اوقات کیا ہے	168
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے	136		

Marfat.com

انتساب

اس خاتون کے نام جو میرے بچوں کی ماں ہے

Marfat.com

دیباچہ

تحریر کیسی بھی ہو اس میں فکر انگیزی نہ ہو تو میرے نزدیک وہ بے معنی اور تو ضیع اوقات کا درجہ رکھتی ہے۔ میں عموماً شخصیات پر لکھنا پسند کرتا ہوں کیونکہ دنیا میں انقلاب کی محور شخصیات ہی ہوئی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دیگر قسم کی تحریروں میں کوئی پیغام نہ یا پھر تحریر فکر انگیز نہ ہو۔ یہ ہو سکتا ہی ہیں۔ تاریخی شخصیات سے ماوراء اس کتاب میں مختلف موضوعات پیش کئے گئے ہیں حسن فکر انگیزی بھی ہے لطافت بھی اور ظرافت کا رنگ بھی کہیں ملتا ہے اس کتاب کو بطور خاص فلاسفہ اہل علم و ادب حکماء اور زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے حکمت و دانائی سبق آموزی اور عبرت آموزی سے متعلق واقعات تجربات اور اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ ان بعض مضامین میں بظاہر حکایات ہیں لیکن ان حکایات کے اندر حقائق پوشیدہ ہیں جبکہ بعض مضامین بظاہر کہانی نما ہیں لیکن ایسی کہانیوں میں بھی حقائق نمائی کی گئی ہے۔ بعض واقعات تو بالکل ہی کھلے حقائق کا مجموعہ ہیں۔

تمام مضامین دلچسپ فکری انداز کا مظہر ہیں۔ یہ مضامین اور حکایتیں رنگا رنگ سنجیدہ اور غیر سنجیدہ سٹائل کے ہیں جن کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا گیا ہے۔ ہر مضمون کا ایک اپنا رنگ اور ذائقہ ہے۔ اس طرح یہ کتاب تلخ و شیریں ذائقوں کا مرقع ہے۔

اس کتاب کے قاری کو بوریت اور اکتاہٹ کی بجائے تجسس اور تحقیق کی راہیں ملیں گی اور شوق و ذوق میں زبردست اضافہ ہوگا اور جی چاہے گا کہ ساری کتاب ایک ہی شب میں ختم کر ڈالی جائے۔ کتاب کے مطالعہ سے یقیناً قاری کے دل و دماغ میں ایک نئی فکر اور تبدیلی کا احساس کروٹیں لیتا محسوس ہوگا کتاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا ایک نئی فکر کی لمس محسوس کرے اسے حقیقت شناسی کا عرفان ہو اور وہ نئی جہت اور نئے راستے کا راہرو بن کر ابھرے اور وہ جستجوئے حق اور حق پسندی کا خوگر بن جائے جو ایک

Marfat.com

کامیاب زندگی کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کتاب میں اعلیٰ درجے کے مفکرین، تاریخی وادبی شخصیات کے اقوال اوران کے تجربات کو بطور خاص یہاں جگہ دی گئی ہے۔ دانشور فلاسفہ اور اہل حکمت وتدبر کے پراثر خیالات اور مشاہدات کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے جو دل ودماغ کو تروتازہ اور معطر رکھتا ہے نیز آنکھوں کو ٹھنڈک بخشتا ہے۔ امید ہے میری یہ تحریری کاوش پسند آئے گی اور سکون قلب کا باعث ہوگی۔ شب تاریک میں یہ ایک ٹمٹماتا ستارہ ہے جو پیش کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے خوش نصیبی

پروفیسر محمد طفیل چودھری

Marfat.com

حکایتیں اور حقائق

حکایت اور حقیقت اگرچہ بظاہر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ حکایت ایک خول نما چیز ہے جس کے اندر حقیقت چھپی ہوتی ہے یا بہت سے حقائق اس کے اندر پنہا ہوتے ہیں۔ دور حاضر میں دوا سازی کے ماہرین نے کیپسول ایجاد کر لئے ہیں کیپسول کے ظاہری وجود کو خول کہا جاتا ہے جس کی اپنی حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہوتی لیکن اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں۔ تاہم اصلی چیز دوا ہے جو خول کے اندر ہوتی ہے۔ علم و ادب کی دنیا میں حکایات اور حقائق کو ملا کر جو کیپسول بنتا ہے اسے ادبی کیپسول کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ایک ادبی ذہن رکھنے والا کوئی بھی شخص کسی فرضی اور من گھڑت واقعہ کو افسانوی رنگ میں رنگ کر حکایت تخلیق کرتا ہے۔ دراصل تخلیق کار کسی حقیقت کو خوبصورت انداز میں حکایت کی شکل میں اہل ذوق کو پیش کرتا ہے۔ یہ حکایات اہل علم کے نزدیک بہت اہمیت کی حامل رہی ہیں اور ادب کی دنیا میں ان کا اپنا ایک خاص مقام رہا ہے۔ فارسی ادب میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات کو شہرت دوام حاصل ہے اور آج بھی ان کا چرچا زبان زد عام ہے اور ادبی حلقوں میں انہیں حکایات کے سبب ان بزرگوں کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کتاب "حکایتیں اور حقائق" میں مشہور حکایات کو جمع کیا گیا ہے۔ اہل ادب کے ذوق مطالعہ کو تازہ کرنے اور تسکین طبع کی خاطر کتاب ہذا میں منتخب حکایات کو جمع کیا گیا ہے۔

حکایت ایک بے سر و پا خود ساختہ کہانی اور قصہ ہوتا ہے جس کا کسی واقعہ سے قطعاً کوئی سروکار نہیں ہوتا لیکن اس میں حکمت و دانش و سبق آموزی و عبرت آموزی اور دل سوزی کا سامان موجود ہوتا ہے۔ حکایت انسان کے دماغ کی پیداوار ہوتی ہے جو بظاہر ایک کدو سے بڑا نہیں ہوتا لیکن یہ اتنا بڑا کارخانہ جو کنارہ ناپید ہے۔ اس کارخانے کی حیرت انگیز مصنوعات کائنات میں ہر جگہ کسی نہ کسی شکل میں دستیاب ہیں۔ حکایت بھی اسی کارخانے کی مصنوعات

Marfat.com

میں سے ایک ہے۔ جس کا حقیقی وجود اگر چہ ناپید ہوتا ہے مگر یہ انسانی ذہن کی ایک شاہکار تخلیق ضرور ہے۔

حکایات کے مختلف رنگ اور انواع ہیں

حکایات زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ہوتی ہیں۔ اس لئے ان میں زندگی کے ہر پہلو کی نمود ہوتی ہے۔ اس میں کہیں سیاسی پہلو کی گل فشانی نظر آتی ہے تو کہیں سماجی اصلاح احوال کے دریچے کھلتے نظر آتے ہیں۔ کہیں درس وتدریس کے گل کھلتے ہیں تو کہیں حکمت و تدبر کے چشمے پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں جگر پاش واقعات کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے تو کہیں دل کو سہلانے کا سامان ہے۔ کہیں مذہب کا رنگ نمایاں ہے تو کہیں معیشت کا پہلو اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس میں تفریح جزا وسزا، حزم واحتیاط، ظالم کا جبر اور مظلوم و ناتواں کی داستان خونچکاں کا بیان ہوتا ہے۔ غرض احوال زندگی کا مکمل احاطہ کیا گیا ہے۔ اور زندگی کے ہر ہر پہلو کے تجربات ومشاہدات کا عرق اور نچوڑ ہوتا ہے۔

حکایات کا خالق، ان واقعات کو جو سراسر خیالی ہوتے ہیں اور حقیقت میں ان کا کہیں وجود نہیں ہوتا بلکہ خود ساختہ واقعات سے ملتے جلتے واقعات کے احساس کی ایک لس ہوتی ہے۔ اپنے ذہن کو کرید کرید کر الفاظ کے گلہائے چیدہ کو جمع کرتا ہے۔ پھر ان کو حقیقت کے دھاگے میں پیرو کر ایک خوبصورت مالا تیار کرتا ہے۔ مثال کے طور پر میمنے اور بھیڑیے کی کہانی کو ہی لیجئے۔ بھلا ایک میمنے اور بھیڑیے کی کسی ندی کے کنارے کبھی ملاقات ہوئی تھی اور پھر ان کے درمیان کوئی مکالمہ ہوا تھا۔ یہ تو محض ایک فرضی من گھڑت اور خیالی کہانی ہے جسے کسی قلم کار نے تخلیق کیا اور ادب کا کیپسول تیار کر کے قارئین کو پیش کیا۔ یہ محض انسانی ذہن کا کمال ہے۔ جہاں یہ شاہکار جھوٹ کا خول تیار کیا گیا اور اس خول میں ایک خوبصورت حقیقت کو بند کر کے ادبی کیپسول تشکیل پذیر ہوا۔

حکایات پر احوال کی چھاپ ہوتی ہے اور یہ احوال کی عکاسی کرتی ہیں۔ نیز اصلاح احوال کے لئے ان کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔ بعض حکایات حقائق کشائی کے لئے محض

Marfat.com

خیالی واقعات کی شکل میں تخلیق کی جاتی ہیں جبکہ بعض حکایات کھلی اور صاف صاف سچائی کا مظہر ہوتی ہیں۔ ہر دو سٹائل کا مقصد اصلاح احوال ہی ہوتا ہے۔

انسان کی ہر وہ سوچ، فکر اور عمل جو نوع انسانی کے لئے امن وسلامتی اور فوز وفلاح اور تعمیر انسانیت کی ضامن اور دنیا میں جس سے پیار اور محبت کے دروازے کھلتے ہوں قابل تحسین عمل ہے۔ اسکے برعکس انسان کی ہر وہ حکمت عملی، تدبیر منصوبہ بندی اور عمل جس سے فتنہ وفساد تخریب کاری، انسانی تباہی اور نفرت کے راستے کھلتے ہوں بلاشبہ شیطانی عمل ہے۔ جو انسان کا کھلا دشمن ہے۔

ایک ہدایت یافتہ اور صالح انسان کا ہر عمل سوچ، فکر اور تدبیر نوع انسان کے لئے پیار محبت، شفقت، امن وامان اور سلامتی کی پیام بر ہوتے ہیں۔ جبکہ ایک تخریبی اور بیمار ذہن دنیا کے لئے صرف اور صرف تباہی و بربادی کا پیغام لے کر ہی آتا ہے اور وہ شیطان کا نمائندہ ہوتا ہے جو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اگلے صفحات پر منتخب حکایات کا بیان ہے اور حقائق کشائی بھی کی گئی ہے امید ہے قاری کے سینے میں میری بات اتر جائے۔

Marfat.com

احسان بھی مگر نسلی عرفان بھی

جنگل کا بادشاہ "شیر" ایک روز جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ ایک کانٹا اس کے پنجے کو چھیدتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ شیر کے لئے چلنا ناممکن ہو گیا۔ درد اس کے علاوہ تھا ایک بکری چرتی ہوئی ادھر اچانک آ نکلی۔ شیر نے بکری کو دیکھا تو جان میں جان آئی لیکن شیر کو دیکھ کر خوف کے مارے بکری کو جان کے لالے پڑ گئے۔ شیر نے بکری سے کہا ڈرو نہیں میں آپ کو کچھ نہیں کہوں گا۔ تم اتنا کرو کہ میرے پاؤں سے کانٹا نکال دو۔ بکری ڈرتی ڈرتی شیر کے پاس گئی اور اپنے تیز دانتوں سے بڑی مہارت کے ساتھ شیر کے پنجے سے کانٹا نکال باہر کیا۔ شیر بکری سے بہت خوش تھا۔ جب وہ اپنے کچھار کی طرف جا رہا تھا تو بکری بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ ایک باز اڑتا ہوا ادھر آ نکلا۔ شیر اور بکری کو دیکھ کر بکری سے گویا ہوا۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ بکری نے کہا یہ احسان کا بدلہ ہے۔ باز اڑتا ہوا چلا گیا جنگل میں بکری ہر روز اپنی مرضی سے ہرے ہرے پتے کھاتی تھی۔ دور دور تک اس نے پتوں کا صفایا کر ڈالا۔ شیر نے ایک دن دیکھا کہ بکری نے کچھ نہیں کھایا۔ اس نے بکری سے پوچھا کہ تو نے آج کھایا کچھ نہیں؟ بکری نے بڑے ادب سے جواب دیا۔ جنگل کے بادشاہ! جھاڑیوں اور درختوں کے تمام پتے جو میری پہنچ میں تھے میں کھا چکی ہوں۔ اوپر والی ٹہنیوں کے پتے اب میری پہنچ سے باہر ہیں۔ اس لئے آج میں نے کچھ نہیں کھایا۔ شیر نے شفقت سے کہا۔ آ میری پشت پر چڑھ جا اور جہاں سے چاہے جی بھر کر کھا لے۔ بکری نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ شیر کی پشت پر چڑھ کر درختوں اور جھاڑیوں کی اونچی اونچی ٹہنیوں سے پتے کھا رہی تھی تو باز اڑتا اڑتا ادھر آ نکلا۔ بکری کا یہ انداز دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے بکری سے پوچھا یہ کیا؟ بکری نے جواب دیا۔ "احسان کا بدلہ" باز وہاں سے اڑ گیا۔ وہ اس منظر سے بہت متاثر تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بھی ضرور کسی مصیبت زدہ پر احسان کرے گا۔

پرندوں کی دنیا کا بادشاہ باز انہی سوچوں میں مگن محو پرواز تھا وہ ایک ایسے علاقے سے

Marfat.com

گزر رہا تھا جو زیر آب تھا۔ اڑتے اڑتے اس نے پانی میں ایک چوہے کو دیکھا جس نے کئی بار پانی سے سر نکالا لیکن وہ تھک کر اس قدر نڈھال ہو چکا تھا کہ کوشش کے باوجود پانی میں تیرنے کے قابل نہ رہا تھا اور وہ بالکل مرنے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ باز نے ڈوبتے ہوئے چوہے پر نیچی پرواز کی اسے اپنے پنجوں میں پکڑا اور ایک خشک جگہ پر لا کر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چوہے کو ہوش تو آ گئی لیکن وہ اب بھی سردی سے بری طرح کانپ رہا تھا باز کو اس پر بہت ترس آیا۔ اس نے چوہے کو حرارت پہنچانے کی غرض سے اپنے پروں کے نیچے لے لیا۔ چوہے کو حرارت ملی تو اس کے ہوش و حواس قائم ہو گئے۔ اب وہ بہتر حالت میں تھا۔ لیکن کم ظرف چوہے نے ہوش سنبھالتے ہی باز کے کچھ پروں کو کاٹ ڈالا۔ یہ وہی پر تھے جن سے حرارت پا کر اسے دوبارہ زندگی ملی تھی۔ جب باز کو چوہے کی اس حرکت کا احساس ہوا تو اسے اس پر غصہ بھی آیا اور اسکی کمینی حرکت پر افسوس بھی ہوا۔ وہ پھر بکری کے پاس آیا اور تمام ماجرہ اس سے بیاں کیا۔ بکری نے باز سے کہا کہ میں نے احسان ایک عالی ظرف اور اعلیٰ نسب کے شیر سے کیا تھا جو نسلی اعتبار سے بہترین قدر دان ثابت ہوا۔ تو نے احسان کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ جس سے تو احسان کرنے لگا ہے وہ بد خصلت کمینہ نسل چوہا ہے جس سے خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔

احسان ضرور کیجئے مگر احسان کرتے وقت حسب و نسب بالخصوص نسل و جنس کو ضرور مد نظر رکھیئے کسی کے اعلیٰ ظرف ہونے یا کم ظرف اور کمینہ ہونے کا تعلق کافی حد تک نسل و جنس سے ہوتا ہے۔ ہر نسل اور اصل کی اپنی خاص جبلت اور فطرت ہوتی ہے جو خاص وقت پر اپنا اثر اور رنگ دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ کسی کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تو وہ بھی اچھا سلوک کرے گا۔ عام طور پر یہ کہنا درست ہے لیکن خاص طور پر یہ کہنا درست نہیں کیونکہ ہر ایک کی فطرت اور رویہ اس کی جنس اور نسل کے مطابق ہوگا۔ بد فطرت اور بد خصلت کا رویہ اس کی ڈیل اپنے حساب سے ہوگی اور یقیناً وہ اپنی فطرت کا مظاہرہ اپنی اصل اور نسل کے مطابق کر کے ہی رہے گا۔ جیسا کہ چوہے نے باز کے ساتھ احسان کے

Marfat.com

بدلے برائی کا مظاہرہ کیا اور اس کے پر کاٹ ڈالے۔ بچھو کو ہی لیجئے اس کے ساتھ کتنا ہی اچھا سلوک کیوں نہ کیا جائے وہ اس کے جواب میں ڈنگ ہی مارے گا کیوں کہ بچھو کی فطرت میں نیش زنی شامل ہے۔ اعلیٰ نسب ضرور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرے گا کیونکہ اس کی فطرت کا حصہ ہے۔

دیکھئے! دوست بناتے وقت اس کے اصل اور نسل کو ضرور دھیان میں رکھیے گا ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔

دوست ہو یا دشمن زندگی میں اس فارمولے کو ہرگز نہ بھولیے۔

Marfat.com

نیکی کا بدلہ

شدید گرمی کا موسم تھا۔ایک چوہا اپنے بل سے باہر نکلا۔گھنا جنگل تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔چوہے کا من مچل اٹھا۔وہ شاداں وفرحاں موڈ میں چہل قدمی کرتا کرتا کچھ دور ہی نکل گیا۔اس نے دیکھا کہ ایک شیر مزے کی نیند سو رہا ہے۔اداب شاہی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شیر پر چڑھ گیا۔اور اس کے جسم پر اچھل کود شروع کر دی۔وہ کبھی شیر کے نرم نرم بالوں سے کھیلتا تو کبھی اس کے جسم پر دوڑیں لگاتا وہ کچھ دیر تک اسی طرح کھیلتا کودتا رہا۔ اچانک شیر نے اپنے جسم پر سرسراہٹ محسوس کی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔چوہے کی گستاخانہ اچھل کود پر شیر کے غصے کی کوئی حد نہ رہی۔اس نے غضبناک ہو کر چوہے کو پنجے میں دبوچ لیا اور مار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔چوہے نے شیر سے اپنی گستاخی کی معافی مانگی اور التجا کی کہ جنگل کے بادشاہ اگر تو آج مجھے زندہ چھوڑ دے تو کسی دن تیرے کام آؤں گا۔چوہے کے ان الفاظ پر شیر کو ہنسی آ گئی اور اس اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چوہے کو چھوڑ دیا۔چوہے نے شیر کا شکریہ ادا کیا اور اداب بجالایا اور پھر اپنے بل میں لوٹ آیا۔چوہے کو رہ رہ کر اپنی کم مائیگی اور شیر کے ساتھ احمقانہ حرکتوں کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔اسے بار بار خیال آ رہا تھا کہ آج شیر اگر اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی جان بخشی نہ کرتا تو موت یقینی تھی۔اسے اپنے کئے پر سخت ندامت محسوس ہو رہی تھی۔دن گزرتے رہے۔ایک روز ایک شکاری جنگل کی طرف شکار کے لئے آ نکلا۔وہ پھندا لگا کر چھپ کر بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب کوئی جانور آ کر اس کے پھندے میں پھنستا ہے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہی شیر جس نے چوہے کی جان بخشی کی تھی۔ادھر آ نکلا اور انجانے میں شکاری کے پھندے میں پھنس گیا۔شیر نے لاکھ جتن کیے۔بڑے ہاتھ مارے لیکن بے سود۔وہ شکاری کے جال میں بری طرح پھنس چکا تھا۔جو کسی طرح ٹوٹنے والا نہ تھا۔شیر بے بس ہو کر رہ گیا۔اسی اثناء میں وہی چوہا ادھر آ نکلا۔اپنے محسن کو جال میں پھنسا

Marfat.com

ہوا دیکھ کر اس کا دل سیخ کباب ہو گیا۔ اس نے اپنے تیز دانتوں سے جال کے دھاگے کاٹنے شروع کر دیئے۔ چوہا تیزی سے اپنا کام کر رہا تھا کہ کسی طرح شکاری کی آمد سے پہلے پہلے شیر کی زندگی بچائی جائے۔ آدھ پون گھنٹے میں چوہے نے جال کا اتنا حصہ کاٹ ڈالا کہ شیر آسانی سے باہر نکل سکتا تھا۔ جنگل کی ایک چھوٹی سی مخلوق چوہے نے وہ کام کر دکھایا تھا جو جنگل کا بادشاہ طاقتور شیر نہیں کر سکا تھا اور وہ عاجز اور بے بس تھا چوہا چپکے سے شیر کے پاس گیا اداب بجا لایا اور شیر کو اس سوراخ کے پاس لے آیا جسے اس کے چھوٹے چھوٹے دانتوں نے جال کاٹ کر بنایا تھا۔ شیر جلدی سے جال سے باہر نکل آیا۔ شیر اور چوہا دونوں آزاد دنیا میں ایک دوسرے کے سامنے خاموش کھڑے تھے۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن احسان مندی کے جذبات ان پر غالب تھے۔ اس لئے کچھ کہہ نہ پا رہے تھے۔ شیر نے جس طاقت کے گھمنڈ میں چوہے کو ایک ناتواں اور چھوٹی سی حقیر مخلوق سمجھ کر یہ تصور کر لیا تھا کہ وہ اس کے کیا کام آسکتا ہے، اس کا سحر پاش پاش ہو گیا تھا۔ اس کے سامنے وہی حقیر چوہا تھا جس کی گستاخانہ اور خلاف ادب حرکتوں پر اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے اس کی جان بخشی کی تھی۔ آج اسی کم ظرف چوہے نے اپنی فطرت کے عین مطابق اپنی جان پر کھیل کر طاقتور مگر بے بس شیر کی جان بچائی تھی۔ یہ چھوٹا سا چوہا ہی تھا جس نے شکاری کے جال کو کاٹ کر شیر کی جان بچائی تھی۔ وہ جال جسے طاقتور شیر توڑنے اور اپنی جان بچانے سے عاجز تھا یقیناً یہ کام ایک چوہے نے کر دکھایا تھا۔ کافی دیر چپ چاپ کھڑے رہنے کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنی راہ پر چل دیئے لیکن لوگوں کے لئے ایک سبق چھوڑ گئے کہ طاقت کے گھمنڈ میں دوسروں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بے شک کسی چیز کو حقیر پیدا نہیں کیا۔

ہر دو حکایات کے مطالعہ سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ دونوں حکایات میں خصوصاً چوہے کے کردار کی بابت تضاد بیانی سے کام لیا گیا درحقیقت ہر دو حکایات کا مرکزی نکتہ اور لب لباب جداگانہ ہے۔ اگرچہ بعض باتیں بظاہر مماثل ہیں لیکن معنی اور مطالب الگ الگ ہیں۔

Marfat.com

ہر دو حکایات میں شیر باز اور چوہے کا کردار نسلی اور ظرف کے اعتبار سے متضاد نہیں۔

دونوں حکایات میں شیر اور باز نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے۔ فطرت اور جبلت کے لحاظ سے چوہے کا کام کترنا اور کاٹنا ہے چاہے وہ باز کے پر ہوں یا پھر شکاری کا جال یا کوئی اور چیز بلاشبہ چوہے نے اپنی فطرت کے لحاظ سے معمول کے مطابق اپنا کردار ادا کیا۔ بلند پرواز باز نے اپنی فطرت کے عین مطابق پہلی حکایت میں چوہے کے ساتھ احسان کیا لیکن اس نے نگاہ بلند کی بجائے کوتاہ نظری سے کام لیا اور چوہے پر احسان کرتے وقت اس کی فطرت کو نگاہ میں نہ رکھا۔ جب اس نے چوہے پر بے حد احسان کرتے ہوئے اسے اپنے پروں کے نیچے لے لیا تو چوہے نے اپنی فطرت کے عین مطابق اس کے پر کاٹ ڈالے اس نے بالکل اپنی کم ظرفی کے مطابق کام کیا اور باز نے اپنی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔

Marfat.com

انتقام کے لیے دانشمندی کی ضرورت

ایک ناتواں اور غریب آدمی کے سر پر سرِ بازار ایک ظالم شخص نے ایک پتھر دے مارا۔ خون کا فوارہ بہہ نکلا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو ظالم آدمی جائے واردات سے جا چکا تھا لیکن پتھر اب بھی وہیں پڑا تھا۔ ناتواں شخص نے وہ پتھر اٹھایا اور سنبھال کر اپنے پاس رکھ لیا وہ وقت کا انتظار کرنے لگا۔ پتھر ہر وقت اور ہر حالت میں اس کے پاس ہوتا تھا۔ بے چارہ اس ظالم شخص سے انتقام لینے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ کئی برس وہ اس انتظار میں رہا کہ مناسب موقع ہاتھ آئے تو اس ظالم شخص سے بدلہ لوں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کئی سال گزر جانے کے بعد ایک اندھیری شب کو وہ ظالم شخص انجانے میں ایک ویران کنوئیں میں گر گیا۔ کسی طرح اس ناتواں شخص کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ وہ اس کنوئیں پر آ پہنچا جس میں وہ ظالم شخص گرا ہوا تھا۔ اس نے وہ پتھر نکالا اور کنوئیں کی منڈھیر پر کھڑے ہو کر اس ظالم شخص کے سر پر دے مارا۔ ظالم شخص نے پوچھا کہ تو کون ہے اور تو نے یہ پتھر میرے سر پر کیوں مارا ہے؟ ناتواں شخص نے جواب دیا کہ میں وہی شخص ہوں جس کے سر پر تو نے فلاں وقت پتھر مارا تھا اور یہ پتھر بھی وہی ہے جو تو نے اس وقت میرے سر پر مارا تھا۔ ظالم شخص نے کہا کہ تو اتنی مدت کہاں رہا۔ ناتواں شخص نے جواب دیا کہ میں ناتواں تھا۔ تجھ جیسے ظالم اور جابر شخص سے انتقام نہیں لے سکتا تھا۔ میں اس مناسب وقت کے انتظار میں رہا جب تجھ سے بدلہ لے سکوں۔ میں نے وہ پتھر جو تو نے مجھے مارا تھا سنبھال رکھا تھا۔ آج جب مجھے پتہ چلا کہ تو کنوئیں میں گر گیا ہے تو میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور وہی پتھر جو مدت سے اس موقع کے انتظار میں سنبھال رکھا تھا تیرے سر پر دے مارا اور اس طرح اپنا انتقام لے لیا۔ اور اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔

ایک کامیاب مشن کے لئے حسن تدبر اور مناسب و موزوں وقت کا انتخاب اور انتظار بہت ضروری ہے۔ انتظار اگرچہ صبر آزما لمحات کا نام ہے۔ لیکن صبر کے بغیر کوئی مشن پایہ

Marfat.com

تکمیل تک نہیں پہنچ پاتا۔ظالم سے انتقام لینے کے لئے مناسب وقت کا انتظار بہترین حکمت عملی کی اشد ضرورت ہے۔جذبات میں اٹھایا گیا ہر قدم نقصان کا باعث بنتا ہے۔جذبات اور جلد بازی کی بجائے صبر وتحمل اور ٹھنڈے دل ودماغ سے منصوبہ بندی کے مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

Marfat.com

سستی اور کاہلی کا روگ

سستی اور کاہلی انسان کا سب سے بڑا روگ ہے۔جس کے لاحق ہو جانے سے انسان کی صلاحتیں مردہ اور ناکارہ ہو جاتی ہیں جواں مرد نامرد اور طاقتور کمزور ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً انسان دوسروں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔

جنگ واٹرلو میں مشہور جنگجو حکمران نپولین بوناپارٹ کے جرنیل میدان کارزار میں اس وقت پہنچے تھے جب ولنگٹن کی سپاہ اہم مقامات پر مورچہ زن ہو چکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ نپولین ولنگٹن سے کئی گنا بڑا جنگجو تھا لیکن جنگی ماہرین کی رائے کے مطابق واٹرلو کی جنگ میں نپولین کی تاخیر نے ولنگٹن کو نپولین سے بارہ گنا بڑا جنگجو ثابت کر دکھایا۔

''یک لحظہ غافل گشتن وصد سالہ دور شدن'' کے مصدقات ہے۔

افغانستان کے فرمانروا نادر شاہ درانی کی نظریں دلی کے رنگین مزاج محمد شاہ رنگیلے کی دولت و ثروت پر لگیں تھی۔ چنانچہ وہ ایک روز بھوکے شیر کی مانند کچھار سے نکلا اور سونے کی چڑیا ہندوستان پر چڑھ دوڑا۔ وہ علاقے پر علاقے فتح کرتا طوفان کی طرح ہندوستان کے کھیتوں اور کھلیانوں کو منہ زور گھوڑوں کے ٹاپوں سے روندتا، للکارتا اور چنگارتا مغل دارالحکومت دلی کے قریب پہنچ گیا۔ شاہد و شراب اور شباب و کباب کے رسیا محمد شاہ رنگیلے کو درانی کی پیش قدمی سے مسلسل باخبر رکھا جا رہا تھا لیکن عیاش اور رنگین مزاج رنگیلا ہر بار ایک ہی فقرہ دہراتا رہا کہ'' ہنوز دلی دور است'' (ابھی دلی دور ہے) حتی کہ نادر شاہ درانی کی افواج قاہرہ دلی کے بازاروں میں داخل ہو گئیں اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور نادر شاہ دلی کے تمام خزائن سمیٹ کر واپس افغانستان چلا گیا۔

اسی سستی اور تن آسانی کے مریض برصغیر کے مسلمان نوجوانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا تھا۔

کاش! رلاتی ہے مجھ کو جوانوں کی تن آسانی

Marfat.com

صحبت کا اثر

انسان پر ہر چیز کا اثر ہوتا ہے۔ موسم، ماحول، جغرافیائی آب وہوا، خوراک، افراد خانہ مطالعہ کتب اور بالخصوص ان دوستوں کا گہرا اثر ہوتا ہے جن میں وہ زیادہ وقت گزارتا ہے۔ ہندوستان کے مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کو زمانہ شہزادگی میں تعلیم دلانے کی بڑی کوششیں کی گئیں لیکن وہ تعلیم سے بے بہرہ رہا اور فن سپہ گری میں اس نے مہارت تامہ حاصل کر لی۔ اس پر اس کے سیکولر مصاحبین شیخ مبارک اس کے بیٹوں ابوالفضل، فیضی اور دیگر عمائدین کا بڑا اثر تھا۔ انہیں عمائدین کی مجلس نے اکبر کو دین الٰہی اختراع کرنے پر راغب کیا۔ پھر اکبر اعظم پر ہندو راجاؤں کی مجلس اور ہندو بیویوں کی صحبت نے اسے نہ مسلمان رہنے دیا اور نہ ہی ہندو۔ وہ نہ ہندو تھا نہ مسلمان، نہ پارسی اور نہ عیسائی، وہ تمام مذاہب کا قائل تھا۔ ان مذاہب اور مجالس نے اسے ایک انوکھی چیز بنا دیا تھا۔

کتاب بھی انسان کی ایک خاموش ساتھی ہے۔ مذہبی کتب کا مطالعہ کرنے والوں پر مذہبی اثرات غالب ہوتے ہیں جبکہ فلسفہ، سائنس اور ناول پڑھنے والوں کے اپنے ہی انداز ہوتے ہیں۔ کتاب کے انسان پر بڑے دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ صدر پاکستان محمد ایوب خان میکیاولی کی مشہور کتاب ''بادشاہ'' (The Prince) پڑھنے کا از حد شوق تھا۔ یہ کتاب آمریت کا درس دیتی ہے۔ اسی کتاب کے مطالعہ کے زیر اثر اس کی طبیعت پاکستان میں آمرانہ نظام حکومت کی طرف مائل ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مارشل ٹیٹو جمال، عبدالناصر، انور السادات اور فیڈرل کاسترو معمر قذافی اور صدام حسین نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور ان کی ذاتی لائبریریوں میں اس کتاب (بادشاہ) کی ایک ایک جلد موجود ہے۔ لہٰذا انسان پر دیگر عوامل کی طرح کتاب کے بھی گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اچھی کتاب انسان پر اچھے اور بری کتاب منفی اثرات چھوڑتی ہے۔

کتاب کی طرح انسان پر اس کے اچھے برے دوستوں کی مجلس بھی مثبت اور منفی

Marfat.com

اثرات چھوڑتی ہے۔ کسی شخص کی پہچان اس کی سوسائٹی سے ہوتی ہے۔ گویا کہ انسان پر اسکی سوسائٹی کے گہرے اثرات ہوتے ہیں اور سوسائٹی اس کی پہچان بن جاتی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ اطاعت بے ریاء

انگریزی مقولہ ہے۔ Society Molds a man کسی شخص کو کسی دوسرے شہر کسی کام کے لئے جانا پڑ گیا۔ راستہ جنگل سے گزرتا تھا۔ جب وہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ تو اس نے راستے میں شیر کو بیٹھا ہوا دیکھا شیر کے ساتھ ہنس نامی پرندہ بھی بیٹھا ہوا تھا وہ آدمی عقل مند تھا بلا خوف وخطر ان کے قریب سے گزر گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص اسی راستے سے واپس لوٹا تو راستے میں شیر اسی جگہ بیٹھا تھا۔ اس دفعہ اس کیساتھ گیدڑ بیٹھا تھا۔ وہ شخص کچھ فاصلے پر رک گیا۔ اس نے نیام سے تلوار نکالی اور شیر کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار ہوگیا۔ شیر یہ سب کچھ دیکھ کر حیران ہوا۔ اس نے اس شخص سے پوچھا "تم پہلے بھی اس راستے سے گزرے تھے لیکن اس وقت بغیر خوف کے میرے قریب سے گزر گئے تھے اور آج میرے خلاف لڑنے کے لئے تیاری کر رہے ہو؟" عقل مند آدمی نے جواب دیا "اس دن تیرے پاس نیک فطرت پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ یقیناً وہ تجھے مجھ پر حملہ کرنے سے باز رکھے گا لیکن آج شیطان فطرت جانور تیرے پاس بیٹھا ہے جو تجھے خیر کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے میں نے تیاری کی ہے" شیر نے کہا "تم نے درست اندازہ لگایا۔ ہنس نے مجھے کہا "مختصر طبیعت کا آدمی ہے۔ اس سے تمہاری بھوک نہیں مٹے گی لیکن اس کی قیمتی جان چلی جائے گی" جبکہ گیدڑ نے کہا "بڑا خوبصورت اور مزیدار شکار ہے جانے نہ پائے" اس وضاحت کے بعد شیر نے گیدڑ کو تھپڑ رسید کیا اور وہیں ڈھیر کر دیا۔

Marfat.com

گویا کتابوں کی صحبت کے ساتھ ساتھ انسانوں کی صحبت کا بھی خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحبت کے اثرات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شاہین کی صحبت میں رہنے سے کوا شاہین بن جاتا ہے۔ صحبت سے رنگ نہیں بدل سکتا تاہم عادات بدل جاتی ہیں۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
کرگئی خراب شاہین بچے کو صحبت زاغ

بہر حال صحبت کے اثر کا بھی ایک وقت مقرر ہے۔ ماسکو یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر پیوٹنوف کی تحقیق کے مطابق پچیس سال کی عمر تک جو عادات انسان میں منتقل ہوتی ہیں یا اپنائی جاتی ہیں وہ پختگی اختیار کر لیتی ہیں۔ اس کے بعد انسان میں پہلے سے موجود عادات کی تبدیلی ناممکن تو نہیں لیکن انتہائی مشکل ہے۔ ڈاکٹر پیوٹنوف کا کہنا ہے کہ پچیس سال کی عمر تک انسانی اعصاب اس حد تک لچکدار ہوتے ہیں کہ ٹیڑھی ہڈیوں کو بھی ورزشوں کے ذریعے سیدھا کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح انسانی عادات جن ہارمونز کی مرہون منت ہوتی ہیں وہ اعصاب کے تابع ہوتے ہیں۔ پچیس سال کی عمر تک کہ اس قدر پختہ ہو جاتے ہیں۔ کہ واپسی کا راستہ مشکل ترین ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر پیوٹنوف کا کہنا ہے کہ انسانی دماغ کمپیوٹر کی مانند باتوں اور حرکات کو فیڈ کر لیتا ہے۔ مختلف شکلوں اور مختلف وقتوں میں انسانی جسم کو اس کی ترسیل ہوتی ہے اور پھر اس کے اثرات قول و فعل کی شکل میں سامنے آتے ہیں"۔

Marfat.com

جینیاتی اور نسلی اثرات

کسی دریا میں ایک کچھوا رہتا تھا اور اسی دریا کے کنارے پر ایک بچھو کا بھی بسیرا تھا۔ دونوں کے درمیان گہری دوستی ہو گئی وقتاً فوقتاً ایک دوسرے سے ملاقات بھی ہوتی اور گپ شپ کا دور بھی چلتا۔ ایک روز کچھوے نے بچھو سے کہا کہ چلو یار کہیں سیر کو چلیں بچھو تیار ہو گیا اور اس نے کچھوے سے پوچھا کہ سیر کو جائیں گے کہاں؟ کچھوے نے جواب دیا کہ دریا کے اس پار بچھو نے کہا کہ میں تو تیرنا نہیں جانتا۔ اس پر کچھوے نے کہا تو پھر کیا ہوا۔ تم میری پیٹھ پر سوار ہو جاؤ میں تمہیں دوسرے کنارے لے چلوں گا۔ چنانچہ دونوں تیار ہو گئے۔ کچھوے نے بچھو کو اپنی پشت پر بیٹھا لیا اور دریا میں تیرنے لگا۔ کچھ دیر بعد کچھوے نے اپنی پشت پر کھرچ کھرچ کی آواز سنی اس نے بچھو سے پوچھا یہ تم کیا کر رہے ہو۔ بچھو نے جواب دیا کہ میں تیری پشت پر اپنا ڈنگ آزما رہا ہوں۔ کچھوے نے کہا میں نے تمہیں اپنی پشت پر اس لئے سوار کیا تھا کہ تم اس پر ڈنگ مارو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ میری پشت پتھر کی سی ہے جس پر آپ کا ڈنگ کچھ اثر نہیں کر سکے گا البتہ تیرے جیسے بے وفا دوست کو میں نہیں چھوڑوں گا جو احسان کا بدلہ برائی میں دے۔ کچھوے نے پانی میں ڈبکی لگائی بچھو دریا کی لہروں میں بہہ گیا اور پھر اسکا کوئی نشان نہ ملا۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز دریا کے کنارے بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بچھو پانی میں ڈوبتا تیرتا آ رہا ہے۔ آپ نے اس پر رحم کھایا اور ہاتھ میں پانی بھر کر اسے باہر نکال لیا۔ پانی ہاتھ سے بہہ نکلا تو اسی دوران بچھو نے آپکے ہاتھ کو کاٹ لیا۔ آپ نے اسے پھر پانی میں پھینک دیا اور بہنے لگا۔ آپ کو پھر ترس آیا اور اسے پانی سے باہر نکال لیا لیکن بچھو نے پھر کاٹ لیا۔ آپ نے بارے دیگر بچھو کو پانی میں پھینک دیا تو دریا میں بہنے لگا تو آپ کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ اسے دریا کی لہروں کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے بچھو کو تیسری بار پانی سے نکال دیا اور بچھو نے حسب عادت پھر

Marfat.com

آپ کے ہاتھ پر ڈنگ مار دیا لیکن اب کی بار آپ نے اسے پانی میں نہ پھینکا۔ آپ تکلیف سے خاصے پریشان تھے۔ پاس کھڑے ملازم نے کہا۔ حضور! بچھو جیسی ظالم چیز پر رحم کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے بڑے اطمینان سے اسے جواب دیا۔ بچھو نے اپنا کام کیا اور میں نے اپنا فریضہ انجام دیا۔ بچھو اگر اپنی بری عادت نہیں چھوڑ سکتا تو میں نیک کام سے کیوں ہاتھ کھینچ لوں۔

بیشک ہر چیز اور ہر انسان اپنی انتہائی فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے بلکہ اس کی فطرت اسے ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ کائنات میں ہر ذی روح کی فطرت مختلف ہے۔ اس لئے انسان فطرتاً ایک دوسرے سے کہیں تھوڑا سا مختلف تو کہیں بالکل ہی مختلف ہے۔ اس کی طبیعت اسی کی تبدیلی اور اختلاف نے اسے دوسری مخلوقات سے الگ تھلگ بنا دیا ہے۔

ہر انسان جینیاتی طور پر مختلف ہونے کے سبب اس کی طبیعت بھی مختلف ہے۔ کوئی شریف طبع ہے تو کوئی شریر، کوئی نرم مزاج ہے تو کوئی سراسر تند مزاج، کوئی عقل و دانش کا علمبردار ہے، تو کوئی حماقت و بے وقوفی کا نمونہ، کوئی شرم و حیا کا پیکر ہے تو کوئی واہیاتی کا پرتو، کسی کا کردار قابل تقلید ہے تو کسی کا بے ہودہ اور فضول، کوئی دل کا انتہائی صاف ستھرا تو کوئی بالکل منافق، کوئی حسن یوسف کا نمونہ تو کوئی شکل کا بلال، کوئی عقل کا لقمان تو کوئی سراپا شیخ چلی، کوئی امن و امان کا دلدادہ تو کوئی فساد کی جڑ، کوئی دیکھنے کو سحر انگیز تو کوئی گفتگو میں ناگوار مختصر یہ کہ انسان کی ذات کے بے شمار کردار اور ان گنت اقسام ہیں۔

جینیاتی طور پر انسان مختلف ہونے کے باوجود مجموعی اور بنیادی طور پر گوشت پوست کی ایک احسن تقویم ہے اور اس میں ڈھل جانے اور تبدیل ہو جانے کی انتہائی خاصیت مضمر ہے۔ کسی کالے کو گورا اور گورے کو کالا اور کہتر قد کو سرو قد تو نہیں بنایا جا سکتا لیکن اس کی عادات کو کسی حد تک بدلا جا سکتا ہے، بے حیا کو باحیا، منافق کو امین اور شر پسند کو امن و امان کا داعی بنایا جا سکتا ہے۔ ماحول حالات اور واقعات طبائع انسانی میں تغیر و تبدل کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حالات و واقعات اور

Marfat.com

ماحول کے تحت عادات بدلی جاسکتی ہیں لیکن یہ عمل 25 سال کی عمر تک ممکن ہے اور اس کے بعد انتہائی مشکل ہے۔ عادات وقت کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتی چلی جاتی ہیں جو عادات کے ہارموز کی پختگی کا ایک عمل ہے۔ ایک نوخیز اور ننھے پودے کی کونپل کو نرم ہاتھوں سے مسلا جا سکتا ہے اور اسی ننھے پودے کو ذراسی جنبش سے جڑ سے اکھاڑا جا سکتا ہے لیکن جب یہ پودا تن آور درخت بن جائے تو جری سے جری جوان بھی اسے اکھاڑنے کی طاقت نہیں رکھتا خواہ وہ کتنے ہی جھٹکے اسے کیوں نہ دے اس کے لئے اسے بے پناہ طاقت اور وقت درکار ہوگا۔

نیک بنئے اور بغیر کسی صلہ کی نیت کے نیکی پھیلاتے جائیں وہ عمل بڑا عمل ہے جو برائی کے جواب میں کیا جائے۔ برائی بے شک برا اور حقیر عمل ہے اس سے اجتناب کیجئے۔ تو بھی بدل کہ زمانہ بدل رہا ہے۔

Marfat.com

نیل بادشاہ

ایک روز ایک گیدڑ رات کے وقت پانی پینے کے لئے دھوبی گھاٹ پر جا نکلا۔ پانی پی کر واپس ہوا تو اندھیری رات ہونے کی وجہ سے اسے پتہ نہ چلا اور وہ دھوبی کے ٹب میں گر پڑا۔ ٹب میں دھوبی نے نیل گھول رکھا تھا۔ گیدڑ کے بالوں کو نیلا رنگ ہو گیا۔ راستے میں اس کی ملاقات لومڑی سے ہو گئی۔ لومڑی کے پوچھنے پر گیدڑ نے اسے ساری بات بتا دی۔ لومڑی نے کہا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو بہت اچھا ہوا۔ اس نے گیدڑ کی تعریف کرنی شروع کر دی کہ آپ تو پہلے سے بھی خوبصورت لگ رہے ہیں۔ آپ کے بالوں کے رنگ کا کیا کہنا اتنے خوبصورت چمکدار بال ہیں کہ آپ تو بالکل نیل بادشاہ دکھائی دیتے ہیں۔ گیدڑ تھا کہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا تھا۔ لومڑی بھی بڑی چالاک تھی فوراً سمجھ گئی کہ گیدڑ پر اس کی باتوں کا جادو چل گیا ہے۔ اس نے کہا میں تو آپ کو آج سے نیل بادشاہ ہی کہا کروں گی۔ گیدڑ کی چال ہی بدل گئی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں وہ کافی فاصلہ طے کر چکے تھے۔ لومڑی نے جب دیکھا کہ گیدڑ کو اس کی باتوں پر مکمل طور پر اعتماد ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ جنگل کا بادشاہ مر گیا ہے اور تمام جانور نئے بادشاہ کا چناؤ کرنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں۔ میں تو بس وقت نکال کر آپ کی تلاش میں ادھر نکل آئی تھی میرے خیال میں بادشاہ کے منصب کے لئے آپ سے موزوں کوئی اور نہیں۔ کیوں نہ آپ کو نیا بادشاہ منتخب کر لیا جائے۔ یہ سن کر گیدڑ اپنی اوقات بھول گیا اس کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے کہا! بی لومڑی سچ سچ بتاؤ ایسا ممکن ہے لوگ مجھے اپنا بادشاہ مان لیں گے۔ لومڑی نے کہا یہ مجھ پر چھوڑیئے۔ آپ فکر نہ کریں میں سب کو سنبھال لوں گی۔ بس میں جو کچھ کہوں مانتے جایئے۔ اور اس پر عمل کرتے جایئے اتنی دیر میں دونوں اس جگہ پہنچ گئے جہاں تمام جانوروں کا نئے بادشاہ کے لئے اجلاس ہو رہا تھا۔ سبھی جانور جمع تھے بس لومڑی کا انتظار تھا۔ سب کی نظریں لومڑی پر لگی ہوئی تھیں۔ لومڑی بڑے وقار اور تمکنت سے آگے بڑھی۔ سب کو سلام کیا اور سٹیج پر پہنچ کر مائیک کو

Marfat.com

سنبھال لیا۔ سب لوگ متوجہ ہو گئے کہ دیکھئے لومڑی کیا اعلان کرنے والی ہے۔ لومڑی نے بڑے فاضلانہ انداز میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے سابقہ بادشاہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ مرحوم بادشاہ کی خدمات کو خوبصورت الفاظ میں سراہا اور ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مرحوم کا اپنی رعایا کے ساتھ سلوک نہایت ہی مشفقانہ تھا تمام رعایا کی جان و مال محفوظ تھی۔ ہر طرف ان کے دم قدم سے خوشحالی اور ارزانی تھی۔ اس کے بعد نہایت متانت سے اعلان کیا کہ نئے بادشاہ کے چناؤ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ گیدڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ نیل بادشاہ ہیں جو ہمارے نئے بادشاہ ہوں گے گیدڑ نے بھی لومڑی کے اعلان پر حاضرین کے سامنے لومڑی کے اعلان کے جواب میں سر کے اشارے سے اثباب کا اظہار کیا۔ حاضرین نے لومڑی کے اعلان پر نئے بادشاہ کا خیر مقدم تالیاں بجا بجا کر کیا۔ آتش بازی کا مظاہرہ کیا گیا اور نئے بادشاہ کو اکیس توپوں کی سلامی دی گئی۔ نئے بادشاہ نے مختصر الفاظ میں قوم سے خطاب کیا اور فرمایا کہ جنگل کے سبھی جانوروں کے حقوق کا خیال رکھا جائے گا۔ ہمارے جنگل کی اسٹیٹ میں کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہو گی۔ میرٹ اور معیار نئی حکومت کا اولین شعار ہو گا۔ اسٹیٹ کے ترقیاتی کاموں پر بھرپور توجہ دی جائے گی اور ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنایا جائے گا۔ نئے بادشاہ کے خطاب پر زبردست تالیاں بجائی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اجلاس برخاست ہوا اور نئے بادشاہ خاتون اول (مرحوم بادشاہ کی بیوہ) کی معیت میں شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ کسی نے اس بات پر توجہ ہی نہ دی کہ نیل بادشاہ کا حسب و نسب کیا ہے۔ انہیں کوئی خبر نہ تھی کہ ان کا نیا بادشاہ (نیل بادشاہ) شیر نہیں بلکہ گیدڑ گورمیل سنگھ ہے۔ بس یہ سب لومڑی کا کمال تھا جس نے گورمیل سنگھ کو نیل بادشاہ بنا دیا تھا۔

نئے بادشاہ کو شاہی محلات میں رہتے رہتے چند دن گزر گئے تو ملکہ جنگل نے نیل بادشاہ سے کہا کہ اے جنگل کے بادشاہ چلو بچوں کے لئے کچھ شکار کر لائیں نیل بادشاہ نے ملکہ کو ٹالتے ہوئے کہا کہ آج اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لہٰذا ملکہ عالم یہ کام خود ہی سرانجام دے

Marfat.com

لے تو بہتر ہوگا۔ چند روز اسی طرح ٹال مٹول میں گزر گئے۔ مگر کب تک یہ سلسلہ چلنا تھا۔ آخر شیرنی نے اصرار کیا کہ آج بادشاہ سلامت کو ملکہ جنگل کی معیت میں شکار پر جانا ہوگا۔ ناچار بادشاہ (گورمیا سنگھ گیدڑ) کو ملکہ کی معیت میں شکار پر جانا پڑا۔ جنگل میں نیل بادشاہ، شیرنی اور اس کے بچے شکار کی تلاش میں تھے کہ سامنے سے جنگلی بیل نمودار ہوا۔ جب وہ قریب آ گیا تو شیرنی نے نیل بادشاہ کو اشارہ کیا کہ وہ شکار پر پہلے جھپٹا مارے۔ اب نیل بادشاہ کے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ نیل بادشاہ (گیدڑ) نے یوں ہی آگے بڑھ کر جنگلی بیل پر حملہ کیا بیل نے اس زور سے جواباً اسے سینگ مارا کہ نیل بادشاہ کی آنتیں باہر نکل آئیں۔ اور چند منٹ کے بعد اس کی موت واقع ہوگئی۔ گیدڑ نے مرتے وقت شیرنی سے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا۔ ابھی تو اس کی شکار پر حملہ کے لئے آنکھیں بھی گرم نہ ہوئی تھیں کہ تو نے پہلے ہی مروا ڈالا۔

ہر دور میں ایسا ہوتا آیا ہے کہ بعض لوگ کسی منصب کے اہل نہیں ہوتے لیکن وہ اقتدار کے لالچ میں آکر بادشاہ گروں اور لومڑی کی طرح چالباز لوگوں کی باتوں میں آکر خود کو واقعی نیل بادشاہ سمجھ بیٹھتے ہیں پھر وہ اس خوش فہمی کا شکار ہوکر اپنے انجام سے بے خبر آئین و ضوابط کو پاؤں تلے مسلتے ہوئے کرسی اقتدار پر قبضہ کر لیتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ نہ تو اس کے اہل ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ اس منصب کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اس سارے ڈرامے کی Play back singer کوئی عیار لومڑی ہوتی ہے جو اپنے مقاصد کے لئے کسی گیدڑ کو نیل بادشاہ بنا کر لوگوں پر مسلط کر دیتی ہے ایسے کھیل کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر نیل بادشاہ کا انجام عبرتناک ہوا اور وہ اپنے پیچھے تباہی اور بربادی چھوڑ گیا۔

Marfat.com

سحر خیزی

کینبرا یونیورسٹی کی بیالوجی فیکلٹی کے پروفیسر شروڈر کیپلنگ کا کہنا ہے کہ سورج طلوع ہونے سے قبل کا دو گھنٹے کا دورانیہ انسانی زندگی کے لئے بہت اہم ہے۔ اس وقت زمین پر موجود پودے درخت اور گھاس وغیرہ زبردست مقدار میں آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ یہ فضا میں نمی کی وجہ سے اس قدر صاف ہوتی ہے کہ جس کا تصور محال ہے۔ یہ آکسیجن انسانی زندگی کے لئے آب حیات سے چنداں کم اہم نہیں۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ جونہی سورج طلوع ہو جاتا ہے قدرت کا صحت بخش کھیل چوبیس گھنٹے کے لئے مؤخر ہو جاتا ہے۔

صبح خیزی دماغی صلاحیتوں کو کئی گنا کر دیتی ہے۔ دنیا کے ڈاکٹر اور حکماء اس بات پر متفق ہیں کہ رات کو جلدی سو جانا اور صبح سویرے جلد جاگ جانا تین فوائد سامنے لاتا ہے۔ ایک یہ کہ صحت مندی ملتی ہے۔ دولت ممکن ہے اور عقل مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دولت مندی، صحت اور عقل مندی کا عموماً بلا واسطہ نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ تھے سحر خیزی کے عام دنیاوی فوائد۔

وہ لوگ جو نماز فجر اور نماز فجر سے پہلے نماز تہجد کے لئے اٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کی خاطر اٹھتے ہیں نوافل پڑھتے ہیں، نماز فجر ادا کرتے ہیں اور تلاوت قرآن کرتے ہیں وہ دینی نکتہ نگاہ اور دنیاوی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ان گنت انعامات و برکات کے علاوہ دیگر فوائد سے کس قدر بہرہ ور ہوتے ہوں گے۔

ان بابرکت لمحات میں مزے دار نیند کو ترک کر کے اپنے مالک و خالق کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں محو بندگان خدا سے ان کا خدا اس منظر سے کس قدر خوش ہوتا ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بلاشبہ ایک مسلمان کے لئے سحر خیزی کے بے شمار دنیاوی اور آخروی فوائد ہیں اور بے شک وہ لوگ جو سحر خیزی کے عادی ہیں وہ انتہائی خوش بخت اور ہر لحاظ سے بہترین لوگ ہوتے ہیں۔

مذہبی لحاظ سے یہ وقت بہت اہم ہوتا ہے کیوں کہ دونوں اوقات (شام اور صبح) کے فرشتے ان لمحات میں یکجا ہوتے ہیں اور محوِ عبادت لوگوں کے متعلق لکھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

حسد کی آگ

پرانے زمانے کی بات ہے کہ کسی ملک میں ایک ایسا جانور نمودار ہوا جس کی اس پر نظر پڑتی تھی وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔ اس عمل سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ بات اس وقت کے حکمران تک پہنچی تو اس نے اپنے وزیر کو طلب کر کے مشورہ کیا کہ اس جانور سے لوگوں کی جانوں کو ہلاکت سے بچایا جائے۔ عقل مند وزیر نے بادشاہ وقت کو مشورہ دیا کہ ایک گاڑی تیار کروائی جائے اور اسکے سامنے ایک بڑا شیشہ لگوایا جائے تاکہ دیکھنے والے کو اس میں اپنا عکس دکھائی دے۔ بادشاہ نے ایسی گاڑی تیار کروادی۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اب اس گاڑی کو اس طرف لے جایا جائے جس طرف سے وہ جانور نمودار ہوتا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب وہ جانور اس طرف آیا تو اس نے شیشے میں اپنا عکس دیکھا تو وہ ہلاک ہو گیا۔ لوگوں نے اس جانور کی ہلاکت پر بہت خوشی منائی۔ بادشاہ نے جب اس جانور کی ہلاکت کی خبر سنی تو وہ وزیر کی عقل مندی پر بہت خوش ہوا اور اسے اس کے اس کارنامے پر مبارک باد دی۔ بادشاہ نے وزیر سے پوچھا کہ اس نامراد جانور کی شیشے میں دیکھنے پر ہلاکت کا کیا سبب تھا۔ وزیر نے جواب دیا کہ جس جانور سے لوگوں کی ہلاکت واقع ہوتی تھی اس نے جب خود اپنا عکس گاڑی کے سامنے نصب شیشے میں دیکھا تو اپنے آپ کو دیکھتے ہی ہلاک ہو گیا۔ میں نے اسی لئے گاڑی کے سامنے شیشہ نصب کروایا تھا کہ جونہی وہ جانور شیشے میں اپنا عکس دیکھے گا ہلاک ہو جائے گا کیونکہ حاسد خود اپنی آگ میں جل کر مر جاتا ہے۔

حسد وہ آگ ہے جس میں دوسرے لوگ تو جلتے ہی ہیں لیکن حاسد بذات خود بھی اپنی ہی حسد کی آگ میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ حسد کی آگ سے بچنا چاہیے۔

Marfat.com

حاضر دماغی

ایک ترکھان اور اس کا شاگرد کہیں دوسرے گاؤں کام کی غرض سے جا رہے تھے۔ انہوں نے سامنے ایک شیر کو آتے دیکھا تو ڈر کے مارے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ شیر نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کو کچھ نہ کہوں گا۔ آپ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ تم چھوٹے سے انسان ہو کر کس طرح بڑے بڑے طاقتور جانوروں کو قابو کر لیتے ہو۔ ترکھان اور اس کا شاگرد شیر کے اس وعدے پر نیچے اتر آئے اور ترکھان نے شیر سے کہا کہ وہ بیٹھ جائے کیوں کہ انہیں تھوڑا سا وقت درکار ہو گا۔ شیر اطمینان سے بیٹھ گیا کہ دیکھتے ہیں کہ حضرت انسان کس طرح اس کو جواب دیتا ہے۔ ترکھان نے اپنے شاگرد سے مل کر ایک پنجرا تیار کیا اور شیر سے کہا کہ وہ اس میں داخل ہو کر دکھائے۔ شیر جونہی پنجرے میں داخل ہوا ترکھان نے اس کا فوراً دروازہ بند کر دیا۔ اب ترکھان نے اپنے شاگرد کو حکم دیا کہ وہ پانی گرم کر لے۔ جب پانی گرم ہو گیا تو ترکھان (بڑھئی) نے شاگرد سے کہا لوٹا لا۔ شاگرد لوٹا لے آیا تو ترکھان ابلتے پانی سے بھرے ہوئے لوٹے سے شیر پر پانی گرانا شروع کیا۔ جب پانی ختم ہو جاتا تو ترکھان شاگرد سے کہتا لوٹا لا وہ شیر چلایا چیخا لیکن بے بس تھا۔ ابلتے پانی سے اس کی کھال ادھڑ گئی۔ آخر ترکھان نے پنجرے کا منہ کھولا تو شیر نے پنجرے سے نکلتے ہی ایک طرف کو دوڑ لگا دی وہ دوڑتا ہوا جا رہا تھا کہ راستے میں اسے دو اور شیر مل گئے۔ انہوں نے اس شیر کو روکا اور پوچھا کہ اس کی یہ درگت کس نے کی۔ شیر نے سارا قصہ ان دونوں کو کہہ سنایا دونوں شیر غصے سے بپھر گئے اور اس شیر کو لے کر تینوں ترکھان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ترکھان اور اس کا شاگرد ابھی راستے میں ہی تھے۔ ان کی نظر ان شیروں پر پڑی تو مارے خوف کے وہ ایک درخت پر چڑھ گئے۔ شیر بھی اس درخت کے نیچے آ کر رک گئے۔ درخت زیادہ بڑا نہ تھا۔ شیروں کو ایک ترکیب سوجھی۔ پہلے والا شیر نیچے اور دوسرے دونوں شیر اس کی پیٹھ پر کھڑے ہو گئے تا کہ ترکھان اور اس کے شاگرد کو پکڑا جا

Marfat.com

سکے۔ جب ترکھان نے دیکھا کہ اب ان شیروں سے بچنا مشکل ہے تو اس نے اپنے شاگرد سے کہا لوٹا لا۔ جب نیچے والے شیر نے ترکھان کے یہ الفاظ سنے تو وہ ڈر کے مارے نیچے سے سرک کر بھگ ٹٹ بھاگنے لگا۔ دوسرے دونوں شیر بھی اس کے ساتھ بھاگنے لگے۔ معاملہ ان کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ جب وہ تھک گئے تو تینوں ایک جگہ رک گئے۔ انہوں نے پہلے شیر سے پوچھا کہ آخر اسے ہوا کیا کہ وہ اس طرح بھاگ نکلا۔ اس نے جواب دیا کہ ''لوٹا لا'' ہی وہ ہتھیار تھا جس نے مجھے ایسا کر دیا۔ بس یہ الفاظ سنتے ہی میں بھاگ کھڑا ہوا۔ اس طرح حاضر دماغی کے سبب ترکھان اور اس کے شاگرد کی جان بچ گئی۔

سکندر اعظم کی عمر تیرہ برس کی تھی جب اس کے باپ فلپ دوم شاہ مقدنیہ نے کچھ شاہی گھوڑوں کی تربیت کے بعد ان کی پاسنگ اوٹ پریڈ کا انعقاد کروایا۔ سبھی گھڑ سواروں نے اپنے اپنے تربیت یافتہ گھوڑوں کی سواری اور فن کا مظاہرہ دکھایا۔ ان گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا جو کہ بہت خوبصورت تھا بہت منہ زور ثابت ہوا۔ اس نے اپنے شہسوار کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا۔ بادشاہ نے ایک ایک کر کے تمام سواروں کو آزمایا کہ وہ اس گھوڑے پر سواری کریں لیکن سبھی ناکام اور نامراد ثابت ہوئے۔ سکندر اپنے باپ کے ہمراہ یہ سارا منظر بغور دیکھ رہا تھا۔ تمام شہسواروں کی ناکامی کے بعد سکندر نے اپنے باپ سے کہا ''ابا جان اگر اجازت ہو تو میں اس گھوڑے پر سواری کر کے دکھاؤں'' بادشاہ حیران بھی ہوا اور اسے ''چھوٹا منہ اور بڑی بات'' پر غصہ بھی آیا کہ اتنے بڑے بڑے شہسوار جس گھوڑے پر سواری نہیں کر سکے بھلا ایک چھوٹا سا تیرہ سالہ لڑکا اس پر کیسے سواری کر سکتا تھا۔ بادشاہ نے غصے سے کہا ''جاؤ کر کے دکھاؤ'' سکندر نے آرام سے باگیں ہاتھ میں لیں اور گھوڑے کا رخ بدل کر سورج کی طرف کیا اور گھوڑے کی پیٹھ پر یک لخت سوار ہو گیا۔ سوار ہوتے ہی گھوڑا ہوا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سبھی فکر مند تھے۔ بادشاہ فلپ بذات خود بڑا پشیمان تھا کہ اس نے اپنے لخت جگر کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سکندر گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا واپس آ گیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترا

Marfat.com

اور آگے بڑھ کر باپ کو سلام کیا۔ باپ نے اپنے لختِ جگر کو گلے لگایا اور ماتھا چوما۔ اور وہ راز پوچھا کہ گھوڑے پر کیسے سوار ہوا جو بڑے بڑے شہسواروں کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دے رہا تھا۔ سکندر نے مسکرا کر جواب دیا۔ ابا جان! بلاشبہ شہسوار بڑے تجربہ کار تھے لیکن وہ عقل مند نہ تھے کسی شہسوار کی عقل میں یہ بات نہ آئی کہ جب وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہونے کی کوشش کرتا تو گھوڑے کا منہ سورج کی الٹ سمت کو ہوتا۔ گھوڑا سوار کا سایہ دیکھ کر بدک جاتا۔ میں نے گھوڑے کا رخ بدل کر سورج کی طرف کر دیا اور آرام سے گھوڑے پر سوار ہو گیا''۔

انسان کتنا ہی تجربہ کار کیوں نہ ہو لیکن بغیر مشاہدے، غور وفکر اور حاضر دماغی کے اس کا تجربہ اور علم بے کار ہوتا ہے۔ غور وفکر، مشاہدے اور حاضر دماغی نے ایک تیرہ سالہ شہزادے کو صرف 33 سال کی عمر میں سکندرِ اعظم کے نام سے موسوم کر دیا۔

سابق والئی افغانستان نور محمد ترکئی کے زمانے میں کابل کے مضافاتی جنگل میں شیر آ گیا جو آئے دن انسانوں اور پالتو جانوروں کو جانی نقصان پہنچانے لگا۔ ترکئی کو خبر ملی تو اس نے اعلان کیا کہ جو شخص اس شیر کو بلا ہتھیار ہلاک کرے گا اسے بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔ ایک جرات مند جوان نے یہ چیلنج قبول کر لیا۔ ترکئی اور کابل کے بہت سے لوگ اس جرات مند نوجوان اور جنگل کے بادشاہ شیر کا مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ ایک بکرے کو درخت سے باندھا گیا۔ بکرے کی چیخ و پکار پر بھوکا شیر جنگل سے نمودار ہوا۔ جوان بھی مقابلے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ وہ بکرے کی اگلی جانب کھڑا ہو گیا۔ شیر بڑے غصے میں اس پر حملہ آور ہوا۔ نوجوان نے شیر کی دونوں اگلی ٹانگیں پکڑ لیں اور خود پیٹھ کے بل لیٹ گیا اور اپنے پاؤں شیر کے پیٹ پر رکھ کر زور سے جھٹکا دیا۔ شیر کو اپنی پچھلی جانب اوندھے منہ جھٹک دیا۔ شیر کی انتڑیاں پیٹ سے باہر آ گئیں اور تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔ تحقیق پر پتہ چلا کہ اس نوجوان فہیم گل خان نے اپنے جوتوں کے تلوں میں تیز دھار میخیں گاڑی ہوئی تھیں۔ گویا جرات کے ساتھ حاضر دماغی یعنی عقل مندی کی ضرورت ہے۔ حاضری دماغی انسان

Marfat.com

کو ناگہانی صورت حال سے بخوبی بچا سکتی ہے۔

امسال (2004ء) ملک کے تمام بڑے اخبارات میں یہ خبر چھپی کہ چند اشخاص کو شمالی علاقوں کے ایک جنگل میں شیر نے گھیر لیا۔ یہ تینوں اشخاص خالی ہاتھ اور شیر کے سامنے بے بس تھے۔ ان میں ایک شخص حاضر دماغ تھا شیر اسی شخص پر سب سے پہلے جھپٹا اس شخص نے اپنا پورا باز و حملہ آور شیر کے منہ میں حلق تک دھنسا دیا۔ نتیجہ شیر کی سانس منقطع ہوگئی اور وہ موقع پر ہی مرگیا۔ اس نوجوان نے آسانی سے شیر کے منہ سے اپنا باز و نکال لیا۔ یہ حاضر دماغی کے ساتھ خود اعتمادی کا لازوال مظاہرہ تھا۔

حاضر دماغی ایک زبردست کارآمد فن ہے جو انسان کو اچانک افتاد کی صورت میں مشکل سے بآسانی نکال سکتا ہے۔ انسان کو جس حالت میں بھی ہو اور جہاں بھی ہو حالات پر کڑی نظر رکھنی چاہئے ایسی صورت میں انسان کو بوکھلاہٹ کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ حوصلہ مندی سے کام لینا چاہئے۔ تیتر ایک چھوٹا سا جنگلی پرندہ ہے۔ جب کوئی شکاری اس کے بچوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو پریشان نہیں ہوتا بلکہ زمین پر گر کر پھڑ پھڑانے لگتا ہے تاکہ حملہ آور شکاری مغالطہ میں یہ سمجھے کہ تیتر زخمی ہے اور وہ اس کی طرف لپکے اور مادہ تیتر بچوں کو اس وقفہ غلط فہمی میں شکاری کی پہنچ سے دور محفوظ مقام پر لے جائے۔

غیر حاضر دماغ دنیا کی رنگینیوں سے محروم رہتا ہے حالانکہ آپ کے اردگرد ایک خوبصورت کائنات ہے۔ غیر حاضر دماغی دو طرح کی ہوتی ہے ایک جز وقتی جو خطرناک ہے۔ دوسری مستقل جو دردناک ہے۔ اور نقصان دہ بھی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ انسان جسمانی طور پر کہیں ہو اور ذہنی طور پر کہیں اور خیالات کی دنیا سے باہر آئیے اور حالات حاضرہ پر نگاہ رکھیئے۔ دل چھوٹا نہ کیجئے ہمت حوصلہ اور چابک دستی سے حالات کا مقابلہ کیجئے بوکھلاہٹ اور پریشانی کسی مسئلے کا حل نہیں۔

Marfat.com

لگن

دنیا میں وہی لوگ زندہ وتابندہ ہیں جن کو کچھ کرنے کی لگن ہے اور جنون ہے۔ اہل جنوں کو اپنے مشن کے سوا کسی اور چیز کی ہرگز پرواہ نہیں ہوتی۔ انہیں تو اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ بس ان کے سامنے صرف ایک بات ہوتی ہے کہ وہ اپنا مشن مکمل کر جائیں مشہور یونانی ماہر ریاضیات ارشمیدس کا شمار بھی ان اہل جنوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے مشن کے لئے جان قربان کر دی۔ رومی فوجوں نے جب سائرہ کیوز کا شہر فتح کر لیا تو قتل و غارت کی غرض سے رومی سپاہی شہر میں ادھر ادھر پھیل گئے۔ اسی دوران رومی فوج کے جرنیل مرسلیس نے ماہر ریاضیات ارشمیدس سے ملاقات کرنی چاہی ایک سپاہی کو بلانے کے لئے بھیجا۔ سپاہی جب ارشمیدس کے گھر پہنچا تو اس نے دیکھا ارشمیدس زمین پر جیومیٹری کی کچھ شکلیں بنا کر انہیں حل کرنے میں مصروف تھا۔ اسے سپاہی کی آمد کا قطعاً علم نہ ہوا وہ اپنے کام میں مگن تھا اسی حالت میں سپاہی نے اسے آن دبوچا ارشمیدس نے اس دوران کہا "ذرا اس شکل سے ہٹ کر کھڑے رہو اور مجھے قتل کرنے سے قبل یہ دائرہ مکمل کر لینے دو"۔

دور حاضر کی سائنسی ترقی، طرح طرح کی ایجادات اور ہائی ٹیک جس سے دنیا بہرہ ور ہو رہی ہے ارشمیدس جیسے اہل جنوں کی لگن غور وفکر انتھک محنت اور ارتکاز توجہ کا نتیجہ ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ توانائی ودیعت کر رکھی ہے انسان اگر ان توانائیوں کا بہتر انداز اور مثبت مقاصد کے لئے استعمال کرے اور ان توانائیوں کو انسانیت کی فوز وفلاح اور بہتری کے لئے بروئے کار لائے تو یہ دنیا جنت کا عملی نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ کچھ لوگوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنی ہستیوں کو مٹا کر عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں کسی عظیم مقصد اور مشن کے لئے وقف کر دیں۔ اس طرح ان میں سے کسی نے ریڈیو ایجاد کیا تو کسی نے ٹیلیویژن، کسی نے بلب ایجاد کر کے اندھیروں کو روشنی میں بدل ڈالا۔ کسی نے ہوائی جہاز بنا کر فضاؤں کو تسخیر کر ڈالا تو کسی نے کمپیوٹر بنا کر دنیا میں

Marfat.com

انقلاب برپا کر دیا۔ انسان نے ایٹم پر توجہ مرکوز کر کے ایٹمی توانائی کا دروازہ کھول دیا۔ زراعت، صحت، انڈسٹری اور دفاع کے شعبہ میں حیرت انگیز ترقی کر ڈالی۔ ان ایجادات اور ہائی ٹیکنالوجی نے فاصلے مٹا دیئے ہیں۔ دنیا کو گلوبل ویلیج بنا دیا ہے۔ اجرام فلکی کی مہم کا سلسلہ چل نکلا۔ یہ سب کچھ توجہ کے ارتکاز کا مرہونِ منت ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس کے بغیر کوئی شخص سوئی میں دھاگہ نہیں ڈال سکتا۔ توجہ کے ارتکاز کا مطلب کسی کام کے لئے سوچ کے تمام زاویوں اور توانائی کے تمام دہانوں کا رخ ایک جانب کر لینا ہے۔ یہ بہت مشکل کام ہے لیکن جب یہ ہو جاتا ہے تو سب کچھ ممکن ہو جاتا ہے۔ لگن، غور و فکر اور ارتکازِ توجہ ایسا عمل ہے جس کے ذریعے انسانی توانائی خلا میں موجود توانائی کی لہروں کے بردوش ذاتِ الٰہی تک براہ راست رابطہ کر لیتی ہے۔ اسرار و رموز کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ حقائق کا کشف ہوتا چلا جاتا ہے۔ انسان جو چاہے آنکھ جھپکنے سے پہلے ہو جاتا ہے جیسا کہ آصف برخیا نے ملکہ سبا بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ لیکن اس کے لئے اولین شرط اللہ کا بندہ بننا ہے۔

Marfat.com

وہ ایک چٹان تھا

مجاہدِ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1187ء میں شیطان صلیبیوں کے ٹڈی دل لشکر کو شکست دیکر بیت المقدس پر قبضہ کر کے ہلالی پرچم لہرادیا تو یورپ میں صف ماتم بچھ گئی۔ عیسائی پادری اور راہب سیاہ لباس پہن کر اقصائے یورپ میں پھیل گئے۔ یورپ کے چھوٹے بڑے حکمران مسلمانوں کو مٹانے کے لئے متحد ہو گئے۔ فرانس کے شاہ فلپ آگسٹس، جرمنی کے شہنشاہ فیڈرک بار بروسہ اور انگلستان کے بادشاہ رچرڈ المعروف رچرڈ شیر دل نے بہ نفس نفیس اس جنگ میں حصہ لیا۔

شیاطین کی یہ متحدہ فوج شہر پر شہر فتح کرتی ہوئی طوفان کی مانند ہر چیز کو تہہ و بالا کرتی ہوئی عکہ پر حملہ آور ہوئی۔ دو سال کے محاصرے سے تنگ آ کر اہل عکہ نے صلح کر لی لیکن رچرڈ نے صلح نامہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا پھر عسقلان کے راستے بیت المقدس کی طرف یہ شیطانی لشکر بڑھا۔ شیر اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی مجاہدین کی مختصر سی تعداد کے ساتھ دشمن کے استقبال کے لئے آگے بڑھا یورپ کے متحد شیطانی لشکر کا بڑی جواں مردی اور بے جگری سے مقابلہ کیا۔ ہیبت سلطانی نے دشمن کے حوصلے پست کر دیئے شاہ جرمنی دریا پار کرتے ہوئے ڈوب کر مر گیا تو اس کی فوج پلٹ گئی۔ دورانِ جنگ شاہِ فرانس اور شاہ انگلستان بیمار پڑ گئے تو سلطان نے ان کے لئے مفرح مشروبات اور ادویات بھجوائیں اور تادم صحت یابی یہ سلسلہ جاری رہا۔

شدید ترین لڑائی کے دوران سلطان صلاح الدین ایوبی کا آمنا سامنا رچرڈ سے ہو گیا۔ سلطان شیر کی مانند رچرڈ پر جھپٹا اور اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ رچرڈ کے گرتے ہی اس کا گھوڑا بھی بری طرح زخمی ہو کر گر پڑا۔ رچرڈ نے پیدل لڑنا شروع کر دیا۔ سلطان نے اپنے اصطبل سے تازہ دم گھوڑا منگوایا اور اپنے دشمن کو پیش کیا۔ سلطان اگر چاہتا تو گرے ہوئے رچرڈ کا آسانی سے خاتمہ کر سکتا تھا لیکن سلطان ایوبی نے گرے ہوئے دشمن پر وار

Marfat.com

کرنا مناسب نہ سمجھا۔ رچرڈ سلطان کی اعلیٰ ظرفی پر حیران ہوا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے رچرڈ سے کہا۔ آؤ اب جنگ کریں رچرڈ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ یہ کیسا دشمن ہے۔ جو اپنے مدمقابل پر مہربانیاں بھی کرتا ہے اور پھر اسے لڑائی کا چیلنج بھی دیتا ہے۔

سلطان ایوبی کا گرے ہوئے رچرڈ پر وار کر کے اسے ختم نہ کرنے کا مقصد عاقبت نا اندیشی یا جنگی حکمت عملی ہرگز نہ تھی۔ دراصل سالہا سال کی جہد مسلسل نے سلطان میں اتنی خوداعتماد پیدا کر دی تھی کہ وہ اچھی طرح آگاہ تھا کہ اس کا دشمن کسی طرح بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ طاقتور اور پر اعتماد حملہ آور شب خون سے گریز کرتے ہیں۔ وہ صرف چیلنج دینا اور چیلنج قبول کرنا جانتے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ لوگوں کو چیلنج نہیں کرتے۔ وہ طاقت کے حصول میں مسلسل لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس قدر طاقت ور ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے گرے ہوئے دشمن پر وار کرنا اپنی جرات کی توہین سمجھتے ہیں وہ ایسی چٹان بن جاتے ہیں کہ ان سے ٹکرانے والے پتھر خود ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں سلطان صلاح الدین ایوبی بھی ایک ایسی ہی چٹان تھا جس سے ٹکرا کر صلبی لشکر ریزہ ریزہ ہو گئے۔

Marfat.com

مجاہد کمانڈر عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ

شمالی افریقہ کے علاقہ میں دورِ خلافتِ راشدہ میں مسلمان کی پیش قدمی شروع ہو چکی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں متعدد علاقے زیرنگیں ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں بھی عساکر اسلام کی پیش قدمی برابر جاری رہی۔ مسلم کمانڈروں نے بہت سے علاقے فتح کر لئے۔ شمالی افریقہ کے لوگ بڑے ہی سرکش واقع ہوئے تھے بربر امن ناآشنا لوگ تھے۔ جب بھی انہیں موقع ملتا بغاوت کر دیتے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بغاوتوں کو ختم کرنے اور ان کی سرکشی کو کچلنے کے لئے مشہور زمانہ کمانڈر عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کو شمالی افریقہ کی ولایت پر مامور کیا۔ یہ ان سالاروں میں سے تھے جنہوں نے کبھی دشت و جبل یا دریا و صحرا کو اپنے راستے میں حائل نہ ہونے دیا بلکہ عقبہ تو ایسے جری و جواں مرد سالار تھے جن کو سمندروں کی بھی پرواہ نہ تھی۔ عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے ہمراہ شمالی افریقہ میں جب پہنچے تو انہوں نے لشکر اسلام کی قیام گاہ اور دارالحکومت کے لئے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں حد نگاہ تک جنگل ہی جنگل تھا۔ مجاہد کمانڈر نے جنگلی حیات جن میں حشرات الارض درند اور چرند شامل تھے کو حکم دیا کہ ہم اس جنگل کو مجاہدین اسلام کا مستقر بنانا چاہتے ہیں اس لئے مجاہدین اسلام کی خاطر یہ جگہ چھوڑ دو اور کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ کہا جاتا ہے کہ اس نیک دل مجاہد کمانڈر کے کہنے پر جنگلی حیات نے جنگل خالی کر دیا اور اگلے ہی روز لوگوں نے عجب منظر دیکھا کہ جنگل کے جانور اپنے بچوں کو اٹھائے نقل مکانی کر رہے تھے۔ عقبہ نے جنگل کٹوا کر یہاں قیروان کا شہر آباد کیا اور مسلمان مجاہدین کے لئے چھاؤنی بھی تعمیر کروائی اور سپاہ اسلام کو یہاں ٹھہرایا اور پھر بربروں کو اطاعت گزار بنایا۔ اس کے بعد راہ جہاد پر نکل کھڑے ہوئے۔ طرابلس، تیونس اور الجزائر کے علاقہ جات کو دوبارہ تسخیر کیا۔ سرکشوں اور باغیوں کو کچل ڈالا۔ 57ھ میں وہ بربروں کا تعاقب کرتے ہوئے بحر اوقیانوس کے ساحل تک جا پہنچے۔ پھر آسمان نے

Marfat.com

ایک اور عجیب منظر دیکھا جب جذبہ جہاد سے سرشار اس عظیم مسلم جرنیل نے خطرات کی پرواہ کئے بغیر اپنا گھوڑا بحر ظلمات میں ڈال دیا۔ اور ان کی اطاعت وتقلید میں عساکر اسلام کے ہر مجاہد نے بھی اپنے اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دیئے۔ یہ ایک قابل دید جذبہ اطاعت وفرمانبرداری تھا جسے قبل ازیں کسی نے نہ دیکھا تھا۔ جب حد نگاہ پانی کے سوا کچھ نظر نہ آیا تو اس عظیم جرنیل نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا'' اے اللہ! اگر یہ بحر بیکراں میری راہ میں حائل نہ ہوتا تو میں تیرا دین پھیلاتا ہوا اور تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا دنیا کے آخری کنارے تک پہنچ جاتا۔ ان ہی عظیم لوگوں کے دم قدم کی بدولت کفر سرنگوں ہوا اور اسلام کا جھنڈا افریقہ کے دشت وجبال اور صحراؤں میں لہرانے لگا اور آج بھی لہراتا نظر آتا ہے لیکن جہاں تک امت مسلم کے آج کے جرنیلوں، بادشاہوں اور آمروں کا حال ہے وہ کفر کے سامنے لیٹ جانے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

ہر چیز کا ایک ہی بھاؤ

ایک پیر صاحب اپنے جلو میں دو مرید لئے محوِ سفر تھے۔ چلتے چلتے تینوں ہی ایک نئے ملک میں پہنچے جہاں ہر چیز ایک ہی بھاؤ اور ریٹ پر ملتی تھی۔ پیر کے دونوں مرید بہت خوش ہوئے کہ یہ کتنا اچھا ملک ہے جہاں ہر چیز ایک ہی بھاؤ بکتی ہے۔ پیر صاحب نے انہیں بہت سمجھایا کہ چلو یہ ملک چھوڑ چلو۔ ایسے ملک میں رہنا مناسب نہیں جہاں اچھی بری چیز کا ایک ہی بھاؤ ہو۔ لیکن مرید پیر صاحب کی بات ماننے پر آمادہ نہ ہوئے۔ وہ اسی ملک میں مستقل قیام پر مصر رہے اور کہا کہ بھلا وہ ملک کیوں چھوڑیں جہاں کھری کھوٹی اشیاء کا ایک ہی ریٹ ہو۔ مجبوراً پیر صاحب نے اپنے مریدوں کے ساتھ اس ملک میں قیام کر ہی لیا۔

دن گزرتے گئے۔ دونوں مرید اچھا کھاتے پیتے اور خوب مزے اڑاتے۔ چند ہی دنوں میں ان کی حالت بدل گئی۔ خوب مزے لوٹے فکر فردا سے بے نیاز بے فکر مرید خوب فربہ بدن ہو گئے۔ وہ شاداں و فرحاں زندگی گزار رہے تھے اس ملک میں ایک قاتل کو حکومت نے گرفتار کر رکھا تھا۔ ملک کی عدالت میں اس پر مقدمہ چل رہا تھا۔ مقدمہ کی کاروائی کے تمام مراحل پورے ہو چکے تو جج نے قاتل کو سزا موت کا حکم سنا دیا۔ عدالت نے قاتل کو پھانسی پر لٹکانے کی تاریخ کا بھی فیصلہ دے دیا۔ جیل کے کارندے وقت مقررہ پر قاتل کو پھانسی دینے کے لئے اس کی کوٹھڑی میں پہنچ گئے اور اسے تختہ دھار پر لا کھڑا کیا۔ اس کے گلے میں پھندا ڈالا لیکن پھندا گردن کے مطابق فٹ نہ آیا۔ وہ بہت پریشان تھے۔ انہوں نے حکام سے رجوع کیا اور سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ عدالت نے حکم صادر فرمایا کہ ایسے شخص کو تلاش کیا جائے جس کی گردن پھندے میں فٹ ہو۔ سرکاری کارندے تلاش کرتے ہوئے ان بے فکر مریدوں تک پہنچ گئے۔ ان کی گردنوں کا جائزہ لیا گیا تو دونوں کی گردنیں پھندے کے مطابق فٹ تھیں۔ ان مریدوں کو حکم سنایا گیا کہ ان کو پھانسی لٹکایا جائے گا کیوں

Marfat.com

کہ صرف ان ہی کی گردن پھندے میں پوری آتی ہے۔ وہ بہت پریشان تھے کہ انہیں بغیر کسی جرم کے پھانسی کے پھندے میں دیکر موت کے منہ میں دھکیلا جارہا ہے۔ لیکن مرتے کیا نہ کرتے ملک کا قانون اور سرکار کا حکم تھا۔ دونوں اپنے پیر صاحب کے پاؤں میں گر کر رونے لگے۔ اب پیر صاحب بھی ملکی قانون کے سامنے بے بس تھے۔ پیر صاحب نے ان کو بتایا کہ میں نے انہیں روز اول ہی سمجھایا تھا کہ ایسے ملک میں نہیں رہنا چاہئے جہاں ہر چیز ایک ہی ریٹ پر بکتی ہو لیکن آپ نہیں مانے۔ سرکاری کارندے ان دونوں کو پکڑ کر لے گئے اور ملکی قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائی گئی۔ بے چارہ پیر اپنے مریدوں کی کوئی مدد نہ کر سکا۔

Marfat.com

موت بھی جن سے ڈرتی تھی

عالم اسلام کا ایک نامور اور شہرہ آفاق جرنیل طارق بن زیاد حاکم افریقہ موسیٰ بن نصیر کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس کا تعلق بربر قبیلہ سے تھا۔ موسیٰ بن نصیر نے اسے طنجہ کا گورنر مقرر کیا۔ 92ھ میں وہ موسیٰ بن نصیر کے حکم پر 12 میل چوڑی آبنائے کو کشتیوں کے ذریعے عبور کر کے سرزمین اندلس میں جرالٹر کی پہاڑی پر اترا۔ اس کے پاس صرف سات ہزار مجاہدین کا لشکر تھا۔ گو کہ طارق بن زیاد اور اس کے مجاہدین کے لئے یہ جگہ اجنبی تھی لیکن طارق بن زیاد کے چہرے پر خوف اور پریشانی کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔ اگرچہ طارق بن زیاد اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے مدمقابل کے پاس جدید اسلحہ سے لیس ایک کثیر فوج ہے جس کے پاس وسائل کی بھی کمی نہیں۔ پھر ملک بھی ان کا اپنا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اسے کچھ پروا نہ تھی۔ آنے والے خطرناک حالات سے وہ قطعاً خوفزدہ نہ تھا۔ جب حاکم اندلس راڈرک ایک لاکھ سے زائد مسلح افواج کے ساتھ طارق بن زیاد کے مجاہدین کی مختصری جماعت کو للکارنے لگا تو وہ پھر بھی ہرگز نہ گھبرایا۔ اور کسی نے اس کے چہرے پر خوف وبیم کے آثار نہ دیکھے تاہم اس کی سپاہ کے چہرے قدرے مرجھائے ہوئے تھے۔ شاید اس کی وجہ ان کی قلیل تعداد، وطن سے دوری یا پھر جدید ساز وسامان سے لیس دشمن کی کثیر فوج تھی۔

طارق بن زیاد جو کہ تجربہ کار جرنیل تھا، اپنی سپاہ کے احساسات کو فوراً بھانپ گیا۔ ایک پرعزم اور پراعتماد جرنیل کی عقابی نگاہوں نے اپنے دشمن کی بزدلی اور موت کے خوف سے پائی جانے والی بےچینی کا خوب جائزہ لے لیا تھا۔ اس نے اپنی مختصری سپاہ کی کشتیوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا تاکہ کسی مجاہد کے دل میں واپسی کا خیال پیدا نہ ہو۔ اس کے بعد اس نے مجاہدین کے سامنے ایک شعلہ بار تقریر کی اور ان پر واضح کر دیا کہ ہم واپس جانے کے لئے ہرگز نہیں آئے بلکہ یہ ملک اب ان کا اپنا ہوگا۔ اس نے کہا کہ

Marfat.com

ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است (ہر ملک ان کا اپنا ملک ہے کیوں کہ ان کے خدا کی ملکیت ہے)۔

اس کے بعد دریائے گواڈلیٹ کے کنارے مجاہدین اسلام اور دشمن کے ٹڈی دل لشکر کے درمیان قیامت خیز جنگ شروع ہوگئی۔ بظاہر دونوں افواج میں کوئی تناسب نہ تھا دشمن کو تعداد اور ساز و سامان میں مجاہدین پر برتری حاصل تھی لیکن دشمن بزدل تھا۔ ان میں اتحاد و اتفاق بالکل نہ تھا۔ آغازِ جنگ میں ہی جذبہ جہاد سے سرشار مجاہدین دشمن پر برق اجل بن کر ٹوٹ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے کشتے کے پشتے لگا دیئے۔ ایک مغربی مفکر نے یوں کہا "میں نے دیکھا کہ وہ میدان جنگ میں موت کو تلاش کرتے پھرتے تھے لیکن موت بھی ان سے بھاگتی پھرتی تھی"۔

راڈرک کی فوج کچھ کٹ گئی اور کچھ دریا میں ڈوب کر ہلاک ہوگئی۔ خود راڈرک دریا میں ڈوب کر مر گیا اور اس کی لاش تک نہ ملی۔ باقی ماندہ فوج نے بھاگ کر جان بچائی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ بکھری بکھری زلفوں والے میدان جنگ میں سپینی فوج کے پیچھے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے پیچھے شیر بھاگتا ہے جرمنی کے بسمارک (BISMARK) نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"مجھے دس ہزار مسلمان دیں میں دنیا فتح کرلوں گا"۔

ایک پرعزم اور خود اعتماد کمانڈر اور مجاہدین کی مختصر سی فوج نے افریقہ سے نکل کر اندلس پرتگال اور نصف فرانس پر قبضہ کرلیا اور اسلامی سلطنت ایشیاء افریقہ اور یورپ کے بڑے حصے تک پھیل گئی۔ مگر آج وہ عزم مسلمانوں میں ناپید ہے۔

انسان اس دنیا کا سب سے بڑا اداکار ہے جو اعتماد اور جرات سے اداکاری کرجاتا ہے لوگ اسے خراج تحسین پیش کرتے ہیں لیکن جس کی ٹانگیں اسٹیج پر کانپ رہی ہوں داد کی بجائے ہوٹنگ اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

عالمِ اسلام کے اس عظیم جرنیل طارق بن زیاد کے اس عظیم کارنامے پر اسے خراج

Marfat.com

تحسین نہیں دیا گیا بلکہ وہ الٹا سلیمان بن عبدالملک کے عتاب کا نشانہ بنا۔ اس گوہر قابل کی بادشاہ وقت نے ناقدری بھی کی اور تحقیر بھی آخری عمر میں اس عظیم جرنیل جسے یورپ کی تسخیر کا سہرا سجانے کا شرف حاصل ہے بازاروں میں لوگوں سے بھیک مانگتے دیکھا گیا اور کسمپرسی کی حالت میں گمنامی کی موت مر گیا۔

گوہرِ قابل کی ناقدری کرنے والے حکمران اور اقوام کے حصہ میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں آتا۔ افسوس کہ ہم نے تاریخ سے سبق نہیں سیکھا۔ آج بھی ہم ذاتی مفادات کے لئے تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے روش کہن پر گامزن ہیں ہم نے تاریخ سے سبق سیکھنے کی بجائے الٹا تاریخ کا مذاق اڑایا ہے۔ افسوس کہ ہم آج بھی اپنے محسنوں اور ہیروز سے سلیمان بن عبدالملک کی طرح قدر ناشناسی کی راہ پر چل رہے ہیں۔ کتنے گوہر قابل ہیں جن کو ہم نے اپنی ذاتی مفادات کی خاطر خاک میں رلا دیا ہے۔ اگر ہم ذاتی مفادات کی بجائے گوہر شناس اور ان کے قدردان ہوتے تو ملک پاکستان ایک انتہائی ترقی یافتہ ملک بن چکا ہوتا۔

Marfat.com

ڈاکو کا بیٹا ڈاکو

کسی ملک میں ڈاکوؤں کے ایک خطرناک گروہ نے ایک پہاڑی کو مسکن بنا کر قرب و جوار کے علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ علاقے کے لوگ ان سے تنگ آ چکے تھے۔ معاملہ بادشاہ تک پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اپنے جاسوسوں کو حکم دے دیا کہ ڈاکوؤں کے مسکن اور ان کی نقل و حرکت سے متعلق پوری پوری معلومات فراہم کی جائیں۔ جاسوسوں نے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کو مکمل معلومات سے آگاہ کر دیا۔ ڈاکو عموماً شام کے بعد اپنی قیام گاہ سے لوٹ مار کے لئے نکلتے تھے اور رات گئے واپس آتے تھے۔ بادشاہ نے ڈاکوؤں کے قیام گاہ چھوڑنے کے بعد ان کی عدم موجودگی میں پولیس کے کمانڈوز کمین گاہوں میں چھپا دیئے۔ رات گئے ڈاکو لوٹ مار کر کے اپنی پہاڑی قیام گاہ میں واپس لوٹے۔ وہ کافی تھکے ہوئے تھے چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد سب کے سب ڈاکوؤں کو گہری نیند نے دبوچ لیا۔ پولیس کمانڈوز اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور سب ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا اور صبح بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ڈاکوؤں کے اس گروہ میں ایک ڈاکو کے ہمراہ اس کا نوعمر بیٹا بھی گرفتار ہوا تھا بادشاہ نے ان سب کو قتل کی سزا کا حکم سنایا۔ بادشاہ کے وزیر کو اس نوخیز لڑکے پر رحم آ گیا۔ وزیر نے بادشاہ سے درخواست کی کہ جہاں پناہ! اس نوعمر لڑکے نے ابھی تک جوانی کا رس نہیں چکھا۔ اگر اس کو معاف کر دیا جائے تو میں اپنی نگرانی میں اس کی تربیت کا بندوبست کروں گا۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہ سدھر جائے گا اور ایک اچھا انسان بن جائے گا۔ بادشاہ نے وزیر کو سمجھایا کہ یہ حکمت کے خلاف ہے۔ وزیر کے اصرار پر بادشاہ نے اس نوخیز لڑکے کو معاف کر دیا۔ وزیر نے اس کی تربیت پر آدمی مقرر کر دیئے۔ اسے شاہی آداب سکھائے گئے بظاہر لڑکے میں کافی سدھار آ گیا۔ وزیر نے اس لڑکے کو بادشاہ کے حضور پیش کیا لڑکا آداب بجا لایا۔ وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آپ نے دیکھا کہ تربیت نے اپنا رنگ

Marfat.com

خوب دکھایا ہے۔ بادشاہ نے سنی ان سنی کر دی بادشاہ جانتا تھا کہ ناکارہ اور نکمے لوہے سے بسیار کوشش کے باوجود اچھی تلوار نہیں بنائی جا سکتی اور ایک کمینہ خصلت باپ کے بیٹے کی لاکھ تربیت کے باوجود اصلاح ناممکن ہے۔ بادشاہ کو یقین تھا کہ اس نوعمر لڑکے پر باپ کا رنگ ایک نہ ایک دن ضرور غالب آئے گا۔

وقت گزرتا گیا نوعمر لڑکے کی تربیت جاری رہی۔ اسی اثناء میں اس نے ڈاکوؤں سے راہ و رسم اور تعلقات پیدا کر لئے۔ ایک شب اس نے اپنے محسن وزیر کو قتل کر ڈالا اور بھاگ کر اسی پہاڑی پر جا بیٹھا جہاں اس کا باپ سکونت پذیر تھا۔ اس نے ڈاکوؤں کا گروہ اپنے گرد جمع کر کے لوٹ مار کا پیشہ اپنا لیا۔ بادشاہ نے سنا تو اسے بہت افسوس ہوا۔ اس نے کہا کہ کاش وزیر کو معلوم ہوتا کہ سانپ کا مار ڈالنا اور اس کے بچے کو چھوڑ دینے کا نتیجہ خطرناک ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہمت نہ ہارنا

ایک دفعہ ایک شخص کو جنگل سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے ایک لومڑی کو دیکھا جس کی ٹانگیں نہ تھیں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کھاتی کہاں سے ہو گی؟ وہ اسی سوچ و بچار میں تھا کہ ایک شیر کہیں سے آ نکلا جو منہ میں شکار اٹھائے ہوئے تھا۔ شیر نے شکار سیر ہو کر کھایا اور کچھ بچا رہا جسے چھوڑ کر وہ چلا گیا۔ اپاہج لومڑی شیر کے چلے جانے کے بعد گھسٹتی ہوئی بچے کھچے شکار کے پاس پہنچی اور اس نے شیر کے چھوڑے ہوئے شکار سے پیٹ بھر لیا۔ اس شخص نے یہ منظر دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اس اپاہج لومڑی کو رزق دینے پر قادر ہے جو چل بھی نہیں سکتی تو اسے کیونکر رزق سے محروم رکھے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے بھی رزق عطا کرے گا۔ وہ اسی ادھیڑ پن میں گھر پہنچا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کام پر ہرگز نہیں جائے گا۔ دیکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کس طرح اسے رزق پہنچاتا ہے۔ اس نے کمرے کا دروزاہ بند کر لیا اور رزق کے انتظار میں کئی روز تک بیٹھا رہا لیکن اسے بیٹھے بٹھائے نہ رزق ملنا تھا اور نہ ہی ملا۔ کئی دنوں کی فاقہ کشی نے اسے اس قدر نڈھال کر دیا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ رہا لیکن اس نے پختہ عزم کر رکھا تھا کہ وہ اس جگہ سے ہرگز نہیں اٹھے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے رزق نہیں بھیجتا وہ دن بدن اور کمزور ہوتا چلا گیا اور سوکھ کر کانٹا بن گیا۔

ایک روز وہ اسی حالت میں پڑا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ تو لومڑی کی طرح بے دست و پا اور اپاہج نہیں کہ تجھے بیٹھے بیٹھائے رزق دیا جائے۔ تو نے صحت مند اور جواں مرد ہوتے ہوئے اپاہج لومڑی بننے کا غلط فیصلہ کیا۔ اٹھ اور اس شیر کی مانند اپنی ہمت سے اپنا رزق کما۔ شیر کی طرح خود بھی کھا اور اپنی کمائی سے دوسرے کمزور لوگوں کو بھی رزق مہیا کر جو کما نہیں سکتے۔ تب اس شخص کو خیال آیا کہ واقعی وہ اپنگ تو ہے نہیں کہ اپاہج لومڑی کی طرح دوسروں کے بچے کھچے پر گزارہ کرے۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ آج کے بعد وہ اس شیر کی طرح

Marfat.com

خود کمائے گا اور اس سے خود بھی کھائے گا اور دوسرے لوگوں کی مدد بھی کرے گا۔

بعض لوگ کتنے غلط فیصلے کر لیتے ہیں اور جان بوجھ کر اپنے آپ کو دوسروں پر خواہ مخواہ بوجھ بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خوبصورت جسم دیا ہے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے شعور عطا فرمایا ہے۔ اسے اپنے جسم کے ہر قوا کو بروئے کار لانا چاہئے خدانخواستہ کسی وجہ سے جسم کا کوئی حصہ ناکارہ بھی ہو تو باقی اجزائے جسمانی کو ناکارہ نہیں سمجھ لینا چاہئے بلکہ ان سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ دنیا میں کتنے لوگ ہوئے ہیں جو معذور ہوتے ہوئے بھی عزم و ہمت کے روشن مینار ہیں۔ ہیلن کیلر ایک معذور خاتون تھی جو کانوں سے بہری آنکھوں سے اندھی اور زبان سے گونگی تھی لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس نے باقی ماندہ اجزائے جسمانی کا بھرپور استعمال کیا۔

اس معذور مگر باہمت خاتون نے نہ صرف معذوروں بلکہ صحت مندوں کے لئے بھی اپنی زندگی کو ہمت واستقلال کی روشن شمع کے طور پر پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو اس قدر صلاحیتیں اور توانائیاں ودیعت کی ہیں کہ ان کا بیان ناممکن ہے عظیم مفکر برٹینڈرسل نے کہا تھا کہ ایک انسان کے اندر اس قدر توانائی ہے کہ اگر اس کو نیویارک پر پھینک دیا جائے تو وہ جل کر خاکستر ہو جائے۔

برینڈرسل نے تو ایک عام انسان کی بات کی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ مردِ مومن کی اک نگاہ سے سارا جہاں جل کر خاکستر ہو سکتا ہے۔ قلبِ مومن کی جواں حدت کا یہ عالم ہے اس سے آگ پر آبلے پڑ سکتے ہیں مومن کا قلب نورِ ایمانی کی آماجگاہ ہے جہاں امرِ ربی یعنی روح قیام پذیر ہوتی ہے۔ مومن کی آنکھ اللہ تعالیٰ کا نور ہوتا ہے۔ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ سید البشر ﷺ معراج کی شب جس براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر کو روانہ ہوئے وہ بذاتِ خود بجلیوں کا مجموعہ تھا جو تا حال تحقیق طلب ہے لیکن اس براق پر سوار ہونے والی ہستی کے نور کا سوائے خالقِ کائنات کے کسے علم ہے جو ان حدود سے آگے نکل گئے جس مقام پر نوریوں کی طاقت بھی جواب دے گئی تھی یہ موضوع بہت طویل ہے اور مشکل بھی اسے یہیں

Marfat.com

پہ ختم کیا جاتا ہے۔

انسان اس توانائی کو جب ایک طرف مرکوز کرے تو جو چاہے سرانجام دے سکتا ہے اس عمل کا نام توجہ کا ارتکاز ہے۔ یعنی Concentration ارتکاز توجہ دراصل کسی کام یا بات پر غور کرنے کی اس کیفیت کا نام ہے جب انسان اپنی تمام جسمانی توانائی اور طاقت کو دماغ کے تابع کر دیتا ہے۔ اس حالت میں وہ اپنی ذات کی نفی کر چکا ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال حالتِ مراقبہ ہے جب ایک انسان اپنی ذات کی نفی کر کے اپنی تمام توجہ ذات الٰہی پر مرکوز کر چکا ہوتا ہے اس وقت اس کا تعلق واسطہ اور ناطہ خدا کی بے کراں توانائیوں سے جڑ جاتا ہے۔ اور اس انسان کی توانائی اس حالت میں خدا کی توانائیوں سے جڑ کر ان کا ایک حصہ بن جاتی ہے۔

موجودہ سائنسی ایجادات Consentration یعنی ارتکاز توجہ کا نتیجہ ہیں۔ جس بات یا کام کو لوگ ''انت کہتے ہیں اس کی تکمیل انسانی توجہ کے ارتکاز ہی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی بہت بڑا کام سرانجام پاتا ہے تو اس کے پیچھے انسانی توجہ کا ارتکاز کارفرما ہوتا ہے۔ ایک انسان نے کمپیوٹر بنا ڈالا۔ دوسرا ہے کہ اس کے پروگرام سیکھنے کے لئے سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ کسی نے پرندوں کو اڑتے دیکھا تو اسے اڑنے کا شوق ہوا، کسی نے اندھیروں کو روشنی میں بدلنا چاہا تو کسی کے دل میں دور کی آوازیں نزدیک سے سننے کی آرزو نے ہلچل مچا دی۔ کوئی دور کی چیزوں کا نزدیک سے مشاہدہ کرنا چاہتا ہے تو پھر رائٹ برادران نے جہاز، مارکونی کو ریڈیو، وائرڈ کو ٹیلیویژن اور ایڈیسن کو بلب بنانے کے لئے محنت کے ساتھ ساتھ جس چیز کی ضرورت ہے وہ توجہ کا ارتکاز ہے۔

انسان کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے انسان پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کی نظریں دوسروں کی طرف مدد کے لئے اٹھتی ہیں۔ مشورہ اچھی چیز ہے لیکن انسان اگر کچھ دیر کے لئے مسئلے کے حل پر غور و خوض کرنے لگے تو کسی نہ کسی رخ سے اس مسئلے کا حل ممکن ہو جاتا ہے بشرطیکہ مسئلہ کی اونچ نیچ کا جائزہ سائنسی طرز سے لیا جائے نہ کہ سطحی نوعیت کے سوچ و بچار

Marfat.com

سے کام لیا جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیش بہا توانائی سے نوازا ہے اور انسانی دماغ سے دنیا میں کوئی چیز طاقتور نہیں۔ لیکن محنت کے ساتھ ساتھ ارتکازِ توجہ سے اس کی کارکردگی بہتر نتائج برآمد کر سکتی ہے۔ ہمت و عزم صمیم، استقلال محنت غور و خوض اور ارتکازِ توجہ سے ناقابل یقین حد تک انسان کو کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔

آیئے عہد کریں کہ ہم ہمت نہیں ہاریں گے۔ خدا کی عطا کردہ توانائیوں کو اپنی اور دوسروں کی بہتری اور ترقی کے لئے بھرپور اور مثبت انداز میں استعمال کریں گے دوسروں پر بوجھ نہیں بنیں گے بلکہ دوسروں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ انسان کے جسم کا کوئی حصہ خدا نخواستہ اگر ناکارہ ہو جائے تو باقی صحت مند حصوں سے پوری طرح استفادہ کریں گے اور آگے ہی آگے بڑھتے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بے کار نہیں بنایا تو پھر ہم کیوں اسے بے کار سمجھیں توکل علی اللہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان ایک اپاج لومڑی کی بے بسی کو سامنے رکھ کر دروازہ بند کر کے توکل علی اللہ پر ہاتھ پاؤں توڑ کر اندر بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رزق کی فراہمی کا انتظار کرنے لگے اور اسی انتظار میں سوکھ کر کانٹا بن جائے اور چلنے پھرنے کی طاقت و ہمت سے بھی محروم ہو جائے۔ ہمتِ مرداں مددِ خدا پر یقین کو اپنے معمولات کا جزو لاینفک بنائے تب کامیاب و کامران ہوگا۔

Marfat.com

دیکھنا کہیں احساس نہ مرجائے

یہ اس وقت کی بات ہے جب سپین سے لیکر برصغیر میں بلوچستان تک اور ترکستان سے لیکر یمن یعنی ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے جنوبی حصے پر بنوامیہ کی حکومت قائم تھی۔ حجاز، یمن یمامہ، عراق اور تمام مشرقی صوبہ جات پر حجاج بن یوسف کو خلیفہ ولید بن عبدالملک نے گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ سری لنکا کی حکومت نے عرب تاجروں (جو سری لنکا میں آباد تھے اور وفات پا چکے تھے) کے بچے اور عورتوں کو ایک بحری جہاز پر سوار کر کے عرب روانہ کر دیا۔ دیبل کے قریب ایک ناخوشگوار واقع پیش آیا۔ جب یہ بحری جہاز دیبل کے مقام پر پہنچا تو سندھ کے بحری قزاقوں نے اس جہاز پر حملہ کر کے لوٹ لیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک عورت نے گورنر مشرقی بلاد حجاج بن یوسف کو پکار کر کہا۔ اے حجاج المدد، اے حجاج تو کہاں ہے؟ کسی مسافر نے یہ واقعہ حاکم عراق حجاج بن یوسف کو سنا دیا۔ حجاج بن یوسف یہ سنتے ہی تڑپ اٹھا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس وقت تک مسند حکومت پر نہیں بلکہ زمین پر بیٹھے گا جب تک اس عورت کی بے حرمتی کا بدلہ قزاقوں سے نہیں لے گا۔ اور قزاقوں کے سرغنہ داہر حاکم سندھ کو نشان عبرت نہیں بنا ڈالے گا۔ چنانچہ قزاقوں اور حاکم سندھ سے بدلہ لینے کے لئے اس نے فوراً ایک لشکر محمد بن قاسم کی کمانڈ میں سندھ روانہ کر دیا محمد بن قاسم نے حکومت سندھ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ راجہ داہر اور اس کی حکومت کا خاتمہ کر کے دیبل سے ملتان تک اسلامی حکومت قائم کر دی۔ اس طرح عرب عورتوں اور بچوں کی بے حرمتی کا بدلہ لے لیا۔ دشمن کو نشان عبرت بنا ڈالا۔

حجاج بن یوسف کے بارے میں تاریخ کی کتب میں تحریر ہے کہ وہ ایک سخت گیر، متشدد ظالم اور انتہائی سفاک حکمران تھا۔ اس کے ایک حکم سے تیس ہزار مرد و زن قتل کیے گئے اور اتنے ہی جیل خانوں میں بند تھے۔ اس نے اموی حکومت کے مخالفین کا نام و نشان مٹا ڈالا

Marfat.com

لیکن اس قدر سفاک ہونے کے باوجود حجاج بن یوسف کے اندر جذبہ غیرتِ ملی کا احساس زندہ تھا اور مرا نہیں تھا جیسا کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

انسان کچھ بھی بن جائے۔ حالات و واقعات اسے جس ڈگر پر بھی چلا دیں اور اسے کسی بھی مقام پر لا کھڑا کر دیں پھر بھی اس کا احساس غیرت مرنا نہیں چاہیے اگر کوئی معاشرہ یا قوم احساس جیسے جذبے سے محروم ہو جائے تو وہ معاشرہ یا قوم بظاہر تو زندہ ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت ایسی قوم یا معاشرہ انسانوں کا قبرستان ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں عبدالستار ایدھی، حکیم سعید، مدر ٹریسا اور انصار برنی جیسے لوگ نہ ہوں گے وہ قوم یا معاشرہ بڑا ہی بد نصیب ہوگا۔ وہ فلاح نہیں پا سکے گا۔

ہاں! ہاں! وہ قوم، وہ معاشرے کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتے جو مذہبی اور سماجی رسومات اور پروگراموں پر نوٹوں کی بارش کرتے ہوں مگر غریب مریض دوا خریدنے کی استطاعت نہ رکھنے کے باعث موت کے منہ میں چلے جائیں۔ چند سکوں کی عدم دستیابی کی بنا پر ڈاکٹر عبدالقدیر بننے والے طلباء سکول جانے کی بجائے ورکشاپوں فیکٹریوں میں دھکے کھانے پر مجبور ہوں اور جہاں جواں لڑکیاں والدین کی چوکھٹ پر بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو جائیں اس لئے کہ ان کے والدین ان کی شادی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ اور ہاں! جہاں بنگلوں اور کوٹھیوں میں رہنے والوں کے گھروں میں شراب و کباب کے دور چلیں مگر دوسری طرف ان کے پڑوس میں ایک غریب ماں خالی ہنڈیا چولہے پر رکھ کر اپنے بھوکے بچوں کو تھپکیاں دے کر سلاتی ہو۔ جس معاشرے میں کاروں اور ایئر کنڈیشن کوٹھیوں کے مکینوں اور امینوں کو فٹ پاتھوں پر سونے والوں کا احساس نہ ہو تو جان لیجئے وہ قوم یا معاشرہ مر چکا ہے۔

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ یوں ہے۔ پہلی جنگ عظیم جس میں اتحادی (انگلستان، روس، اٹلی، یونان وغیرہ) اور محوری (جاپان، جرمنی اور ترک) ایک دوسرے کے مدمقابل تھے، محوریوں کو شکست ہوئی۔ بدنام زمانہ معاہدہ سیورے کے تحت ترکوں کی آزادی سلب کر لی گئی۔ ترک فوج توڑ دی گئی۔ اتحادیوں نے ترکی کی سلطنت آپس میں بانٹ لی۔ ترک قوم

Marfat.com

کو بے دست و پا کر دیا گیا انگریزوں کی شہ پر یونانی فوجیں سمرنا میں داخل ہو گئیں۔ سمرنا میں مدتوں پہلے سے مقیم یونانیوں نے ترک آبادی کا بے دریغ قتل عام شروع کر دیا۔ ان کے گھروں کو جلا ڈالا اور ترکوں کی جائیدادیں تباہ کر دی گئیں۔ سورش اندرون ملک تک جا پہنچی۔ ترک قوم سخت ابتلا کا شکار ہو کر رہ گئی۔ انگریز چاہتے تھے کہ افراتفری اور گڑبڑ اس قدر شدت اختیار کر جائے کہ ترک اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیابی کے مطالبے کو بھول جائیں۔ اور انہیں اندرونی امن وامان کے قیام کی فکر دامن گیر ہو جائے ترک قوم پر یہ کڑا وقت تھا۔ قدرت کا کمال دیکھئے ایک شخص جس کا نام یورک علی ایفی بتایا جاتا ہے وہ ایک ڈاکو کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا۔ ترکوں کے یونانیوں کے ہاتھوں قتل پر اس کی رگ حمیت جاگ اٹھی۔ جذبہ غیرتِ ملی کے احساس نے اسے بے قرار کر دیا۔ اس نے پچاس آدمیوں کا ٹولہ تیار کیا اور یونانیوں سے ظلم کا بدلہ لینے کے لئے اپنی قوم کی مدد کے لئے چل پڑا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دریائے مندریس کو عبور کیا اور یونانی فوج پر اس قدر شدید حملہ کیا کہ پوری کی پوری یونانی فوج کا صفایا کر دیا

یورک علی ایفی اور اسکے ساتھیوں کے اس بہادرانہ کارنامے نے ترک عوام کے حوصلے بڑھا دیئے اور وہ دشمن کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے تحریکِ مزاحمت شروع کر دی اور یونانیوں کو مار مار کر سمندر میں دھکیل دیا اور یونانی فوج کے کمانڈر انچیف کو بھی گرفتار کر لیا اور ملک کا بڑا حصہ آزاد کرا لیا جو جدید ترکی سلطنت کی شکل میں آج دنیا کے نقشے پر موجود ہے۔ احساس ایک ایسا جذبہ ہے جو مردہ قوم کو زندہ کر دیتا ہے پھر دشمن کو جلا دیتا ہے۔ آج امت مسلمہ کو اسی جذبہ احساس کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

کم خوری ایک اچھی عادت

شاہِ عجم نے ایک طبیب حاذق کو آنحضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ سرزمین عرب میں کئی برس تک رہا لیکن کوئی شخص بھی اس کے پاس علاج معالجے کے لئے نہ آیا۔ وہ حکیم آنحضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اے شاہِ عرب ﷺ میرے آقا نے مجھے آپ ﷺ کے صحابہ کے علاج معالجہ کے لئے خاص طور پر بھیجا ہے لیکن طویل مدت میں کوئی بھی میری خدمات سے فائدہ اٹھانے نہیں آیا۔ رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا کہ اس قوم کی یہ عادت ہے کہ جب تک بھوک نہ لگے کچھ نہیں کھاتے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ حکیم نے کہا ان لوگوں کی تندرستی کا یہی راز ہے۔

اس کے بعد وہ رحمتِ عالمیان ﷺ سے اجازت لے کر اپنے وطن واپس لوٹ آیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کے بتائے ہوئے اصول آج بھی حکمت کے آئینہ دار ہیں اور انسان کی بہتری کے ضامن ہیں۔ حضور ﷺ کے بتائے اصولوں کی آج بھی پیروی کی جائے تو اس کے مفید اور بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں لیکن اسلام کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کی اکثریت آپ ﷺ کے ارشادات سے انحراف کی عادی ہے۔ بسیار خوری کچھ لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ ایسے لوگ نہ صرف معاشرے کے دشمن ہوتے ہیں بلکہ ان کی یہ عادت خود ان کے لئے اچھی نہیں اور وہ سماج کے دشمن ہی نہیں بلکہ اپنی جان کے بھی دشمن ہیں۔ یہ لوگ جتنا ملے جہاں سے ملے کھا جاتے ہیں یہ خود غرض لوگ دوسروں کا خیال بھی نہیں رکھتے۔ بیاہ شادی ہو یا کوئی مذہبی رسم یا دوستانہ ضیافت، خوشی کا موقع ہو یا مرگ کا اجتماع ہر ایسے موقع پر اناج کے یہ دشمن کھانے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے گدھ مردہ جانور پر۔ ان کو نہ ادابِ مجلس کا خیال ہوتا ہے اور نہ ہی معاشرت کا۔ ان کو تو اپنی جان کی پروا بھی نہیں ہوتی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں

Marfat.com

اور دوسروں کے لئے بھی باعث زحمت ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہندو سماج میں پنڈت لوگوں کو جب بیاہ شادی کے موقع پر دعوت دی جاتی ہے تو وہ جب کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو اپنے پیٹ پر کچا دھاگہ باندھ لیتے ہیں اور اس وقت تک کھاتے رہتے ہیں جب تک پیٹ پھول کر دھاگہ ٹوٹ نہیں جاتا اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر جان کے یہ دشمن دعوت پر بلانے والوں سے جگہ ٹیکس بھی وصول کرتے ہیں جسے وہ دانت گھسائی کہتے ہیں۔ ان کا مطالبہ بڑا ہی عجیب ہوتا ہے۔ کھانے سے فراغت کے بعد گھر والوں سے کہتے ہیں کہ ان کے دانت کھانا کھانے کی وجہ سے گھس گئے ہیں اس لئے تاوان کے طور پر انہیں دانت گھسائی ادا کرنی ہوگی۔ اور جب تک ان کو تاوان ادا نہیں کیا جاتا وہ دعوت پر بلانے والے کے گھر کو نہیں چھوڑتے۔ پنڈتوں کی یہ رسم ہمارے سماج میں بھی عام ہوگئی ہے۔ خدارا اپنی صحت کا خیال رکھیئے بسیار خوری چھوڑیئے صحت کا راز کم خوری میں مضمر ہے۔

Marfat.com

صورت سے سیرت بہتر ہے

کسی بادشاہ کے متعدد لڑکے تھے۔ ان میں سے ایک شہزادہ پست قد اور معمولی شکل و صورت کا تھا جبکہ اس کے دوسرے بھائی قد آور اور خوبصورت تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اس معمولی شکل وصورت والے شہزادے کونفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ شہزادہ بھی بھانپ گیا۔ اس نے کہا ابا جان! دبلا پتلا عربی گھوڑا میدان جنگ میں بھاری بھرکم بیل سے بہتر ہوتا ہے ہاتھی قد وکاٹھ والا جانور ہے مگر حرام ہے بکری چھوٹے قد کی ہے مگر حلال ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں لیکن کوہ طور کو اللہ تعالیٰ ان سب سے زیادہ پسند فرماتا ہے۔

بادشاہ شہزادے کی باتوں پر ہنس پڑا اور اس کے وزراء نے اس خیال کو سراہا۔ البتہ اس کے بھائی اس بات پر رنجیدہ ہوئے۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد دشمن نے بادشاہ کے ملک پر حملہ کر دیا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سب سے پہلا شخص جو رمگاہ میں آیا وہ وہی پست قد شہزادہ تھا۔ وہ شہزادہ دشمن کے لشکر پر رزم پڑھتا ہوا ٹوٹ پڑا۔ اس نے دشمن کے کئی بہادروں کو مار گرایا۔ دشمن کی فوج تعداد میں زیادہ تھی جسے دیکھ کر ایک گروہ ہمت ہار بیٹھا کیونکہ بادشاہ کی فوج تعداد میں کم تھی۔ اس کم ہمت گروہ نے میدان جنگ سے بھاگنے کی تیاری کر لی۔ بہادر شہزادے نے انکے ارادے کو بھانپ لیا۔ اس نے للکار کر کہا! بہادرو ہمت سے کام لو اور عورتوں کا لباس مت پہنو۔ شہزادے کے جوش دلانے پر سواروں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے دشمن پر اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے اور دشمن کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

بادشاہ نے شہزادے کے چہرے کو فرطِ مسرت سے چوما اور اسے اپنا ولی عہد بنالیا۔ اس کے بھائی حسد کی آگ میں جل اٹھے۔ انہوں نے اسے راستے سے ہٹانے کی ٹھان لی۔

Marfat.com

انہوں نے ایک دن موقع پا کر کھانے میں زہر ملا دیا شہزادے کی بہن نے کھڑکی سے ان کی یہ حرکت دیکھ لی۔ شہزادے نے جونہی زہر آلود لقمہ اٹھایا تو اس کی بہن نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شہزادہ چوکنا ہو گیا اور کھانے سے ہاتھ روک لیا اور کہا کہ یہ مشکل ہے کہ اہل ہنر مر جائیں اور بے ہنر ان کی جگہ لے لیں۔

بادشاہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے حاسد بھائیوں کو طلب کیا اور سزا دی۔ پھر ہر ایک کے لئے قریب کے علاقوں میں سے ان کی مرضی کے مطابق ان کا حصہ مقرر کر دیا تا کہ فساد کی جڑ کٹ جائے اور جھگڑے کا احتمال نہ رہے۔ داناؤں کا قول ہے کہ دس درویش تو ایک گدڑی میں سو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں سما سکتے۔

جس ملک میں میرٹ اور معیار کو پس پشت ڈال کر نالائقوں اور نااہلوں کو آگے لایا جائے گا وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ بدامنی اور دہشت گردی وہاں عام ہو گی اور امن وامان ناپید ہو گا۔

Marfat.com

علم بہت بڑی دولت ہے

علم بہت بڑی دولت ہے جسے نہ کوئی چرا سکتا ہے اور نہ تقسیم کر سکتا ہے بلکہ یہ وہ نور ہے جس سے لاکھوں کروڑوں دیئے جلائے جائیں تب بھی اس کی روشنی میں کمی نہیں آتی۔ علم نوع انسان کے لئے باعث عزت وشرف ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے اولین تحفہ علم کا دیا۔ "وعلم ادم الاسماء کلھا" "ہم نے آدم کو سارے نام سکھائے" اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اسے روئے زمین کی تمام اشیاء کے نام اور ان کی خاصیتیں سکھا دیں جس سے ان کو واسطہ پڑتا تھا۔ اور اس علم کے ذریعے اسے تمام مخلوقات سے افضل واشرف قرار دیا۔ علم جاہ و مال سے بہتر ہے۔ مصر میں دو امیر زادے تھے۔ ایک علم حاصل کرتا تھا اور دوسرا مال و دولت جمع کرتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد ایک تو پڑھ لکھ کر عالم و فاضل بن گیا اور دوسرا مصر کا حاکم بن گیا۔ ایک دفعہ صاحب دولت و جاہ بھائی نے اپنے عالم و فاضل بھائی کو حقارت سے دیکھ کر کہا۔ میں تو سلطنت کا حاکم بن گیا ہوں اور تو مفلس ہی رہا۔ اس نے جواب دیا کہ بھائی میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے میراث انبیاء علیہ السلام دی اور تجھے میراث فرعون دی یعنی مجھے علم دیا ہے اور تجھے مصر کی حکومت۔

اور حکایت ہے کہ ایک دانا شخص اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتا تھا کہ اے میرے جگر کے ٹکڑو! علم حاصل کرو کیونکہ دنیاوی مال و دولت اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ چاندی سونا، چوری ہو سکتا ہے سفر میں تلف ہو سکتا ہے یا خرچ ہو سکتا ہے لیکن علم ایک لازوال اور بڑھنے والی دولت ہے۔ صاحب علم اگر دنیوی دولت سے محروم ہو جائے تو کچھ پروا نہیں کیونکہ وہ علم جیسی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ جہاں جاتا ہے عزت پاتا ہے لیکن بے علم مفلس بھیک مانگتا ہے اور ذلت اٹھاتا ہے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ملک شام میں کوئی افتاد پڑ گئی لوگ گھروں

Marfat.com

سے بھاگ نکلے۔ پھر یوں ہوا کہ علم و ہنر سے بہرہ ور کسان زادے بادشاہ کے وزیر بن گئے۔وزیر کے جاہل صاحبزادے گلیوں میں بھیک مانگنے لگ گئے۔

یاد رہے کہ گوہر کی قدر و قیمت صرف جوہری کو ہی ہوتی ہے لیکن ایک ایسا معاشرہ جو مال و دولت کا حریص ہو، جس میں سیاست پر اہل ثروت اور جاگیرداروں کا قبضہ ہو اور جس حکومت کی کلید بیوروکریٹس کے ہاتھوں میں ہو یا پھر جس ملک پر جرنیلوں کی حکومت ہو اس میں اہل علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ جاگیردار، جرنیل اور بیوروکریٹس اہل علم اور علم کے دشمن واقع ہوئے ہیں۔ ایسا ملک جس پر جرنیل جاگیردار اور اہل دولت و ثروت چھائے ہوئے ہوں۔ وہاں صرف دولت کی دوڑ ہوتی ہے یا پھر اقتدار کے حصول کے لئے رسہ کشی زوروں پر ہوتی ہے۔ معاشرہ عدم انصاف اور معاشی عدم توازن کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ ویسے بھی یہ تینوں طبقات جرنیل جاگیردار اور بیوروکریٹس انسان دشمن واقع ہوئے ہیں۔ عام لوگوں کو یہ لوگ انسان ہی نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کے نزدیک انسان کی کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ یہ تینوں طبقات علم دشمن بھی ہوتے ہیں اور اہل علم بھی ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ علم کے دروازے عام آدمی پر بند کر دیئے جائیں۔ تاکہ ان کا کوئی ہمسر پیدا نہ ہو سکے۔ اور ہر طرف لوگ ان کی خدمت کے لئے دست بستہ کھڑے ہوں۔ آج کے دور میں تو ایسے معاشروں اور ممالک میں یہ بات عام ہے۔ ایسے ممالک جن میں اقتدار پر جاگیردار جرنیل یا بیوروکریٹس کا قبضہ و کنٹرول ہو وہاں اہل علم نا صرف مفلس ہوتے ہیں بلکہ اہل علم و ہنر کی تذلیل و تحقیر عروج پر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے ملک آج تک ترقی پذیر کہلاتے ہیں۔ ایسے ممالک پر براہ راست طاقتور ممالک کی حکومت ہوتی ہے۔ جاگیردار بیوروکریٹس اور جرنیل طاقتور حکومتوں کے مہرے ہوتے ہیں اور ملک کی پالیسیاں اپنے ملک میں نہیں بلکہ ان کے آقاؤں کی مرضی اور منشاء سے تشکیل پاتی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک ترقی یافتہ ممالک کے تابع فرمان ہوتے ہیں دور حاضر میں کم از کم بین الاقوامی سیاست پر اور غیر ترقی یافتہ ممالک پر ترقی یافتہ اور طاقتور ممالک کا

Marfat.com

کنٹرول ہے۔ بالخصوص عالمِ اسلام کی بھاگ دوڑ جرنیلوں بادشاہوں اور قبائلی سرداروں کے توسط سے سپر پاور کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ سپر پاور انہی کٹھ پتلی حکمرانوں کے ذریعے ترقی پذیر ممالک پر حکومت کر رہے ہیں اور ان بدقسمت ممالک کے عوام کو دوہری غلامی میں جکڑ رکھا ہے۔ ایسے ممالک میں عوام اور جمہور کے حقوق اور آواز پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں اور انہیں فکرِ معاش کے چکر میں ڈال دیا گیا ہے۔ اساتذہ کی تذلیل کی یہ حالت ہے کہ انہیں کنٹریکٹ یا ایڈہاک طور پر ملازم رکھا جاتا ہے اور وہ معاشرے میں ایک حقیر مخلوق کے طور پر جانے جاتے ہیں ایسا معاشرہ یا قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتا جہاں اساتذہ کی تحقیر وتذلیل کی جاتی ہو۔ جاگیرداروں جرنیلوں اور بیوروکریٹس تو مراعات یافتہ طبقہ ہو اور اہل علم وہنر کی تحقیر کی جاتی ہو۔ مراعات یافتہ طبقہ کے لئے الگ نظامِ تعلیم ہو اور عام لوگوں کے بچوں کے لئے الگ تعلیمی ادارے اور نظام تعلیم ہو اور معاشر کی غریب اکثریت کو فکرِ معاش کی دوڑ اور ڈگر پر ڈال دیا گیا ہو۔ تاکہ وہ مراعات یافتہ طبقے کے پیچھے دوڑتے دوڑتے دم توڑ جائیں۔ انسانیت سے یہ کتنا بڑا مذاق ہے۔ اس میں شک وشبہ نہیں کہ دولت وثروت اور ملکی ذرائع پر فرعون اور ہامان ہی قابض رہے اور ایسے لوگوں نے ہمیشہ اہل علم وہنر کو حقیر جانا اور بسا اوقات ان کو عقوبت کا نشانہ بھی بنایا۔ یہ مصر کی ہی بات ہے کہ فرعونوں نے حکومت کی یہ مصر کا ملک ہی ہے جہاں کرنل عبدالجمال ناصر نے ایک عامر کا تختہ الٹ کر فوجی آمریت کی بنیاد ڈالی۔ اور اہل علم کو تختہ دھار پر لٹکایا تاکہ ان میں سے کسی کو اس کی غاصبانہ حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کی جرات نہ ہو سکے۔ جمال ناصر نے حسن البنا قطب شہید اور ان کے ساتھیوں پر جو مظالم ڈھائے وہ تاریخ کے صفحات کا حصہ بن چکے ہیں فرعونوں اور ہامانوں کا یہ ملک آج بھی آمریت کے پنجہ استبداد میں جکڑا ہوا ہے کرنل جمال ناصر کا انجام گو کہ عبرتناک ہوا۔ اسی طرح ان کے جانشین کرنل انور السادات بھی نشانِ عبرت بنے اس ڈرامے کا تیسرا کردار پائلٹ حسنی مبارک بھی انجام کے قریب ہے۔ کرنل قذافی اور شام کے حافظ الاسد نے آمریت کو وراثت میں بدل ڈالا ہے۔ دیگر عرب اور افریقی ممالک پر

Marfat.com

بھی غاصب حکمران براجمان ہیں۔ یہ سبھی آمر انسانیت کے دشمن ہیں اور انشاء اللہ ان میں سے ہر کوئی بدترین انجام سے دوچار ہوگا۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والا وطنِ عزیز پاکستان جس کے لئے عوام نے سترہ لاکھ جانوں کی قربانی دی اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے کی سیاست قبائلی سرداروں، جاگیرداروں اور جرنیلوں کے ہاتھوں میں رہی۔ ان لوگوں نے پاکستان کے عوام، جمہوریت، جمہور اور اسلام کو جس طرح کچلا اسے بیان کرنا ممکن نہیں۔ 57 سالوں سے جمہور کے حقوق سلب ہوتے چلے آرہے ہیں۔ وطنِ عزیز پاکستان میں بھٹو جیسے عوامی حکمران کے دور میں اساتذہ پر بے دریغ لاٹھیاں برسائی گئیں اور ان کو چھانگا مانگا کے جنگل میں گاڑیوں پر لاد کر چھوڑ دیا گیا۔ ہر حکومت نے اساتذہ کو نشانہ بنایا اور ان کے حقوق سلب کئے گئے۔ ہر دور میں پولیس نے لاٹھیوں سے مسلح ہو کر تعلیمی اداروں پر یلغار کی۔ موجودہ حکومت بھی اس سلسلہ میں کسی سے پیچھے نہ رہی۔ چند سال قبل لاہور کے پروفیسروں اور ڈاکٹروں پر تعلیمی اداروں کی دی نیشلائزیشن کے خلاف آواز بلند کرنے کے جرم میں اساتذہ پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ مراعات یافتہ طبقہ کا اہلِ علم کے ساتھ ہمیشہ یہی ظالمانہ رویہ رہا ہے۔ جس دور میں اساتذہ پر لاٹھیاں برسائی جائیں اور عبدالقدیر خان جیسے اہل علم کو اذیت ناک حالات سے دوچار ہونا پڑے اسے کس نام سے پکارا جانا چاہئے۔ علم کی دولت زندہ باد

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی

معروف اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کا نگ اتنا قیمتی تھا کہ جوہری اس کی قیمت کا تخمینہ لگانے سے قاصر تھے۔ ان کے دور خلافت میں ایک دفعہ قحط پڑ گیا خلقِ خدا مصائب و ابتلا کا شکار ہو گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المال کا منہ غریبوں اور محتاجوں کے لئے کھول دیا۔ آپ نے اپنی قیمتی انگوٹھی اتار کر حکم دیا کہ اس کو فروخت کر کے جس قدر رقم حاصل ہو اسے مسکینوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس انگوٹھی کی قیمتِ فروخت ملک بھر کے محتاجوں اور مسکینوں میں سات دن تک بٹتی رہی اور وہ خوشحال ہو گئے۔

ایک شخص نے آپ سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا۔ اس انگوٹھی کا نایاب نگ پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہو گیا اور انہوں نے فرمایا۔ یہ بات خدا کو کیسے پسند آ سکتی ہے کہ لوگ تو بھوکے مر رہے ہوں اور میں قیمتی انگوٹھی اپنے ہاتھ میں پہنے رہوں حالانکہ مجھ پر ان کی نگہداشت اور خدمت فرض کی گئی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ عالمِ اسلام کے برگزیدہ اور رحم دل حکمران تھے۔ وہ نہایت ہی رحم دل اور رعایا پرور خلیفہ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ "دریائے دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارے میں پوچھا جائے گا" یہ بات ہے صرف احساس کی۔ احساس مر جائے تو کتا تو کجا انسان مر جائے تو حکمران پروا نہیں کرتے۔ آج کتنے لوگ ہر روز مارے جا رہے ہیں۔ لوگ قریب سے دھیان دیئے بغیر گزر جاتے ہیں جیسا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ احساس مر چکا ہے۔ اگر کسی قوم میں احساس مر جائے تو گویا پوری انسانیت ہلاک ہو گئی۔ پوری دنیا میں بالخصوص

Marfat.com

امتِ مسلمہ میں اور ہمارے حکمرانوں میں خاص طور پر مواخذے کا احساس جاتا رہا ہے عدل وانصاف رخصت ہو چکا ہے۔ انسانی ہمدردی کا دور دور تک نام ونشان نہیں۔ انسانیت کراہ رہی ہے۔ امت مسلمہ کو تباہ وبرباد کیا جارہا ہے لیکن حکمرانوں کو صرف کرسی واقتدار کو بچانے کی فکر لاحق ہے۔ انسان مرتے ہیں تو مریں قوم مرتی ہے مرجائے ملک تباہ ہوتا ہے تو ہو جائے۔ گویا روم جل رہا ہے اور نیرو بانسری بجانے میں مصروف ہے۔ جو بھی کرسی واقتدار پر آتا ہے قوم کا درد لئے آتا ہے یا پھر اپنے اقتدار کو بچانے اور مضبوط کرنے کے لیے نیا نظام لے کر آتا ہے۔ ہر نیا نظام محض حکمرانوں کے اقتدار کو طول دینے کے لئے ہوتا ہے۔ عوام ہر نئے نظام کے چکر میں پس کر رہ جاتے ہیں۔ قوم کے درد کا رونا روتے روتے اور قوم کے درد سے کراہتے ہوئے قوم کے غمخوار ساری قومی دولت سمیٹ کر راہی ملک عدم ہو جاتے ہیں یا پھر اپنے آقاؤں کی گود ان کی پناہ گاہ ہوتی ہے اور یہ لوگ عوام کے لئے ویرانیاں چھوڑ جاتے ہیں۔

Marfat.com

گدھ اور چیل

ایک گدھ اور چیل میں ملاقات ہوگئی جبکہ وہ دونوں محو پرواز تھے۔ گدھ نے چیل سے کہا دنیا میں مجھ سے زیادہ کسی کی نظر تیز نہیں۔ چیل نے جھلا کر کہا تو کیا ڈینگیں مار رہا ہے مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تیری نظر مجھ سے بھی زیادہ تیز ہوگی۔ گدھ اترا کر بولا دیکھو گندم کا ایک دانہ زمین پر پڑا ہے کیا تو اسے دیکھ سکتی ہے؟ چیل حیران ہو کر اس کا منہ دیکھنے لگی اور پھر کہنے لگی کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تو سچ کہہ رہی ہے گدھ نے جھلا کر کہا کہ بھلا یہ کون سا مشکل کام ہے۔ بس اتنا کہا اور وہ اپنی اڑان اور نظر کی تیزی کے گھمنڈ میں گندم کے دانے پر جھپٹی وہاں کسی شکاری نے جال بچھا رکھا تھا۔ گدھ اس میں پھنس کر رہ گیا۔ اس کی ساری شیخی خاک میں مل گئی۔ ادھر چیل نے چلا کر کہا۔ ارے کمبخت! اس گندم کے دانے کو دیکھنے کا کیا فائدہ جب تجھے اتنا بڑا جال نظر نہیں آیا گدھ نے اب رو کر جواب دیا۔

تقدیر کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

گدھ کی نظر واقعی بہت تیز ہوتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ گدھ کی حد نگاہ 75 کلو میٹر ہے۔ بلاشبہ گدھ بہت تیز نگاہ پرندہ ہے اور وہ بہت دور تک دیکھنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس قدر تیز نظر ہونے کے باوجود گدھ صرف مردار ہی دیکھ پاتی ہے۔ اسے زمین پر پڑا ہوا دانہ تو نظر آتا ہے مگر شکاری کا جال نہیں دیکھ سکتی۔ گدھ کی نگاہ تیز ضرور ہے اور وہ بہت دور تک دیکھ سکتی ہے لیکن گدھ وسیع النظر نہیں ہوتی۔ اس کی نظر کے فوکس کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔ بے چارے گدھ کی نظر ہی نظر ہوتی ہے اور وہ بھی محدود دائرے میں کام کرتی ہے۔ گدھ کا دماغ شاید ہوتا ہی نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قدرت نے اس کا دماغ کسی مصلحت کے تحت سیل کر رکھا ہو۔ جب دماغ سیل ہو اور نظر بے شک کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو وہ محدود دائرے میں کام کرے گی تو گدھ کو صرف مردار ہی نظر آئے گا شکاری کا جال بالکل نظر نہ آئے گا۔ نتیجہ بے

Marfat.com

چارہ گدھ گو کہ وہ راجہ گدھ ہی کیوں نہ ہو جال میں پھنس جائے گا۔ لاکھ جتن کے باوجود جال سے نکلنے کی کوئی کارگر تدبیر اس کے سر یا دماغ میں نہ آئے گی اور بے چارہ تڑپ تڑپ کر جال میں ہی مر جائے گا۔ اور تیز نظری کا بے جا گھمنڈ بھی اس کے ساتھ ہی زمین بوس ہو جائے گا۔ اور اس کے حصے کا سارا مردار کتے کوے اور چیلیں کھا جائیں گی۔

Marfat.com

کتا اور بھیڑیا

کسی جنگل میں ایک بھیڑیا رہتا تھا کئی دنوں سے اسے شکار نہ ملا تو بھوک سے نڈھال بھیڑیا قریب کے گاؤں کی طرف چل پڑا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز مل ہی جائے۔ مسلسل فاقہ کشی اور بھوک سے وہ اتنا کمزور اور ناتواں ہو چکا تھا کہ بڑی مشکل سے چل رہا تھا۔ ابھی وہ گاؤں سے باہر کچھ فاصلے پر پہنچا تھا کہ اس کی نظر ایک موٹے تازے کتے پر پڑی۔ موٹا تازہ فربہ بدن کتا دیکھ کر بھیڑیئے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کتے کا گوشت بھیڑیئے کی من بھاتی خواک ہے بھیڑیا بہت مریل تھا کمزوری کے باعث مشکل سے چل سکتا تھا۔ کتا اس سے کہیں طاقتور تھا۔ بھیڑیا اس پوزیشن میں نہ تھا کہ کتے کا شکار کرتا اور اس کا گوشت مزے مزے سے کھاتا۔ اس کی تمام امیدیں مایوسی میں بدل گئیں۔ آخر بھیڑیئے نے فیصلہ کیا کہ بہتر یہی ہے کہ اس کتے سے مصالحت اور دوستی کر لی جائے چنانچہ بھیڑیا آگے بڑھا اور کتے کے ساتھ خوشگوار موڈ میں دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ علیک سلیک کے بعد باہم باتوں کا سلسلہ چل نکلا جو کافی دیر تک جاری رہا۔ آخر کتے نے بھیڑیئے سے پوچھ ہی ڈالا کہ اس کی اس حالت کا سبب کیا ہے۔ بھیڑیئے نے اپنے دوست کو سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ کتے نے بھیڑیئے سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ آج وہ اپنے دوست کو اپنے مالک کے گھر لے جائے گا اور اس کی خوب ضیافت کرے گا۔ کتے نے بھیڑیئے کو بتایا کہ اس کا مالک بہت اچھا ہے۔ اس کا بہت خیال رکھتا ہے۔ اچھی چیزیں گوشت انڈے اور رنگ برنگے کھانے کھلاتا ہے۔ اسی لئے وہ فربہ بدن ہے کتے کی باتیں سن سن کر بھیڑیئے کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ کتے نے اپنے دوست بھیڑیئے کو یہاں تک پیشکش کر دی کہ اگر وہ پسند کرے تو وہ اپنے مالک سے اجازت لے کر اسے بھی اپنے ساتھ رکھ لے گا۔ پھر وہ دونوں مزے مزے سے رہیں گے۔ بھیڑیا اس پر رضامند ہو گیا۔ جب وہ گاؤں کے قریب پہنچے تو بھیڑیئے کی نظر کتے کی

Marfat.com

گردن پر پڑی جس پر ایک نشان نمایاں تھا۔ بھیڑیئے نے کتے سے پوچھا کہ دوست تمہاری گردن پر یہ نشان کس چیز کا ہے کتے نے جواب دیا۔ میرا مالک تمام دن میرے گلے میں پٹا ڈال کر زنجیر سے باندھے رکھتا ہے اور شام کو کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ اسی پٹے کا نشان ہے۔ بھیڑیا چلتے چلتے رک گیا اور کتے سے کہا میرے دوست! یہ مرغن کھانے لذیذ اور خوش ذائقہ غذائیں تمہیں مبارک۔ مجھے ایسے خوشبودار اور لذیذ کھانے ہرگز پسند نہیں جن کے بدلے مجھے غلامی کا پٹا اور لوہے کی زنجیر گلے میں پہننی پڑے۔ مجھے تو بھوکوں مرجانا قبول ہے لیکن میں کسی قیمت پر آزادی کا سودا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ میں تو جنگل کی آزاد فضاؤں میں چلا۔ یہ کہہ کر بھیڑیا واپس مڑا اور جنگل کی طرف چل دیا۔ آزادی تو بھیڑیئے کو بھی بہت پسند ہے جو کسی قیمت پر آزادی کی متاعِ عزیز کو لذیذ کھانوں پر قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ روٹی کے چند ترلقموں کے بدلے آزادی قربان کر دینا اور غلامی کی زنجیر پہن لینا یہ کتے کا ہی کام ہے۔

Marfat.com

حسنِ انداز

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی نوعمر ہی تھے۔ دونوں امام عالی مقام ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے۔ ایک معمر شخص آیا اور خلاف سنت وضو کرنے لگا۔ دونوں امام خاموشی سے اس معمر شخص کو دیکھتے رہے جب وہ شخص وضو کر چکا تو دونوں بزرگ کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ ہم میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ اس کا وضو کا طریقہ درست ہے۔ ہم وضو کرتے ہیں اور آپ فیصلہ فرمائیں کہ ہم میں سے کس کا وضو درست ہے۔ ہر دو اماموں نے باری باری درست طریقے سے وضو کیا۔ معمر شخص نے کہا بیٹے! تم دونوں کا وضو درست ہے۔ میں نے غلط طریقے سے وضو کیا۔

کسی انسان کو قائل کر لینا بہت بڑی بات ہے۔ جب کوئی شخص غلطی پر ہو تو اس کو اس کی غلطی کا احساس دلانا بہت مشکل کام ہے اور وہ شخص آسانی سے قائل ہونے پر تیار نہ ہوگا۔ بسا اوقات لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شخص چیلنج کر رہا ہے۔ سمجھانے کے لئے انداز درست نہ ہوگا تو مسئلہ الجھ جائے گا غلطی کی نشان دہی سیدھے طریقے سے کرنے سے معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ اس کے لئے دلنشیں اور مہذبانہ طریقہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ سیدھا یہ کہہ دینا کہ آپ نے غلط وضو کیا ہے بڑا غیر مہذب اور جارحانہ طریقہ ہے۔

جب کوئی شخص جھوٹی سچی بات کو انا کا مسئلہ بنا لے تو سمجھ لیجئے آپ کے مدمقابل پہاڑ کھڑا ہو گیا ہے اور اس کو تسخیر کرنا آسان تو نہیں ہوگا تاہم نرمی ملائمت اور ڈھنگ سے اس کا دل جیتا جا سکتا ہے۔ سلیقے سے گرویدہ بنایا جا سکتا ہے۔ بات صرف اداب اور ادائے دلنواز کی ہے۔ ادائے لطیف اور سخنِ دلنواز سے پتھر دل بھی پگھل کر موم بن جاتے ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے انداز دلپزیر نے معمر شخص پر اتنا اثر کیا کہ وہ خوبصورت طریقے سے اپنی غلطی مان گیا۔

Marfat.com

کہتے ہیں پنجاب کا راجہ رنجیت سنگھ بڑا ظالم اور سخت گیر حکمران تھا۔ وہ بھیک مانگنے والوں کو گولی مار دیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک منچلے میراثی نے انوکھا فیصلہ کر لیا کہ وہ رنجیت سنگھ سے ضرور بھیک مانگے گا۔ راجہ رنجیت سنگھ کی شادی چندی گڑھ کے ایک گاؤں میں ہوئی تھی وہاں اس کی پیاری سالی رہتی تھی میراثی نے اس کا اتا پتہ معلوم کیا اور پنجاب کی راجدھانی لاہور روانہ ہو گیا۔ جب وہ رنجیت سنگھ کے دربار پہنچا تو دربان نے اسے روک لیا اور مقصد پوچھا۔ میراثی نے اپنا مدعا بیان کیا دربان نے اسے سنگین نتائج سے آگاہ کیا۔ میراثی نے دربان کو بتایا کہ وہ مطمئن رہے۔ میں بھیک بھی مانگوں گا اور ساتھ ہی راجہ کو برا بھلا بھی کہوں گا۔ آخر دربان نے میراثی کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ رنجیت سنگھ جو ایک آنکھ سے کانا تھا تختِ شاہی پر براجمان تھا۔ میراثی نے جاتے ہی صدا کی تو راجہ چونک گیا۔ اس نے تخت پر پڑی بندوق اٹھا کر میراثی پر تان لی۔ میراثی نے کہا۔ جہاں پناہ! میں تو فلاں گاؤں سے آپ کے لئے پیغام لے کر آیا ہوں۔ راجہ سمجھ گیا کہ وہ اس کے سسرالی گاؤں سے آیا ہے۔ اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ اور کہا بتاؤ کیا پیغام ہے میراثی نے کہا جہاں پناہ! آپ ناراض ہو جائیں گے۔ آپ کی سالی حسبی بی بی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں وہ پیغام عین انہی الفاظ میں پہنچاؤں راجہ ہنسا اور کہا نہیں میں ناراض نہیں ہوں گا۔ تم بتاؤ کہ حسبی بی بی نے کیا کہا ہے۔ میراثی نے کہا جہاں پناہ! ”وہ کہتی تھی کانا پہلے تو ہر ماہ میں گاؤں ضرور آتا تھا۔ اسے کہنا کہ اب کیوں نہیں آتا“۔ راجہ بہت ہنسا اور خوش ہوا۔ کہا پھر بتاؤ کیسے اس نے پیغام دیا“۔ میراثی نے پھر کانا کانا کے الفاظ دہرائے یہاں تک کہ راجہ نے کئی بار کانا کانا کے الفاظ خود فرمائش کر کے سنے اور میراثی کو بڑے انعام و کرام سے نوازا۔

ایک اور حکایت راجہ رنجیت سنگھ سے منسوب ہے۔ کہتے ہیں راجہ رنجیت سنگھ ایک دن اپنے امراء و وزراء کے ہمراہ سیر کو نکلا۔ ایک گاؤں کے قریب ایک غریب جولاہا اور اس کی بیوی تانا تن رہے تھے۔ جولاہے کی بیوی کی نظر رنجیت سنگھ پر پڑی تو اس کے منہ سے نکل گیا کہ ”اوہ آیا ای رنجیت سنگھ کانا“۔ راجہ نے یہ الفاظ سن لئے۔ اس نے فوراً حکم دیا ”پیچ

Marfat.com

روپے کھڈی اور چھ روپے تانا'' یعنی جولا ہے کو کھڈی پر پانچ روپے اور تانے پر چھ روپے جرمانہ عائد کر دیا۔ رنجیت سنگھ تو واپس چلا گیا لیکن جولا ہے اور اس کی بیوی کا برا حال تھا۔ میاں بیوی بہت پریشان رہنے لگے کہ وہ اتنا جرمانہ کیسے اور کہاں سے ادا کریں گے۔ جولا ہے کے ہمسائے میں میراثی رہتا تھا جب اسے پتہ چلا تو وہ جولا ہے کو ملنے آیا اور میاں بیوی کی بپتا سن کر کہنے لگا۔ آپ پریشان نہ ہوں میں یہ ٹیکس معاف کروا کر ہی دم لوں گا۔ اور اسے کانا بھی ضرور کہوں گا۔

ایک دن میراثی راجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں جا حاضر ہوا اور آداب بجا لایا۔ اور راجہ کی تعریف میں یہ شعر بڑی خوبصورت اور سریلی سر میں پڑھا۔

ایہہ اکو اکھ سلکھنی وچ چمکن تارے
نیو پتوں کرن سلاماں دو دو اکھیاں والے

رنجیت سنگھ میراثی کا کلام سن کر بہت خوش ہوا اور کہا۔ ''مانگو کیا مانگتے ہو'' میراثی نے عرض کی بادشاہ سلامت! کرپا فرمایئے اور غریب جولا ہے کی کھڈی اور تانے پر عائد شدہ ٹیکس معاف فرما دیجئے۔ بندہ نوازی ہوگی۔ رنجیت سنگھ نے میراثی کی التجا پر جولا ہے کا ٹیکس معاف کر دیا میراثی خوشی خوشی گھر لوٹا اور جولا ہے کو مژدہ جانفزا سنایا کہ ادائے دلنواز اور انداز دل پذیر کا نتیجہ تھا کہ میراثی کے حسن کلام اور ادائے دلبرانہ نے رنجیت سنگھ جیسے ظالم اور سخت گیر حکمران کا دل جیت لیا اپنا کام بھی کروا لیا اور حسین انداز میں اسے کانا بھی کہہ دیا۔ انداز تکلم اور حسن انداز کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ پتھر دل موم ہو جاتے ہیں ادائے ساحرانہ دل کی تسخیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

Marfat.com

ماں

ماں دنیا میں ایک شجر سایہ دار ہے جس کے سائے تلے ہر کسی کو راحت ملتی ہے۔ ماں کی برکتوں سے بعض لوگوں کو بلند درجات حاصل ہوئے۔ ماں ایک عظیم ہستی کا نام ہے۔ اسلام میں والدین کی اطاعت وفرماں برداری پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت کا حکم ہے۔

عاشقِ رسول ﷺ حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ کا وطن مالوف یمن تھا آپ نے آنحضور ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ ﷺ کی ظاہری زیارت نہ کر سکے حالانکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہر لمحہ حضور اکرم ﷺ کے عشق میں بے چین رہتے تھے ادھر حضور اکرم ﷺ بھی حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ کو اکثر یاد فرمایا کرتے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ غروب آفتاب کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے باہر تشریف لے جاتے تھے اور یمن کی جانب رخ کر کے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

"مجھے یمن کی طرف سے نفس الرحمٰن کی خوشبو آتی ہے۔"

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اویس رضی اللہ عنہ احسان ومہربانی کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہے"۔

آپ کو دربار نبوی ﷺ سے خیر التابعین اور سید التابعین کے معزز القابات سے نوازا گیا تھا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے والد گرامی بچپن میں وفات پا گئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ (برار) ضعیفہ اور نابینا تھیں جن کی خدمت میں آپ کی عمر کا زیادہ تر حصہ گزرا۔ بچپن سے ہی آپ نے شتربانی کا پیشہ اپنایا اور اس سے والدہ ماجدہ کی خدمت کرتے تھے۔

Marfat.com

آپ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں لگے رہتے اور انہیں چھوڑ کو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر نہ ہو سکے۔ آپ نے ایک بار ماں کی اجازت سے زیارت نبوی ﷺ کی خاطر مدینہ کا سفر کیا لیکن دیدار مصطفیٰ ﷺ سے محروم رہے اور عجلت میں والدہ کے پاس واپس آ گئے۔ بار دیگر حضور اکرم ﷺ کے دیدار کے لئے مدینہ تشریف لائے لیکن اس وقت آپ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔ لہٰذا گنبدِ خضرا کا دیدار کر کے واپس لوٹ آئے۔ آپ کے مقام و مرتبہ کی بابت کتب احادیث میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی امدادی فوج کے ساتھ آئے گا۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو بنو قرن کی شاخ ہے۔ ان کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا لیکن درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کر دے۔ پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لئے دعا کرانا اور دعا کرانا میرے لئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان (حضرت اویس رضی اللہ عنہ) سے دعائے مغفرت کے لئے کہا تو انہوں نے آپ کے لئے بخشش کی دعا کی۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' وہ اللہ کا ایک بندہ ہے۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصرار پر بتایا کہ وہ اویس رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یہ مقام و مرتبہ والدہ ماجدہ کی خدمت کا صلہ ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ جب آپ تعلیم و تحصیل علم اور زیارت حرمین شریفین کے بعد بسطام والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لائے تو ایک رات ان کی والدہ ماجدہ نے ان سے پانی طلب کیا۔ آپ اٹھے دیکھا تو مٹکا خالی تھا۔ آپ مٹکا لے

Marfat.com

کر نہر سے پانی بھر لائے۔ پانی کا پیالہ بھرا اور والدہ کے پاس حاضر ہوئے لیکن اس اثناء میں والدہ صاحبہ کو نیند آ گئی تھی۔ آپ نے ان کو جگانا خلاف ادب سمجھا اور پانی کا پیالہ لئے رات بھر والدہ ماجدہ کے سرہانے کھڑے رہے۔ صبح کے وقت ان کی والدہ ماجدہ نیند سے بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ (ان کا بیٹا) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پانی کا پیالہ لئے سرہانے کھڑے ہیں۔ پوچھنے پر بتایا کہ آپ نے پانی مانگا تھا۔ مٹکے میں پانی نہ تھا۔ پانی نہر سے لانا پڑا۔ پانی لے کر حاضر ہوا تو آپ سو رہی تھیں۔ اس لئے پانی کا پیالہ لئے رات بھر کھڑا رہا کہ کب آپ بیدار ہوں تو پیش کروں۔ آپ کی والدہ نے یہ سنا تو آپ کو بہت سی دعائیں دیں۔

ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے رات کے وقت آپ کو دروازے کا ایک کواڑ بند کرنے کو کہا۔ اور خود سو گئیں۔ آپ دروازے کا کواڑ بند کرنے کے لئے اٹھے لیکن خیال آیا کہ کونسا کواڑ بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دایاں یا بایاں۔ چنانچہ اسی ادھیڑ بن میں رات گزار دی۔ صبح والدہ ماجدہ کو معلوم ہوا تو آپ کو بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں کی ان پر برسات ہوتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان کی خشک سالی ختم ہو جائے اور بارش برس جائے۔ آپ نے کئی بار دعا کی لیکن بے سود رہی آخر کار آپ نے بارگاہ الٰہی میں شکایت کی کہ ان کی دعا قبول نہیں ہو رہی۔ ان سے کیا غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ فلاں شخص کو جو فلاں جنگل میں ایک کٹیا میں رہتا ہے۔ سے ملیں۔ اور اس سے دعا کروائیں۔ تب بارش ہو گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے چند چیدہ چیدہ افراد کو ساتھ لے کر تلاش کرتے کرتے جنگل میں اس کی کٹیا تک پہنچ گئے۔ اسی اثنا میں وہ ناموس جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس کی دعا سے بارش ہو گی، بھیڑ بکریوں کا ریوڑ لایا۔ اپنی کٹیا کے صحن میں ان بھیڑ بکریوں کو باندھا اور پھر مٹی کے دو بڑے برتن صاف کئے تمام دودھ دینے والی بھیڑ بکریوں

Marfat.com

کا دودھ دھویا۔ دودھ سے برتن بھر گئے تو قریب ہی دو کھڈوں کے دروازے کھولے جن سے دو ناگوار شکل کے جانور برآمد ہوئے۔ ان میں سے ایک مادہ اور ایک نر تھا۔ وہ برتنوں پر منہ رکھ کر سارا دودھ پی گئے اور واپس کھڈوں میں دوڑ کر داخل ہو گئے۔ اس شخص نے کھڈوں کے دروازے بند کر دیئے۔ پھر ہاتھ صاف کئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے افراد سے سلام ودعا کی اور آنے کا مدعا پوچھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ کٹیا والے نے عجز وانکسار کا اظہار کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔ کہاں آپ اور کہاں یہ ناچیز۔ بھلا میری دعا آپکے مقابلے میں کیسے معتبر ہو سکتی ہے۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر کٹیا والے نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ دعا کی ابھی دعا والے ہاتھ نیچے نہیں آئے تھے کہ بادل آئے اور خوب بارش ہوئی۔ ہر جگہ جل تھل ہو گیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جانوروں کے بارے میں سوالات پوچھے جن کو دودھ پلانے سے پہلے کٹیا والے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سلام ودعا کرنا بھی اپنے فرائض میں خلل جانا تھا۔ کچھ ہچکچاہٹ کے بعد آخر کٹیا والے نے وہ راز منکشف کر دیا کہ یہ اس کے والدین تھے جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بدشکل ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک تیری دعا میں میری دعا سے زیادہ ہی اثر ہونا چاہئے۔ کیونکہ تو نے جس حالت میں والدین کی خدمت جاری رکھی ہوئی ہے وہ کوئی معمولی بات نہیں"۔

سکندر اعظم یونانی نے اپنی والدہ کی خدمت کی انتہا کر دی اور ایک روز اپنی والدہ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ اے میری ماں جی۔ کیا میں نے تیری خدمت کا حق ادا کر دیا؟ ماں نے جواب دیا۔ سکندر! بے شک تیری خدمات قابل ستائش ہیں لیکن یہ سب مل کر ایک رات کے برابر نہیں ہو سکتیں جو میں نے تیرے بچپن میں تیری خاطر گزاریں۔

والدین بالخصوص والدہ جس طرح انسان کی پرورش میں تکلیف اٹھاتی ہے، اس کا ادراک بہت مشکل ہے۔ وہ کٹھن اور مشکل مراحل جن سے والدین کو اپنے بچوں کو جنم سے قبل اور بعد میں سن بلوغ تک گزرنا پڑتا ہے، ان پر اگر غور وفکر کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے

Marfat.com

آتی ہے۔

واقعی اللہ تعالیٰ کے بعد والدین کا درجہ ہے۔ انسان کے لئے جو کچھ ماں کرتی ہے وہ خدا بھی نہیں کرتا۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو پھر مائیں بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ماں باپ کا کہا نہیں مانتے۔ ان کو ستاتے ہیں۔ خاص طور پر ماں کو ستاتے ہیں۔ کاش! ان کو معلوم ہوتا کہ ماں ایک عظیم ہستی ہے جس کے پاؤں تلے جنت ہے والدین کی اطاعت اور خدمت سے خدا عرش بریں پر خوش ہوتا ہے اور ماں باپ کی خدمت کرنے والوں پر برکات کی برسات ہوتی ہے۔ اور رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

Marfat.com

علماء پروری

ایک درویش نے دنیا ترک کر کے جنگل میں ڈیرہ جمالیا۔ وہ درختوں کے پتے کھا کر گزراوقات کرتا تھا۔ ایک بادشاہ اس کی زیارت کو آیا اور اس کی منت سماجت کر کے اسے شہر میں لے آیا اور اسے ایک خوبصورت محل میں اتارا جس کے اردگرد بہار آفریں باغ تھا۔ بادشاہ نے درویش کی خدمت پر خوبصورت کنیزیں اور غلام مامور کر دیئے۔ اس کے لباس اور خورد و نوش کا خاص بندوبست کیا۔ درویش کو عمدہ لباس مرغن غذائیں اور لذیذ کھانے اور فرحت بخش ماحول ملا تو اس کی ہیئت اور شکل وصورت ہی بدل گئی۔ ایک روز بادشاہ اس درویش کی زیارت اور قدم بوسی کے لئے آیا۔ درویش کو آسودہ حال اور مطمئن دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا مجھے جتنی محبت اور عقیدت عالموں اور زاہدوں سے ہے اتنی کسی اور جماعت سے نہیں۔ بادشاہ کے ہمراہ اس کا وزیر بھی تھا جو بہت عقل مند تھا اس نے بادشاہ سے عرض کی۔ ’’جہاں پناہ حقیقی دوستی تو یہ ہے کہ آپ ان دونوں گروہوں کے ساتھ بھلائی کریں۔ اور وہ اس طرح ہوسکتی ہے کہ آپ عالموں کو روپیہ دیں تاکہ وہ اطمینان سے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہیں اور زاہدوں کو کچھ نہ دیجئے تاکہ وہ زاہد رہ سکیں کیونکہ جس کی سیرت اچھی ہو اور جس نے خدا سے لو لگائی ہو وہ خیرات کی روٹی اور بھیک کے لقمے کے بغیر بھی زاہد ہے۔ آج تو عجب رنگ زمانہ ہے۔ پہلے زمانے میں حکمران خود تو عقل مند کم ہی ہوتے تھے۔ لیکن ان کے وزیر بہت عقل مند ہوتے تھے۔ دراصل ایک کامیاب اور کامران حکومت عقل مند وزراء کی مرہونِ منت ہوا کرتی تھی۔ حکومت کے سیاہ و سفید کے مالک وزیر ہی تو ہوا کرتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے بنو عباس کی خلافت اور وسیع و عریض سلطنت کو بامِ عروج تک پہنچانے کا سہرا عباسیوں کے وزراء خالد برمکی یحیٰی برمکی اور ان کے بیٹے فضل برمکی اور جعفر برمکی کے سر ہے۔ جو بنو عباس کے حکمرانوں کے وزراء تھے۔ یہ وزراء بہت بڑے عالم اور حکمت و دانش سے مالا مال تھے۔ خاندان برامکہ کے علم و فضل

Marfat.com

سے بہرہ ور وزراء نے عباسی سلطنت کو منتہائے کمال تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن عباسیوں نے ان وزراء کی ناقدری کی اور شک وشبہ کی بنا پر عتاب کا نشانہ بنایا تو خاندان برامکہ ہی زوال کا شکار نہ ہوا۔ خود عباسی سلطنت تباہی اور بربادی سے دوچار ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تاتاریوں کا عذاب ان پر نازل کیا۔ عباسی دارالخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی آخری عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو بوری میں بند کر کے ٹھڈے مار کر دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ یہ اس عباسی سلطنت کا عبرتناک انجام تھا جس کی شہرت و ترقی وزراء کی مرہون منت تھی۔ وزیرستان اجڑا تو سلطنت بھی اجڑ گئی۔ جو بھی وزیرستان کو اجاڑے گا اس کا انجام عبرتناک ہوگا۔ حکمرانوں کو اہلِ علم خصوصاً ملک کی درسگاہوں میں مامور اساتذہ پر روپیہ خرچ کرنا چاہئے تاکہ ملک ترقی پر گامزن ہو۔ علمی ترقی کے بغیر ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

مصلحت آمیز جھوٹ فتنہ انگیز سچ سے بہتر ہے

ایک بادشاہ نے ایک قیدی کو سزائے موت کا حکم دیا۔ زندگی سے مایوس ہو کر قیدی نے بادشاہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ بادشاہ نے وزیر سے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اس کے نیک خصلت وزیر نے کہا۔ جہاں پناہ! یہ شخص کہتا ہے کہ حضور ان لوگوں میں سے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ سن کر قیدی پر رحم آ گیا۔ اور اس نے اس قیدی کی جان بخشی کر دی۔ ایک دوسرے بدخصلت وزیر نے کہا۔ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ بارگاہِ سلطانی میں سچ نہ بولیں. حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے بادشاہ کو گالیاں دیں اور برا بھلا کہا۔ بادشاہ اس کی بات سن کر ناراض ہوا۔ اور کہا کہ پہلے وزیر نے جو کچھ کہا اس کا محرک بھلائی کا جذبہ تھا اور تو نے جو کہا ہے اس کی بنیاد بدی اور خبثِ باطن پر ہے۔ داناؤں نے کہا ہے کہ مصلحت آمیز جھوٹ ایسے سچ سے بہتر ہے جو فتنہ پیدا کرے۔

فتنہ بہت بری چیز ہے۔ فتنہ انسان اور امن و امان کا دشمن ہے بلکہ فتنہ تو قتل سے بھی بر ہے۔ فتنہ اور فتنہ پرور انسان انسانیت کے قاتل ہیں۔ انسانیت کی تعمیر و ترقی اور امن عالم کے لئے فتنے کا خاتمہ از حد ضروری ہے کیونکہ فتنہ امنِ عالم کے لئے زبردست خطرہ ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا درس دیتا ہے اور فتنے کے خاتمے کے لئے جہاد کا حکم دیتا ہے۔ شیطان اور اس کے چیلوں نے ہمیشہ نسل انسانی کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ شیطان نسل آدم کا کھلا دشمن ہے اور ازل سے انسان دشمنی میں برسرِ پیکار ہے۔ اسے دنیا کا امن ناپسند ہے۔ فتنے کے نت نئے جال بچھانا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔ شیطان کا راستہ بڑا پرکشش ہے۔ فریب کاری، حیلہ سازی اور مکاری میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ شیطان اپنی مکاریوں اور بداعمالیوں کا ملبہ دوسروں پر گرانے کی مہارت تامہ رکھتا ہے۔ امن پسندوں کو دہشت گرد زار دینا، ظالم کو مظلوم

Marfat.com

ثابت کرنا اور حقیقی دہشت گردوں کو امن کے پجاریوں کے روپ میں اقوامِ عالم کے سامنے پیش کرنا اس کا کمال ہے۔ یہ طاغوت ہی کا کمال ہے کہ افغانستان میں روس کے خلاف جنگ لڑنے والوں کو تربیت دیکر مجاہدین کا نام دینا اور جنگ کے خاتمے اور روس کی شکست وریخت کے بعد انہی مجاہدین کی مخالفت پر اتر آنا۔ شیطانی قوتوں کا اس سے بڑا کمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود یہود و نصاریٰ نے گٹھ جوڑ کر کے 9 ستمبر کا سانحہ تخلیق کیا اور اس کا ملبہ انہیں مجاہدین پر گرا کر انہیں کمال مہارت سے دہشت گرد قرار دے دیا تا کہ عالم اسلام سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لیا جا سکے۔ ساری دنیا نے شیطان کی فریب کاری کے اس جھوٹے اور خود ساختہ واقعہ کا ذمہ دار مجاہدین کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح دہشت گرد مظلوم اور مظلوم دہشت گرد ٹھہرے۔ بے شک مصلحت آمیز جھوٹ فتنہ انگیز سچ سے بہتر ہے۔ لیکن ایسا جھوٹ جو فتنوں کا باعث ہو اور جس میں انسانی مصلحت کا نام و نشان نہ ہو اور دوسری کی تباہ کاری اور شیطانی قوتوں کی ذاتی مصلحت یا مصلحتوں کے لئے ہو اس کی اجازت دینا امنِ عالم کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ جس کا مظاہرہ امریکہ اور اس کا معاون برطانیہ کر رہا ہے۔ جھوٹ یا سچ وہی بہتر ہو گا جس میں بنی نوع انسان کی مصلحت کارفرما ہو گی اس جھوٹ کو ہرگز مصلحت آمیز نہیں کہا جا سکتا جو ذاتی مفادات کی خاطر گھڑا گیا ہو اور جس میں دوسروں کی تباہ کاریوں کا سامان موجود ہو۔ دنیا کو جان لینا چاہئے کہ آج بڑی طاقتوں نے کمزور قوموں کو دبانے یا مٹانے کے لئے جس جھوٹ اور فریب کاری کا راستہ اختیار کر رکھا ہے وہ بذات خود بہت بڑا فتنہ ہے۔ اور صریحاً دہشت گردی اور دوسروں کے خلاف جاری اپنی دہشت گردی پر پردہ ڈالنے کے لئے کمزور اقوام کو دہشت گردی کا مرتکب قرار دینا ظلم عظیم اور فریب عظیم ہے۔ اگر شیطانی قوتوں کی اس دہشت گردی، مکاری، فریب کاری اور فتنہ گری کا راستہ روکنے کے لئے اقدام نہ کئے گئے تو شیطانی قوتوں کے معاونین اور اتحادیوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ شیطان کی دہشت گردی کی راہ و روش سے دنیا میں وہ تباہ کاری جنم لے گی جو دو عالمگیر جنگوں میں بھی نہ ہوئی تھی۔ مصلحت اسی میں ہے کہ امن اور انصاف کا راستہ اختیار کیا جائے۔

Marfat.com

انصاف زندہ باد

اقوام وملل کی بقاعزوشرف اور ترقی کا راز عدل وانصاف میں مضمر ہے۔عدل وانصاف کے بغیر دنیا میں امن وامان قائم نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی معاشرہ اور ملک ترقی سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔زمین وآسمان،سورج،چاند،ستارے انصاف پر قائم ہیں۔کائنات کا سارا نظام عدل وانصاف کا مرہونِ منت ہے۔جب دنیا سے عدل اٹھ جائے گا تو سب کچھ مٹ جائے گا قیامت برپا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ملیامیٹ ہوجائے گی کسی قوم،کسی ملک اور کسی معاشرے کی بقا اور اس کا امن وامان صرف اور صرف عدل وانصاف سے وابستہ ہے جہاں انصاف نہ ہوگا وہاں امن و امان نہ ہوگا بلکہ تباہی و بربادیوں کے ڈیرے ہوں گے۔غارت گری ہوگی اور خلق خدا ظلم وستم کا شکار ہوگی۔دہشت گردی اور غنڈہ گردی کا دور دورہ ہوگا۔

دوسری جنگ عظیم کا واقعہ ہے وزیراعظم برطانیہ چرچل کو اطلاع دی گئی کہ دشمن کے طیارے بڑی تباہی مچارہے ہیں۔چرچل نے پوچھا کیا ہماری عدالتیں انصاف کررہی ہیں؟ جواب ملا ہاں!عدلیہ انصاف پر قائم ہے۔چرچل نے کہا کہ''اگر ایسا ہے تو پھر دنیا کی طاقت انگلستان کا بال بیکا نہیں کرسکتی۔

ایران کی تاریخ میں نوشیروان عادل کے عدل وانصاف کے چرچے ہیں۔برصغیر میں شیر شاہ سوری کا دورِ حکومت اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے ایک خاص شہرت رکھتا ہے۔اس نے برصغیر میں حق وانصاف پر مبنی عدالتی نظام قائم کررکھا تھا۔وہ امیر وغریب اور مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا تھا۔اس کا مقولہ تھا کہ''انصاف سب سے بڑا مذہبی فریضہ ہے'' شیر شاہ سوری کے انصاف کی گرفت اس قدر سخت تھی کہ شاہی خاندان کے افراد اور اعلیٰ حکام بھی اس کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے۔وہ سخت سزائیں

Marfat.com

دیا کرتا تھا۔اسکے انصاف کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اس کا بھتیجا ہاتھی پر سوار ہو کر گزر رہا تھا کہ اس نے کسی صراف کی بیوی پر جبکہ وہ گھر میں نہا رہی تھی، ایک گلوری پھینکی۔ صراف نے شیر شاہ سے شکایت کی۔ شیر شاہ نے فوراً حکم دیا کہ صراف بھی شہزادے کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے۔

مالوہ کے گورنر شجاعت خان نے دو ہزار سپاہیوں کی جاگیر پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔شیر شاہ کو پتہ چلا تو سخت برہم ہوا۔گو کہ شجاعت خان نے جاگیر واپس کردی لیکن وہ شیر شاہ کی سزا سے نہ بچ سکا۔شیر شاہ کے دورِ حکومت میں ہر تاجر اپنے مال کے لٹ جانیکے اندیشے کے بغیر بلا خوف و خطر سفر کرسکتا تھا اور جنگل میں سو سکتا تھا۔شیر شاہ کے منصفانہ جلال اور عدالتی گرفت کے ڈر سے خود ڈاکو اور چور تاجروں کے مال کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔شیر شاہ سوری کے عہدِ حکومت میں ایک معذور اور ضعیف بڑھیا اپنے سر پر سونے کے زیورات سے بھری ہوئی ٹوکری رکھ کر بغیر کسی خوف و ہراس کے سفر کرسکتی تھی۔کوئی چور یا ڈاکو شیر شاہ کی شدید اور سنگین سزا کے ڈر سے اس کے قریب آنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔شیر شاہ سوری کا دورِ حکومت اگرچہ مختصر ہے لیکن برصغیر کے کسی مسلم حکمران کو وہ شہرتِ دوام حاصل نہیں جو شیر شاہ سوری کو تاریخ پاک و ہند میں حاصل ہے شیر شاہ سوری کا پانچ سالہ مختصر سا دور تاریخ پاک و ہند کا سنہری دور ہے اور اس کی وجہ شیر شاہ سوری کی عوام کے ساتھ رواداری اور عدل و انصاف ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا شمار خلفاء راشدہ میں ہوتا ہے۔ان کا دو سالہ دور خلافت امن و امان اور عدل و انصاف کے لحاظ سے تاریخ کا سنہری دور ہے۔آپ کو بعض گورنروں نے لکھا کہ ہمارے شہر کی حالت مرمت طلب ہے کچھ رقم مخصوص فرمائی جائے تو اس کے جواب میں لکھا کہ ہمارا خط ملتے ہی عدل و انصاف کا قلعہ فوراً مضبوط اور مستحکم کردو اور شہری راستوں کو ظلم وستم سے محفوظ کردو۔اس طریقہ سے شہروں کی مرمت و اصلاح ہو کہ وہ سرسبز و شاداب ہو جائیں گے۔

Marfat.com

والئی خراسان جراح بن عبداللہ حکمی نے لکھا کہ اہلِ خراسان کی روش نہایت خراب ہے۔ ان کو کوڑے اور تلوار کے سوا کوئی اور چیز درست نہیں کرسکتی۔ آپ مناسب سمجھیں تو اس کی اجازت فرمائیں آپ نے لکھا۔ ” تمہاری تجویز بالکل غلط ہے۔ ان کو حق و عدل درست کرسکتا ہے۔ اس لئے خراسانیوں سے عدل وانصاف کرنا شروع کردو“۔

آپ نے دو سالہ دور خلافت میں حق وانصاف کا بول بالا کردیا اور زمین کو انصاف سے اس حد تک بھر دیا کہ بھیڑیوں نے بکریوں کے ریوڑوں کی پاسبانی شروع کردی آپ کے زمانۂ خلافت کا واقعہ ہے کہ دو یہودی بھائیوں نے بھیڑ بکریوں کا ریوڑ پال رکھا تھا۔ ایک بھیڑیا آتا اور آئے روز کوئی نہ کوئی بھیڑ یا بکری اٹھا کر لے جاتا جب آپ کا دور خلافت شروع ہوا تو اس بھیڑیئے نے اپنی روش بدل ڈالی۔ ریوڑ کی حفاظت کرنے لگا۔ جس رات حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو بھیڑیا پھر بکری اٹھا کر لے گیا۔ دونوں یہودی بھائیوں کو حیرت ہوئی کہ بھیڑیا دو سال تک ان کے ریوڑ کی حفاظت کرتا رہا تھا آج پھر بکری کیوں اٹھا کر لے گیا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یقینا کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائی لگتا ہے آج ہمارا عادل بادشاہ مرگیا ہے ورنہ بھیڑیا ہماری بکری اٹھا کر نہ لے جاتا۔ صبح ہوئی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لوگوں نے سنی۔ ان یہودی بھائیوں کو بھی یقین آگیا۔

جس قوم اور ملک کے حکمران اور افسران عدل وانصاف کی راہ چھوڑ کر خود بھیڑیئے بن جائیں تو وہاں کا کیا حال ہوگا۔ ویسے بھی جب انسان عدل وانصاف کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ انسان نہیں بھیڑیا ہوتا ہے۔ انصاف کی یہ خاصیت اور اثر ہے کہ اس نے درندے کو درندگی کی روش ترک کرنے پر مجبور کردیا اور اسے بکریوں کا رکھوالا بناڈالا لیکن امن کے رکھوالے جب عدل وانصاف چھوڑ دیں گے تو اسکا یہ اثر ہوگا کہ امن کی راہ چھوڑ کر بھیڑیوں کی روش اختیار کرلیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوشحمہ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کی رفاقت میں

Marfat.com

شراب پی لی۔ پھر حالت نشہ میں ایک عورت کی عصمت لوٹ لی۔ عورت نے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں شکایت کی۔ ثبوت ملنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ جب اسی کوڑے مارے تو ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوگئی۔ باقی بیس کوڑے ان کی قبر پر مارے گئے۔ اس طرح ایک عظیم حکمران اور عظیم باپ نے انصاف کو محبت پدری پر ترجیح دیکر عدل وانصاف کا بول بالا کر دیا اور اپنے جگر کے ٹکڑے کی محبت کو انصاف پر قربان کر دیا۔ اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ایک مثالی اور درخشندہ دور کہلاتا ہے۔

آنحضور ﷺ کے زمانہ میں فتح مکہ کے بعد بنومخزوم کی ایک عورت فاطمہ نے زیور چوری کرنے کا ارتکاب کیا۔ معاملہ دربار نبوی ﷺ میں پیش ہوا تو عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر ہوا۔ بنومخزوم کا قبیلہ خاندان قریش میں بڑا با اثر اور معزز تھا۔ عورت کو سزا سے بچانے کے لئے اثر ورسوخ کے استعمال کی دوڑ لگ گئی۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ جن سے حضور اکرم ﷺ بہت محبت کرتے تھے کو بارگاہ رسالت ﷺ میں سفارش کے لئے بھیجا گیا۔ آپ ﷺ غضبناک ہو گئے اور فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دے جاتے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوگئیں کہ با اثر اور صاحبِ حیثیت لوگ اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے قانون اور سزا سے بچ جاتے تھے اور قانون اور سزا کا نشانہ صرف غریب اور کمزور لوگ بنتے تھے۔

عدل وانصاف کی راہ میں کوئی رشتہ، نسبت، محبت اور دشمنی کی کوئی اہمیت نہیں۔ قرآن میں آتا ہے خبردار! ''تمہیں کسی قوم کی دشمنی عدل وانصاف سے نہ روک دے''۔

دور حاضر میں امریکہ کا ایک واقعہ ہے۔ ٹکر ایک بدکردار امریکی خاتون تھی۔ اس نے اپنے ایک بوائے فرینڈ سے مل کر ڈکیتی کی ایک واردات میں دو موٹر سائیکل سواروں کو ہلاک کر دیا۔ ٹکر اور اس کے ساتھی کو جیل بھجوا دیا گیا۔ ٹکر کا بوائے فرینڈ جیل میں طبعی موت مر گیا۔

Marfat.com

ٹکر کا میلان مذہب کی طرف ہو گیا۔ ٹکر آہستہ آہستہ ایک بدکردار عورت سے پارسا خاتون بن گئی۔ وہ روزانہ بائیبل کی تلاوت کرتی۔ ٹکر کی زندگی کی اس انقلابی تبدیلی کو امریکی میڈیا نے بہت کوریج دی جس پر امریکی عوام نے اس کی رہائی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ جبکہ عدالت نے اسے سزائے موت کا حکم سنایا۔ امریکی عوام بپھر گئے اور سڑکوں پر نکل آئے۔ پوپ نے بھی ٹکر کی پارسائی سے متاثر ہو کر عدالت اپیل سے اس کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اپیل ٹیکساس کے گورنر کے سامنے پیش ہوئی۔ گورنر نے پوپ اور عوام سے ہمدردی کا اظہار کیا لیکن اپنے فیصلہ میں لکھا کہ "مجھے قانون کا محافظ بنایا گیا ہے نہ کہ مجرموں کو معاف کرنے کے لئے"۔ اس طرح اپیل خارج کر دی گئی۔ آخر کار عوام اور پوپ نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ سپریم کورٹ نے عوام اور پوپ سے ہمدردی کا اظہار کیا لیکن اپنے فیصلے میں لکھا۔ "بے شک ٹکر ایک نیک اور پارسا عورت بن چکی ہے لیکن خدا سے پہلے ہم ان دونوں انسانوں کے سامنے جوابدہ ہیں جن کو بلا جواز بے دردی سے ہلاک کر دیا گیا۔ ٹکر قانون کی نظر میں کسی رعایت کی مستحق نہیں۔ لہٰذا اس کی سزائے موت کا حکم برقرار رکھتے ہوئے اپیل خارج کی جاتی ہے"۔

آج ہم اپنی تمام توانائیاں امریکہ مخالفت پر صرف کرنے میں مصروف ہیں اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو صاف اور شفاف نظام عدل اسلام نے ہمیں دیا جس پر پیغمبر اسلام ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے اور جس پر اپنے عزیز رشتوں، محبتوں اور ذاتی مفادات کو قربان کر کے زمین کو انصاف سے بھر دیا، اس سے کنارا کش ہو چکے ہیں اور درست بات یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ کی عظمت اور بڑائی کا راز انکا شفاف بے داغ اور بے لاگ عدالتی نظام ہے جسے امتِ مسلمہ نے خیر باد کر دیا ہے۔ جو قوم یا ملک شفاف بے داغ اور بے لاگ عدالتی نظام اپناتا ہے اس پر آسمان سے رحمت برستی ہے اور جو قوم اسے چھوڑ دے اس پر آسمان سے پتھر اور آگ کی بارش ہوتی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ امت مسلمہ کی پستی، ذلت اور تباہی کا

Marfat.com

سبب اس کا غیر شفاف اور گدلا نظام ہے جسے نظام عدل کہنا ہی زیادتی ہے بلکہ یہ تو سراسر ظالمانہ نظام ہے جس میں قانون کے محافظوں میں ایک سپاہی سے لیکر آئی۔ جی اور عدلیہ کے کلرک سے لیکر جسٹس تک تقریباً ہر کوئی اپنی اپنی استطاعت اور استعداد کے مطابق انصاف کی بولی لگواتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

57 سال قبل جب پاکستان بنا تو محکمہ بحالیات میں کرپشن کا آغاز ہوا۔ قبل ازیں پورے برصغیر کی پولیس کو کرپٹ گنا جاتا تھا۔ ہم نے پاکستان نفاذ اسلام اور جمہوریت کی آبیاری کے لئے حاصل کیا تھا۔ لیکن یہاں نہ کبھی اسلام نافذ ہوا اور نہ ہی جمہوریت کو چلنے دیا گیا۔ نو سال کے بعد اس ملک کو آئین ملا پھر جلد ہی یہ بدنصیب ملک سرزمین بے آئین بن گئی۔ اس کے بعد ہر آئین کے ساتھ یہی سلوک ہوتا رہا۔

اس ملک کا آئین ہمیشہ زیر و جبر اور مدوجزر کے گرداب میں سسکتا رہا۔ اس بدنصیب معاشرے میں اسلام، جمہوریت اور آئین سیاہ کال کوٹھڑی میں بند ہیں۔ پٹواری اور تھانیدار تو کرپٹ تھے ہی۔ ہماری سیاست نے وہ گند مچایا پانی اوپر سے ایسا گدلا ہوا کہ اب تو سمندر کو بھی گدلا کر ڈالا ہے۔ کرپشن کی پولیوشن نے ماحول کو اس قدر Polluted یعنی گدلا کر دیا ہے کہ گھروں کے دروازے بھی اگر بند کر لئے جائیں تو کرپشن کی پولیوشن کسی نہ کسی طرح اندر گھس کر ہمارے نتھنوں سے گزر کر ہمارے دل و دماغ میں اتر جاتی ہے بلکہ گردش خون میں داخل ہو جاتی ہے۔ بھلا ہمارے دشمن کو جراثیمی حیاتیاتی Biological یا ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پوری امت مسلمہ اسی ہتھیار سے دم گھٹ کر خود بخود مر جائے گی۔ ہمارا معاشرہ جنگل کا معاشرہ بن چکا ہے۔ ویسے بھی معاشرہ ایک جنگل ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے افراد معاشرتی حیوان ہی تو ہیں۔ روسو نے سچ ہی کہا تھا کہ انسان دو ٹانگوں والا سوشل اینیمل (Social Animal) ہے لیکن جب یہ سوشل اینیمل غیر سوشل بھی بن جاتا ہے۔ تب تو درندے بھی اس کی وحشت سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ بس انسانوں کے ایسے جنگل میں طاقت ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ طاقتور کے ادنیٰ سے اشارے

Marfat.com

سے قانون بنتے اور بگڑتے ہیں۔ عدل و انصاف رخصت ہو جاتا ہے۔ اس کی جگہ کالے قوانین لے لیتے ہیں اسے کہتے ہیں جنگل کا قانون یا پھر جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ بوڑھ کا درخت کتنا بڑا ہوتا ہے لیکن اس کا بیج رائی کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔ برائی کی مثال بھی بوڑھ یا پیپل کے بیج کی طرح ہوتی ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے ایک تن آور درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہمارے ملک میں اسلام، جمہوریت اور آئین کے ساتھ ہمیشہ دھوکا ہوا۔

اس ملک کے بدنصیب عوام کے ساتھ دھوکا بھی ہوا اور مذاق بھی۔ کہنے کو تو پٹواری اور تھانیدار کو کرپشن کا مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ پٹواری اور تھانیدار نے ناانصافی کی بنیاد رکھی اور پھر اوپر تک یہ سلسلہ جا پہنچا اور اس طرح ناانصافی کی ایک سیاہ عمارت کھڑی ہوگئی لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ پٹواری اور تھانیدار کو ناانصافی کی راہ دکھانے اور ناانصافی کی بنیاد رکھنے والے ہاتھ دراصل اوپر والوں کے ہاتھ تھے۔ ناانصافی کی سیاہ عمارت بظاہر پٹواری، کلرک اور تھانیدار نے کھڑی کی لیکن اس کے پیچھے طاقتور کے خفیہ ہاتھ ہیں۔ پانی نیچے سے نہیں ہمیشہ اوپر سے گدلا ہوتا ہے۔ پھر یہ گدلا پانی اوپر سے نیچے کی سمت بہتا چلا جاتا ہے۔ اوپر سے آنے والا گدلا پانی سارے دریا کو گدلا کر دیتا ہے اور جب یہ گدلے دریاؤں کا پانی سمندر میں گرتا ہے تو سمندر کو بھی گدلا کر دیتا ہے۔ گدلے پانی والے سمندر کو بحر ظلمات کا نام دیا گیا ہے۔ گدلے پانی یا بحر ظلمات میں آبِ حیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ایسے معاشرے میں کمزور اگر ایوان عدل کی زنجیر کھینچیں تو کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ بے چارہ کمزور اور بے اثر شخص ایوان عدل کی زنجیریں کھینچتا کھینچتا دم توڑ دیتا ہے۔ کمزور کی موت واقع ہو جاتی ہے لیکن ایوان عدل میں بیٹھے منصفوں کے کانوں تک نہ تو زنجیر کی آواز پہنچتی ہے اور نہ دھڑام سے گر کر مرنے والے کمزور انسان کی آواز اس کے کانوں میں داخل ہوتی ہے۔ کمزور مر جاتا ہے۔ انصاف مر جاتا ہے اور آخر کار ظالم معاشرہ بھی مٹ جاتا ہے۔ پھر فضا میں ایک آواز گونجتی رہتی ہے۔

ولا تکونوا کالذین نسو اللہ فانسھم انفسھم اولیک ھم الفاسقون

Marfat.com

(ان لوگوں کی مانند مت ہو جاؤ جنہوں نے خدا کو بھلا دیا۔ پس بھلا دی خدا نے ان کی جانوں کی مصلحت یعنی خود فراموش بنا دیا یہی لوگ فاسق ہیں)

یہ آواز چودہ سو سالوں سے فضا میں گونج رہی ہے۔ لیکن کیا کسی نے اس آواز پر کان دھرے۔ پس ذلت و مسکنت نے اسی لئے امتِ مسلمہ کو گھیر لیا ہے۔ جس معاشرے سے انصاف اٹھ جاتا ہے تو وہ معاشرہ دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔

Marfat.com

مشن اور ہمت و استقلال

مشن جتنا بڑا ہوگا اس کے لئے اتنی ہی بڑی جدوجہد کی ضرورت مطلوب ہوگی۔ کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان تھک ہار کر مشن ترک کرنے پر اتر آتا ہے۔ ایسے لمحات انسانی زندگی میں نہایت خطرناک بھی اور فیصلہ کن بھی ہوتے ہیں۔ بار بار کی ناکامی اور مصائب کے پہاڑ انسان کو حوصلہ ہار دینے پر آمادہ کر دیتے ہیں۔ لیکن ایسے لمحات میں ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہمت سے کام لینا چاہئے۔ آزمائش کی گھڑی میں ہمت و استقلال کامیابی کی کلید ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے لمحات جب اپنے اور بیگانے سبھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں، ہمت و استقلال اور غیر متزلزل عزم انسان کو عظیم کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے جب دعوتِ حق کا اعلان کیا تو قریش مکہ تحریک اسلامی کا راستہ روکنے کے لئے ہر طرح سے کمربستہ ہو گئے۔ انہوں نے بانی تحریک اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر مظالم کے پہاڑ توڑے لیکن بے پناہ مظالم کے باوجود آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خندہ پیشانی سے مظالم برداشت کئے اور اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ناساعد حالات میں بھی ہمت نہ ہاری بلکہ وہ مظالم کی بھٹی میں کندن بن کر نکلے اور پہلے سے بھی زیادہ تحریک اسلامی کی دعوت و تبلیغ میں ڈٹ گئے۔ قریش مکہ نے آپ ﷺ پر بے پناہ مظالم ڈھائے دولت وثروت، خوبصورت عورت اور حکومت کا لالچ دیا۔ بار بار آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس وفود بھیج کر مراعات کی پیشکش کی۔ دھمکیاں بھی دیں ایک موقع ایسا بھی آیا جب آپ ﷺ کے محسن چچا کے قدم بھی قریش کی بار بار خطرناک دھمکیوں کے پیش نظر ڈگمگاتے نظر آنے لگے۔ آزمائش کی اس گھڑی میں آپ ﷺ گھبرائے نہیں ہمت نہیں ہاری بلکہ پرعزم ہو کر فرمایا: چچا جان! "قریش اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج

Marfat.com

اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں دین حق کی تبلیغ نہیں چھوڑوں گا۔ خدا کی قسم! میں اپنے فرائض سے باز نہیں آؤں گا۔ یہاں تک کہ خدا اس کام کو پورا کردے یا پھر میری جان راہ حق میں چلی جائے''۔

کڑی آزمائش اور صبر آزما لمحات میں عظیم لوگوں کے جوہر کھلتے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت طیبہ کا یہ واقعہ بے ہمت اور معمولی مشکل میں دل چھوٹا کرنے والے حکمرانوں کے لئے ان گنت سبق لئے ہوئے ہے وہ لوگ جو امریکہ سے ڈر کر یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہم پاکستان کو عراق نہیں بنانا چاہتے اور دشمن اسلام امریکہ کو ایک اسلامی ملک کے خلاف جارحیت کے لئے لاجسٹک سپورٹ پیش کرنے میں بے قرار تھے، ان کو اس واقعہ سے سبق سیکھنا چاہئے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دشمنان اسلام کو ایک اسلامی ملک کے خلاف جارحیت کے مرتکب امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنے کے لئے کیا نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ ہر قوم کی ایک الگ اور منفرد تاریخ ہوتی ہے۔ عراقیوں کی بھی اپنی الگ اور بہت پرانی تاریخ ہے۔ عراقی امریکہ کی آگ کی بھٹی میں سے کندن بن کر نکلیں گے اور ایک دن خود امریکہ کو اس بھٹی میں پھینک دیں گے۔ جو قومیں موت سے ڈرتی ہیں یا انہیں مرنے کا فن نہیں آتا وہ جینے کے سلیقے سے بھی نا آشنا ہوتی ہیں۔ اور جو قوم مرنا جانتی ہے وہ کبھی نہیں مرتی۔

سکاٹ لینڈ کے بادشاہ رابرٹ بروس کو اپنے دشمن سے بارہا شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمن نے ایک بار رابرٹ کو ایسی زبردست شکست سے دوچار کیا کہ اسے بھاگ کر پہاڑ کی ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔ وہ اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ اس غار میں نوکیلے پتھروں پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کا تخت و تاج ملک اور اس کی محبوب ملکائیں اس سے چھن چکی تھیں۔ رابرٹ بروس اس وقت شکست خوردہ حکمران تھا۔ اس کی ساری کائنات لٹ چکی تھی۔ غار میں اس وقت ایک مکڑی کے دیوار پر بار بار چڑھنے اور گرنے کا منظر دیکھا جو بالآخر دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئی۔ رابرٹ بروس نے اس منظر کو دیکھنے کے بعد بار بار غور و فکر کیا۔

Marfat.com

وہ مکڑی کی جدوجہد اور بار بار چڑھنے اور گرنے کے منظر پر غور و فکر کرنے میں نہ جانے کب تک غرق رہا۔ اس بادشاہ جتنا کون فکر مند ہو سکتا تھا جس سے اس کی بادشاہت دشمن نے چھین لی ہو اور وہ دیبا و حریر کے بستروں کی بجائے ویران پہاڑوں کی خطرناک غاروں میں تیز نوکیلے پتھروں پر لیٹا ہو۔ اس سے اس کی سلطنت، تاج و تخت اور سحر انگیز ملکائیں تو چھن چکی تھیں۔ لیکن غور و فکر کی عادت سے وہ دست بردار نہ ہوا تھا۔ غور و فکر اور مشاہدے کی بدولت اس نے ایک معمولی مکڑی سے بہت بڑا سبق سیکھا۔ مکڑی کی جدوجہد کے مشاہدے نے اس میں ایک ولولہ تازہ پیدا کر دیا تھا۔ اس نے نئے عزم کے ساتھ دشمن پر حملہ کر کے اسے شکست سے دوچار کر دیا اور س طرح دوبارہ اپنی سلطنت اور تاج و تخت کا مالک بن گیا۔

شکست خوردہ رابرٹ بروس نے ایک معمولی مکڑی کی جدوجہد سے سبق سیکھا اور اس نے نہ صرف اپنے دشمن سے بدلہ لے لیا بلکہ اپنی کھوئی ہوئی حکومت و سلطنت بھی دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہماری بدنصیبی کی انتہا ہے کہ ہم نے اس نبی ﷺ کی حیات مبارکہ سے کوئی سبق نہیں سیکھا جو سر بسر کلام ربی کا عملی نمونہ ہیں، جن کی سیرت طیبہ سراسر دین حق کے لئے جہدِ مسلسل کا نمونہ ہے۔ وہ نبی ﷺ جس نے قریشِ مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر اپنا گھر بار چھوڑا اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے لیکن ہمت نہ ہاری جدوجہد جاری رکھی آخر اپنے اور اسلام کے دشمنوں سے نہ صرف مکہ چھین لیا بلکہ پورے عرب پر غلبہ حاصل کر لیا۔ سید الابرار ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر واقعہ تعمیرِ انسانیت کا ضامن ہے اور تحریک اسلامی کی انتھک اور پر مصائب جدوجہد کی داستان خونچکاں ہے۔ آج ہم اسلام کے نام لیواؤں کے خلاف دشمنانِ اسلام کو لاجسٹک ہی نہیں ہر قسم کا تعاون فراہم کر رہے ہیں۔ خدا کی خوشنودی اور رضا جوئی کے برعکس خدا کے دشمنوں کی خوشنودی پر اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ روس کے خلاف اسلام اور پاکستان کے دفاع کی جنگ لڑنے والوں کے خلاف امریکہ کے مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اگر ہم ان کے ساتھ مل کر اسلام دشمن امریکہ کے خلاف جہاد کرتے تو امریکہ کے بڑھتے قدم روک سکتے تھے اور امریکہ کے در

Marfat.com

گت بھی روس جیسی ہوتی۔ دشمن سے ڈرنا اور اپنوں کو دشمن کے لئے تباہ کرنے میں ہرگز عافیت نہیں اور نہ بہتر سٹرٹیجی یہ کیسی سٹرٹیجی ہے کہ بھائی کے ہاتھوں بھائی تباہ ہو رہے ہیں۔ دشمن چاہتا ہے کہ ہم آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائیں اور پھر دشمن کا تر نوالہ بن جائیں۔ یہ وہ دشمن ہے جس نے ہمیشہ ہمیں اپنے مفادات کے لئے استعمال کیا۔ مشکل کے وقت ہمیشہ ہم سے آنکھیں پھیر لیں۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ایف سولہ طیاروں اور دیگر اسلحہ کی پیشگی قیمت وصول کر کے ہمیں طیاروں اور اسلحہ سے محروم کر دیا اور ہماری دفاعی پوزیشن کمزور کرنے میں کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ وہی ہمارا دشمن ہے جس نے دو صدیوں تک اسلام کے خلاف صلیب کی جنگ جاری رکھی اور مسلمانوں کو متحدہ صلیبی دشمنوں کی معیت میں صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی یہ وہی دشمن ہے جس نے جنگ موتہ میں پہلی بار جنگ آزمائی کی اور آج تک اسلام اور مسلمانوں کو حیلوں اور ہتھیاروں سے مٹانے میں مصروف کار ہے۔ یاد رکھیئے دشمن کی مسلسل کوششوں کے باوجود نہ اسلام مٹا اور نہ مسلمان اور انشاء اللہ نہ ہی ہم مٹیں گے۔ ہم میں کوتاہیاں ہیں جن کو کوشش سے دور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کا ہرگز مقصد یہ نہیں کہ ہم موت کے ڈر سے دشمن کے سامنے لیٹ جائیں موت تو مضبوط قلعوں میں بھی انسان کو جا دبوچتی ہے۔ ہاں یہ بھی عقل مندی نہیں کہ ہم دشمن سے محتاط نہ رہیں اور خواہ مخواہ بے موقع اور بے محل ایک خطرناک دشمن سے الجھ پڑیں۔ جبکہ عالم کفر کا اتحاد ایک خوفناک شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور عالم اسلام انتشار کا شکار ہے۔ کیا اس انتشار میں اضافہ کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف نہیں۔ کیا ہمیں خطرناک دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے زبردست تیاری اور مدبرانہ سٹریٹیجی اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہمت، استقلال اور عزم صمیم کے ساتھ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں جدوجہد کرنا ہوگی۔ اسی میں امتِ مسلمہ کی عافیت ہے اور یہی بہترین سٹریٹیجی ہے اور یہی کامیابی و کامرانی کی کنجی ہے۔

Marfat.com

غیرت میں ہی عظمت ہے

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اسکندریہ میں تھے۔ ان دنوں وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ خوردو نوش کی اشیاء بڑی مشکل سے ملتی تھیں۔ بھوک کا دور دورہ تھا اسکندریہ میں ایک ہیجڑے کے پاس خوراک کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔ وہ لوگوں کی مدد کرتا اور بھوکوں کو کھانا کھلاتا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی درویش فاقوں کی وجہ سے پریشان تھے۔ آپ کے ساتھی آئے اور آپ سے کہا کہ آئیں ہم بھی ہیجڑے سے کچھ لے آئیں۔ آپ نے جواب دیا۔ شیر غار کے اندر رہ کر بھوکوں سے مرجاتا ہے لیکن کتے کا جوٹھا نہیں کھاتا۔

شیر کو شیر اسی لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی بنیادی اور فطری خصلت ہے کہ وہ ذلت کی زندگی پر باعزت موت کو ترجیح دیتا ہے۔ شیر خونخوار ہے مگر لوگ اس کے نام پر اپنے نام رکھتے ہیں اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ کوے کے نام پر کوئی نام نہیں رکھتا کیونکہ وہ گھٹیا حرکتیں کرتا ہے۔ بچوں کے ہاتھوں سے روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کی چیزیں لے اڑتا ہے۔ وہ فاختہ سے لڑ کر اس کے انڈے پی جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کوا بڑا سیانا پرندہ ہے لیکن گندگی کھاتا ہے اوچھی حرکتیں کرتا پھرتا ہے۔ جبکہ شیر اوچھے ہتھکنڈے اور گھٹیا حرکتیں نہیں کرتا وہ بھوک سے مرجاتا ہے لیکن گھاس نہیں کھاتا۔ گھاس کھانا شیر کی فطرت نہیں۔

یہ دنیا جنگل ہے اور اس میں رہنے والے انسان سوشل اینیمل یعنی معاشرتی حیوان ہی تو ہیں۔

اس جنگل میں بھی شیروں کی ہی قدر کی جاتی ہے۔ اور انہیں ہی سیلوٹ اور سلام کیا جاتا ہے۔ جبکہ انسانی کوؤں کو کوئی سیلوٹ نہیں کرتا اور نہ ہی ان کی کوئی توقیر ہے۔ لوگ شیروں کی خونخواری کو سلام کرتے ہیں جبکہ کوؤں کی چھوٹی حرکتوں کو ملامت سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ شیر لاکھ گناہ گار سہی لیکن کوؤں کی ذات کو گناہوں پر بھاری سمجھا جاتا ہے۔ رزالت کو اس دنیا

Marfat.com

میں گناہ سے بدتر سمجھا جاتا ہے۔ لوگ گناہوں کو صرف نظر کر جاتے ہیں لیکن رزالت کو کبھی معاف نہیں کرتے۔

ایک انسان جب دوسروں کے سامنے دستِ حاجت دراز کرتا ہے تو اس وقت اس کی غیرت اور ضمیر ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ بھیک مانگنے والا جب کسی دروازے پر صدا لگاتا ہے تو اس وقت وہ بے ضمیر اور دنیا کی حقیر مخلوق ہوتا ہے۔ اس وقت وہ نہ صرف اپنے رازق کی نفی کر رہا ہوتا ہے بلکہ اپنی ذات کی نفی بھی کر چکا ہوتا ہے۔ اس کا ضمیر مر چکا ہوتا ہے۔ وہ بے آبرو ہوتا ہے۔ ایک خوددار اور غیرت مند شخص کبھی بھی دوسروں کے سامنے دستِ حاجت دراز نہیں کرتا کیونکہ یہ خودی اور اس کی غیرت کے خلاف ہے اور یہ اس کے ضمیر کی موت کے مترادف ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وجہ سے ہیجڑے سے خیرات لینا گوارا نہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ شیر بھوکوں سے مر جانا پسند کر لیتا ہے لیکن کتے کا جوٹھا نہیں کھاتا۔

ہمارا ہر نام نہاد لیڈر کرسی اقتدار پر براجمان ہوتے ہی بڑی بے باکی، بے حیائی اور ڈھٹائی سے نعرۂ مستانہ بلند کرتا ہے کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے اور اب ہم خود انحصاری کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ لیکن ہوتا اس کے برعکس ہے۔ یہ لیڈر عوام کے سامنے زبانی کلامی تو کشکول توڑ دیتے ہیں لیکن رات کے اندھیرے میں اس توڑے گئے کشکول کے ٹکڑے الفی سے جوڑ لیتے ہیں۔ اگلے روز عوام دیکھتے ہیں کہ اس لیڈر کے گلے میں کشکول کی جگہ ڈرم ہوتا ہے اور وہ ہر ملک میں بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ خاص طور پر ہمارے غیرت مند لیڈر ان ملکوں سے زیادہ تر بھیک مانگتے ہیں جو بھیک کے لفظ سے نا آشنا ہیں۔ ہم نے لیاقت علی خان سے لیکر موجودہ حکمرانوں تک ہر ایک کو یہی دعویٰ کرتے سنا اور کشکول لٹکائے بھی دیکھا۔ کسی نے بھی کشکول نہیں توڑا بلکہ ہر ایک نے عوام کی کمر توڑی۔ ہمارے ہاں کوؤں کی طرح عوام کے ہاتھوں سے ٹکڑے اور ٹافیاں چھیننا لیڈروں کی پرانی خصلت ہے۔ ان کوؤں کی طرح جو فاختاؤں کے انڈے پی جاتے ہیں، ہمارے لیڈر غریب عوام کا خون پینے کے عادی ہیں۔ ہر کہ آمد عمارت و ساخت کے مصداق ملک کی معیشت کو مستحکم کرنیکے دعوے کئے گئے

Marfat.com

بینکوں میں پانچ ہزار تک جمع رقوم والے اکاؤنٹس کھاتے ہضم کئے گئے۔ یہ چھوٹے کھاتے عموماً بیواؤں طلباء یا ان غریب لوگوں کے تھے جنہوں نے کسی ضرورت کے لئے یہ پیسے بینکوں میں اپنے کھاتوں میں جمع کرار کھے تھے۔

ضرورت مند قرض خواہوں سے 12 سے لیکر 14 فیصد تک قرضے کی رقم پر بینک سود وصول کر رہے ہیں لیکن عوام کے کھاتوں میں جمع شدہ رقوم پر ڈھائی یا تین فیصد منافع دیا جاتا ہے۔ اس میں سے بھی اڑھائی فیصد زکوۃ کاٹ لی جاتی ہے باقی اگر کچھ بچ جائے تو اس پر ویلتھ ٹیکس کاٹ لیا جاتا ہے۔ یہ وہ حربے ہیں جن سے ہمارے ملک کی معیشت مستحکم کرنے کا منصوبہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود کشکول برابر حرکت میں ہے اور اس کشکول کے ٹوٹنے کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیتے۔ البتہ کشکول توڑنے کا دعویٰ کرنے والے خود ٹوٹ گئے۔ معاملہ تو غیرت کا ہے۔ جب کسی شخص یا قوم میں غیرت باقی نہ رہے تو اس کے کشکول میں کتے کا جوٹھا کیا سور کا جوٹھا بھی ڈال دیا جائے تو اسے کھانے میں عار محسوس نہیں ہوتی۔ آج کل ہمارے ہاں یہی روش عام ہے قومی تہواروں اور تقریبات کے مواقع پر ہمارے بچے بڑے شوق سے یہ ترانہ پڑھتے ہیں۔ ''ہم زندہ قوم ہیں پائندہ قوم ہیں'' بچے معصوم ہوتے ہیں۔ ان کو کیا پتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور حقیقت کیا ہے۔ دراصل انہیں خود فریبی کا ابھی علم نہیں ہے۔ بھیک مانگنے والی قوم یا شخص زندہ و پائندہ نہیں ہوتا۔ بھکاری مردہ ضمیر ہوتا ہے۔ اس لئے گداگر بظاہر زندہ تو ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ زندہ درگور ہوتا ہے۔

خدا کرے ہماری آئندہ نسل زندہ اور پائندہ قوم ثابت ہو۔ انشاء اللہ

Marfat.com

شب تاریک سے ہوتی ہے نمودِ سحر

ٹھیک ہے کہ انسان پہلے غاروں میں رہتا تھا پہاڑ اور جنگل اس کا مسکن تھے تو کیا ہم پھر غاروں میں لوٹ جائیں، پہاڑوں میں جا بسیں یا جنگلوں میں بسیرا کر لیں۔ اگر غاروں پہاڑوں اور جنگل کی زندگی اتنی اچھی ہوتی تو انسان ہرگز انہیں چھوڑ کر اتنی محنت اور لگن سے یہ خوبصورت بستیاں اور بڑے بڑے پر رونق شہر آباد نہ کرتا۔ ماضی کا مطالعہ ضرور کیجئے لیکن اپنے ماضی پر شرمسار یا پچھتائیں نہیں۔ انسان کو اپنے ماضی پر ہرگز نہیں پچھتانا چاہئے۔ اگر ماضی میں کچھ نہیں کر سکا یا پھر اس سے کچھ کوتاہیاں ہوئیں تو ماضی سے سبق سیکھنا چاہئے اور اپنے حال اور مستقبل کو بہتر سے بہترین بنانے کے لئے دن رات محنت کرنی چاہئے۔ انسان کی ترقی اور عظمت کا راز انتھک محنت اور لگن میں ہے۔ پست ہمتی انسان کو ذلت اور خواری کے حوالے کر دیتی ہے۔ ماضی پر پچھتاوے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہاں ماضی کو سامنے رکھنا ہوگا اور اپنے ماضی کو ہرگز نہ بھولئے۔ ایسا کرنے سے حال اور مستقبل کی تعمیر نو میں مدد ملے گی۔ اور ترقی کے راستے کھلیں گے۔ آیئے ماضی کی ایک جھلک کا مشاہدہ اور بغور جائزہ لیں۔ جاپان کے شہنشاہ اس قدر جاہل ہوا کرتے تھے کہ کشتی بنانے والے کاریگر کو تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے اونچی ذات کے لوگ وید سننے پر شودروں کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا کرتے تھے۔ ماضی میں کچھ ہی عرصہ قبل چین "افیونی ریاست" کہلاتی تھی۔ جہالت کا اس قدر دور دورہ تھا کہ میاں بیوی کے تعلقات پر پابندی عائد ہوتی رہی۔ شاہی فرمانوں کے ذریعے تعلیمی ادارے بند کئے جاتے رہے۔ انگلستان کے ولیم ٹنڈیل کو بائبل کا ترجمہ کرنے کے جرم میں زندہ جلا دیا گیا۔ یورپ کی یہ حالت تھی کہ جو پادری ساری عمر غسل نہ کرتا اسے مقدس اور قابل احترام ہستی مانا جاتا تھا۔ رابرٹ والپول طوائفوں کی سفارش پر برطانیہ کے وزیر اعظم بنے۔ ایک زمانہ تھا جب کالے کے قتل پر چند

Marfat.com

سکے جرمانہ سزا تھی۔ برطانوی استبداد کے دور میں ہندوستانیوں کے ساتھ انگریز کا ایسا ہی سلوک رہا۔ فرانس کا ایک بادشاہ ننگا دھڑنگا دربار میں آتا تھا۔ سوئٹزرلینڈ کبھی کرائے کے سپاہیوں کا کیمپ تھا۔ آج کا امریکہ بہادر کبھی غلاموں کی خرید وفروخت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اہل یورپ کالوں کے بچوں کو بھون کر کھا جایا کرتے تھے۔ صلیبی جنگوں کے دوران کئی مواقع پر وحشی صلیبی جنگجوؤں نے مسلمانوں کے گوشت کے کباب بنا کر کھائے۔ جاپان میں کبھی جہالت کا دور دورہ رہا۔ اٹلی کی اس وقت کی حکومت نے عظیم سائنسدان گلیلیو گلسلیلی کو اس لئے سزائے موت کا حکم دیا کہ وہ کہتا تھا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ گویا آج کا سپر پاور امریکہ ماضی میں غلاموں کی منڈی تھی اور آج کا ترقی یافتہ چین جو کہ دوسری بڑی سپر پاور ہے۔ نشیئوں کی سرزمین تھی اور یہ قوم سڑکوں، بازاروں، فٹ پاتھوں اور بسا اوقات باتھ روموں میں بھی گری پڑی ہوتی تھی۔ تعلیم کے حصول کو گناہِ کبیرہ کا درجہ حاصل تھا۔ آج کے برطانیہ میں بائبل کا ترجمہ کرنا جرم اور طوائفوں کی حکم عدولی قابل گرفت اور نافرمانی تصور کی جاتی تھی۔ انصاف چند سکوں کے عوض بکتا تھا۔ کسی کا یہ کہنا کہ ''زمین سورج کے گرد گھومتی ہے'' کا جرم سزائے موت تھا۔ آج کے ترقی یافتہ ممالک کا ماضی کتنا بدصورت اور خوفناک تھا۔ آخر ان کی ترقی اور تہذیب کے پس پشت کیا عوامل کارفرما تھے کہ آج وہ قابل رشک ٹھہرے ہیں۔

ماضی کے پسماندہ و تاریک معاشرے اور غیر ترقی یافتہ اقوام آج مہذب اور ترقی یافتہ کیسے بن گئیں۔ قرآن حکیم کے اوراق پلٹیئے اور غور فرمایئے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ محض علم وعرفان کی بدولت ملا۔ انسانی تہذیب وتمدن اور اقوام وملل کی ترقی یہ سب کچھ تعلیم کے فروغ اور علم وآگہی کی بدولت ہوا۔ گو کہ ہمارے ماضی کے حکمرانوں نے دیگر اقوام کے حکمرانوں کی طرح دادِ عیش دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ خصوصاً برصغیر کے مغل بادشاہوں نے اپنا زیادہ تر وقت اور دولت، حرم سرائیں سجانے اور ان میں پری صورت عورتیں جمع کرنے میں صرف کیا۔ تاج محل اور خوبصورت مقبرے تعمیر کرنے پر دولت کا وافر

Marfat.com

حصہ خرچ کرڈالا اور تعمیر ملت سے غافل رہے پھر بھی ہمارا ماضی اور تاریخ ان مہذب اور ترقی یافتہ معاشروں جیسی شرمناک اور قابل افسوس نہیں۔ آج کے ان ترقی یافتہ اور متمدن ممالک اور اقوام کی نسبت ہماری تاریخ انتہائی شاندار اور قابلِ تحسین ہے۔ ہم تو وہ خوش قسمت معاشرہ اور قوم ہیں جسے ابتداء میں ہی ایک عظیم قائد مل گیا تھا لیکن صد افسوس کہ یہ مخلص اور بے باک قیادت محض ایک سال کے بعد ہم سے چھن گئی اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ساتھ ہی یہ نوزائیدہ وطنِ عزیز یتیم ہو گیا۔ اس کو دشمن کی نظر لگ گئی۔ پھر حکمران ہی آئے کوئی خادم نہ آیا۔ بادشاہ آئے کوئی مہربان نہ آیا۔ لوٹے اور لٹیرے آئے لیکن کوئی صاحب ایمان اور باضمیر نہ آیا۔ وطنِ عزیز کے لئے عوام نے سترہ لاکھ جانوں، ان گنت عصمتوں اور مال و جائیداد کی قربانیوں کا نذرانہ پیش کیا، اس پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے طاقت کے بل بوتے پر قبضہ جما لیا۔ بیلٹ کے ذریعے مذہب کے نام پر وجود میں آنے والے وطن عزیز میں بیلٹ کے تقدس کو بری طرح پامال کیا گیا۔ عوام دشمنوں نے بیلٹ، جمہوریت اور جمہور کو جس طرح نشانہ بنایا اس کی دنیا کی تاریخ میں کم ہی مثال ملتی ہے۔ جاگیردار اور سرمایہ کار سیاست دانوں نے پاکستان کے سیاسی نظام کو ہی نہیں بلکہ ملک کے ہر ادارے کو اکھاڑ پچھاڑ کا نشانہ بنایا۔ جاگیردار اور سرمایہ دار دونوں طبقات ہمیشہ انسان اور تعلیم کے دشمن ثابت ہوئے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقات کی سیاست میں شمولیت اور سیاست کے کھیل پر غلبے نے ہر ادارے کو تباہ کر دیا۔ خصوصاً طلباء تعلیم اور تعلیمی ادارے ان لوگوں کے ہتھکنڈوں سے بری طرح تباہ ہوئے۔ طلباء کو یہ سیاسی بازیگر سیاست میں کھینچ لائے اور تعلیمی اداروں میں سیاسی مداخلت نے سب کچھ تباہ کر دیا۔ اساتذہ کی بھرتی اور تبادلوں نے میرٹ کو ختم کر دیا اور کرپشن کا عمل دخل بڑھ گیا تقرری اور تبادلے کے لئے خاص ریٹ مقرر ہوئے۔ اس طرح سیاسی مداخلت نے تعلیمی نظام کو درہم برہم کر دیا۔ شعبہ تعلیم کی انتظامیہ بے بس اور سیاست کی لونڈی بن کر رہ گئی۔ شاید ہی کوئی ادارہ ہو گا جہاں سٹاف پورا ہو گا یا تعلیمی اداروں کو مطلوب سہولتیں فراہم کی جاتی ہوں۔ سیاسی تقرریوں اور تبادلوں نے کام چوروں اور

Marfat.com

تخریب کاروں کا ایک طبقہ پیدا کر دیا جس سے تعلیم و تعلم کا نظام بری طرح متاثر ہوا۔ رہی سہی کسر سیاسی بنیادوں پر بھرتی شدہ نااہل انتظامی افسروں نے نکال دی اور کرپشن انتہا کو پہنچی۔ لائق اور محنتی اساتذہ میں احساس محرومی پیدا ہوا۔ لوٹنے اور لٹیری سیاسی قیادت نے ملک کے ہر ادارے کو تہہ و بالا کر دیا۔

غریب عوام کے بچوں کو تعلیم کی روشنی سے بے بہرہ رکھا تا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ان کو نچاتے رہیں۔ کوئی سیاسی مداری روٹی کپڑا اور مکان کا حسین نعرہ لے کر آیا۔ کسی بازیگر نے ملک کے ایک حصے کو ظالم اور دوسرے حصے کو مظلوم قرار دیکر علیحدگی کا نعرہ بلند کیا۔ ملک کا مشرقی بازو سازشوں کا شکار ہوا اور ملک سے کٹ گیا۔ اس طرح عوام رگڑے گئے اور علیحدگی پسند لیڈروں کو کسی اقتدار تک پہنچنے کا موقع ملا۔ کسی نے اسلامی نظام کے نفاذ کے دھوکے میں غریب عوام کا استحصال کیا۔ کسی نے جمہوریت کا پرچم بلند کر کے عوام کی گردنوں پر حکمرانی کی اور اس طرح ہر سیاسی بازیگر نے عوام معلم، متعلم اور تعلیم کا ستیاناس کیا۔ تعلیم کی کمی کے باعث ہر دور میں ملک کو تباہی سے دوچار کیا۔ تعلیم کے میدان میں سری لنکا جیسا چھوٹا سا ملک ہم سے بہت آگے ہے جبکہ کرپشن میں ہمارا ملک دنیا بھر میں پانچویں نمبر پر ہے۔ اس فیلڈ میں ہم تیز رفتاری سے آگے ہی بڑھ رہے ہیں۔ امید ہے بہت جلد ہمارا ملک پہلے نمبر پر آ جائے گا۔

تعلیم سے بے بہرہ معاشرے میں الیکشن عوام کے لئے میلے ٹھیلے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور سیاست دانوں کے لئے الیکشن محض کشتیوں کا اکھاڑہ ہیں۔ ہر نیا حکمران مسیحا بن کر لوٹوں اور لٹیروں کے جھرمٹ میں آتا ہے۔ عوام اس کے نعرے لگاتے لگاتے تھک جاتے ہیں۔ اس کو دیکھنے کے لئے ترس جاتے ہیں۔ ہر نیا آنے والا سپنا دکھا کر سکرین کے پیچھے غائب ہو جاتا ہے۔ وطنِ عزیز کی عمر نصف صدی سے کچھ زیادہ ہو گئی ہے۔ قرضوں اور غیر ملکی خیرات پر اس ملک کی کشتی چل رہی ہے تعلیمی ترقی کا تناسب اور گراف بسیار دعووں کے باوجود 26 سے آگے نہیں بڑھ پایا۔ تعلیمی ترقی کا تناسب حوصلہ شکن ہے تعلیم پر ملکی بجٹ

Marfat.com

کا ایک فیصد خرچ کیا جا رہا ہے۔ پورے ملک میں صرف ایک ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں جو ملکی ترقی کے لئے تعلیم کی کمی کو محسوس کر پائے ہیں۔ آپ تعلیمی ترقی کے لئے ملک بھر میں منہاج القرآن تعلیمی ادارے قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کا نعرہ ہے ''چراغ علم جلاؤ بڑا اندھیرا ہے'' بلاشبہ تعلیمی ترقی کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ ایسا ملک جہاں تعلیم عام اور سستی نہ ہو اسے اندھیر نگر کا نام ہی دیا جاتا ہے۔ گرچہ ملک میں جہالت کی تاریکی کا دور دورہ ہے لیکن شبِ تاریک سے صبحِ تاباں کا ظہور ضرور ہو گا۔ شبِ تاریک میں کوئی نہ کوئی کبھی نہ کبھی چراغ علم روشن کرنے والا ضرور آئے گا۔

Marfat.com

محبت چیز ہے کیا

جنوبی افریقہ کے عظیم سیاہ فام لیڈر نیلسن منڈیلا کو کون نہیں جانتا۔ انہوں نے جنوبی افریقہ کے سیاہ فام عوام کے حقوق اور آزادی کے لئے طویل عرصہ تک جنگ لڑی اور سفید فام اقلیتی حکومت کے لئے درد سر، لوہے کا چنا اور چیلنج بنے رہے۔ انہیں سیاہ فام عوام کی آزادی کی جدوجہد کے دوران مصائب و مشکلات اور ابتلاؤں سے گزرنا پڑا۔ انہیں جیل یاترا بھی کرنی پڑی وہ 27 سال تک سفید فام اقلیتی حکومت کے ہاتھوں قید و بند کے کٹھن مراحل سے گزرے۔ قید و بند کی صعوبتیں انہیں جھکا نہ سکیں۔ آخر کار ان کی انتھک جدوجہد رنگ لائی۔ انکے دم قدم سے سیاہ فام عوام آزادی سے ہمکنار ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ نیلسن منڈیلا جب یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے تو ڈیزی نام کی ایک سفید فام طالبہ جو اپنی خوبصورتی کی بنا پر "Fency Doll" کے نام سے مشہور تھی۔ نیلسن کی محبت میں گرفتار ہوگئی۔ ڈیزی بسا اوقات اپنے ہم جماعت طلباء سے نیلسن کی بے رخی اور اپنی محبت کا اظہار کرتی اور اپنی یک طرفہ محبت پر پیچ و تاب کھاتی لیکن نیلسن منڈیلا اپنے سیاہ فام عوام پر سفید فام اقلیتی حکومت کے ہاتھوں ڈھائے جانے والے مظالم پر پریشان رہتا۔ اسے ڈیزی سے بالکل محبت نہ تھی۔ اسے محبت تھی تو صرف اپنے سیاہ فام لوگوں سے تھی۔ نیلسن اس سفید چمڑی والی گڑیا سے کبھی متاثر نہ ہوا جس کے ہم قوم سیاہ فاموں پر ظلم ڈھا رہے تھے۔

ایک دفعہ نیلسن اور ڈیزی یونیورسٹی سے واپس آرہے تھے۔ کہ پولیس اور سیاہ فام افراد کے احتجاجی جلوس کے مابین تصادم ہوگیا۔ پولیس نے سیاہ فام افراد کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا وہ اپنی جگہ لیکن نیلسن منڈیلا ایک نوعمر سیاہ فام لڑکی پر پولیس تشدد نہ بھول سکا جس کے نتیجے میں وہ سڑک پر تڑپ تڑپ کر دم توڑ گئی تھی۔

نیلسن تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے سیاہ فام عوام کے حقوق کی جنگ لڑتے

Marfat.com

رہے۔اپنے عوام کی خاطر انہیں 27 سال تک جیل کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔آخر نیلسن کی جدوجہد رنگ لائی اور ان کا ملک سفید فام اقلیتی حکومت کے چنگل سے آزاد ہو گیا۔جیل سے رہائی کے بعد نیلسن گھر پہنچے تو ڈیزی بھی ان سے ملنے آئی۔ڈیزی نے منڈیلا سے کہا "آپ کو وہ لمحات یاد ہیں جو ہم یونیورسٹی میں اکٹھے گزارا کرتے تھے۔منڈیلا نے سرد آہ بھری اور کہا"۔ وہ لمحات مجھے کچھ زیادہ یاد نہیں ،البتہ وہ منظر میں ابھی تک نہیں بھول سکا جب سفید کتوں نے سرعام ایک سیاہ فام گڑیا کو نوچ ڈالا تھا"۔

ایک عظیم قومی لیڈر وہی شخص ہوتا ہے جو غیرت مند ہو اور جس کے دل میں قوم کے لئے محبت اور عزت کا جذبہ ہو۔جس کے دل میں قوم کا درد ہو نہ کہ اغیار کی محبت موجزن ہو۔ نیلسن منڈیلا کی عظمت کو سلام۔نیلسن کی غیرت ملی کو سیلوٹ جس نے اپنے دل میں سفید چمڑی والی ڈیزی کی محبت کے لئے جگہ نہ دی اور اس کی بجائے سفید فام کتوں کے ہاتھوں تشدد سے سڑک پر تڑپ تڑپ کر دم توڑنے والی ہم قوم نوعمر سیاہ فام لڑکی کو دل سے کبھی نہ بھلایا بلکہ اس کی موت کے خونی منظر کو ہر وقت یاد رکھا۔سفید فام کتوں کے ہاتھوں وحشیانہ تشدد سے ہلاک ہونے والی سیاہ فام گڑیا کی تڑپتی لاش نے نیلسن منڈیلا کو رلا دیا اور اس کی غیرت کو ایسا جگایا کہ وہ اس معصوم گڑیا کے تڑپتے لاشے کو کبھی نہ بھلا سکا۔

غیرت زندہ باد غیرت کو ہزار بار سلام اور نیلسن منڈیا کی عظمت کو سلام جس نے اس مادی دور میں غیرت کو زندہ رکھا۔غیرت کا پرچم بہت اونچا کر دیا۔

سفید فام کتوں (جن کا اندر سیاہ ہے) نے ہر جگہ ظلم وجبر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔یہ خوں خوار سفید فام وحشی کتے انسانوں کا خون چاٹتے پھرتے ہیں۔ان کا نشانہ کمزور اقوام بالخصوص مسلمان ہیں۔ہر روز ان کے ہاتھوں کتنے معصوم انسانوں کے لاشے گرتے ہیں اور کتنے معصوم بچوں کا خون ان کے ہاتھوں ہوتا ہے کتنے سہاگ آئے دن اجڑتے ہیں اور کتنے بچے یتیم ہوتے ہیں۔سڑکوں پر خون میں لت پت تڑپتی لاشیں کسی نیلسن منڈیلا کے انتظار میں ہیں۔امت مسلمہ میں دور دور تک کسی نیلسن منڈیلا کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔کوئی

Marfat.com

بھی تو نہیں جس کے دل کو تڑپتے لاشے رلا سکیں۔ غیرت ملی کا جذبہ جگا سکیں۔ ہر طرف مایوسی اور محرومی کے مہیب سائے پھیلتے جا رہے ہیں۔ تاریکی بڑھتی جا رہی۔ ظلم کی آندھی ہر لمحہ بڑھتی جا رہی ہے۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے۔ سیاستدانوں کے ڈیرے جرائم پیشہ لوگوں کی آماجگاہیں پناہ گاہیں اور تربیت گاہیں ہیں۔ لوٹ گھسوٹ، چوریوں اور ڈکیتیوں نے مظلوم عوام کی کمر توڑ دی ہے۔ کوئی پرسانِ حال نہیں۔ لوگوں کی نگاہیں آسمانوں کی طرف اٹھنے لگی ہیں۔ وہ وقت ظالموں کے لئے بہت برا ہوتا ہے جب مظلوم عوام کی نگاہیں آسمانوں کی طرف اٹھنے لگتی ہیں۔ آسمانوں والا مظلوموں کو مایوس نہیں کرتا۔ جب خدا کا قہر و غضب حرکت میں آتا ہے تو مسیحیت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے فرعونوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ موجودہ فرعونوں اور نمرودوں نے دنیا بھر میں دہشت گردی کا بازار دہشت کے نام پر گرم کر رکھا ہے۔ آسمانوں والے کو سب علم ہے۔ فرعونوں کی فریب کاری اور مکاری سب پر عیاں ہو چکی ہے۔ کچھ ہونے والا ہے۔ کوئی عنقریب سلطان صلاح الدین ایوبی کسی گوشے سے نمودار ہو کر رہے گا۔ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ اے اللہ ظالم اور ظلم کو مٹا دے اور زمین کو انصاف سے بھر دے۔

Marfat.com

گورکھ دھندا

دنیا میں جسے دیکھو اس نے کوئی نہ کوئی دھندا شروع کر رکھا ہے۔ ہر ایک کا موقف ہے کہ دھندا کیے بغیر کام نہیں چلتا، روٹی نہیں ملتی، دولت جمع نہیں کی جا سکتی اور سٹیٹس قائم نہیں رہ سکتا۔ اصل مسئلہ دال روٹی کا نہیں سٹیٹس کا ہے۔ ہر کوئی سٹیٹس کے چکر میں ہے۔ سٹیٹس کے لئے دولت کا ہونا ضروری ہے۔ سٹیٹس کے چکر میں ہر کوئی دوسروں سے آگے نکل جانے کے لئے کوشاں ہے۔ لیکن سٹیٹس کے لئے کوئی نہ کوئی دھندا ضروری ہے۔ کالا دھندا، گوشت کا دھندا اور گورکھ دھندا۔ بعض اوقات حکومت کو کالے دھندے سے کمائے ہوئے کالے دھن کو سفید دھن میں بدلنے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ میرے خیال میں حکومتی سطح پر یہ دھندا ہی ہے۔ دھندوں کے تمام سلسلوں کا نام گورکھ دھندا ہے دکاندار ملاوٹ اور ہیرا پھیری کے ذریعہ کماتا ہے یہ بھی دھندا ہے۔ استاد دل جمی سے پڑھاتا نہیں اور طلباء پڑھنے سے جی چراتے ہیں۔ یہ بھی دھندے کی ایک طرز اور قسم ہے۔ ڈاکٹری کا پیشہ بہت مقدس ہے اسے مسیحا کا نام دیا گیا ہے لیکن اساتذہ کی طرح ڈاکٹرز نے بھی اکیڈمی کی جگہ کلینک سجا رکھا ہے سرکاری ڈیوٹی سے زیادہ اس کی توجہ کلینک پر زیادہ ہوتی ہے۔ مریضوں کا خون نچوڑنا ڈاکٹر کا اولین فرض ٹھہرا ہے۔ وکیل کے دھندے سے تو شیطان بھی شرمانے لگا ہے۔ علماء نے دین فروشی کا دھندا شروع کر دیا ہے۔ فقیروں نے فقر چھوڑ کر دنیا داری کا دھندا اپنا لیا ہے۔ کوئی سبز چغے میں تو کوئی سیاہ چغے میں ملبوس خدا کے در کی بجائے مخلوق کے دروازوں پر دستک دیتا پھرتا ہے اس طرح فقراء نے فقیری کو دھندا بنا لیا ہے۔ پیروں نے ہدایت بانٹنے کی بجائے مریدوں کا خون چوسنا شروع کر دیا ہے۔ پیر مر جائے تو اس کی اولاد خواہ منشیات کی عادی ہو یا منشیات کا دھندا کرتی ہو، پیر کی ایسی اولاد بھی پیر ہی سمجھی جاتی ہے۔ مرید اس پر جان و مال نچھاور کرتے ہیں اگر کوئی نیک نام اور صالح پیر مر جائے تو اس

Marfat.com

نیک اور صالح پیر کا مزار شریف اس کے گدی نشینوں کے لئے کاروبار کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ بڑا ہی پرکشش دھندا ہے۔ اس میں پیر اور مرید کے لئے سکینت ہی سکینت ہے۔ لوگ سیاست کو عبادت کا نام دیکر دھندا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ دھندا بہت مہنگا اور بڑا مشکل ہے تاہم جو جلال و تمکنت اس دھندے میں ہے کسی اور دھندے میں نہیں۔ پہلے زمانے میں عصمت فروشی کے لئے دھندے کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ اب یہ لفظ ایمان فروشی، ضمیر فروشی، علم فروشی، عدل فروشی ملت فروشی ملک فروشی اور ہر قسم کی کرپشن کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔ غلط ذرائع سے دولت کا حصول کرپشن کہلاتا ہے۔ حصولِ دولت و ثروت کا ہر ذریعہ دھندا ہے اور ان سب دھندوں کو گورکھ دھندا کہا جانے لگا ہے۔ اس کی خوبصورت سی جھلک حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب کشف المحجوب میں دی گئی ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں رقم طراز ہیں کہ "میں نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ کسی نے وجہ دریافت کی تو میں نے جواب دیا سلاطین کو تلوار دی گئی تو وہ انہوں نے ظلم و ستم اور علاقوں کے لالچ میں ناجائز استعمال کرنا شروع کر دی۔ علماء کو علم دیا گیا تو انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ فقراء کو فقیری ملی تو انہوں نے اسے کاروبار بنا لیا۔ بس! ان تینوں کے سوگ میں میں نے سیاہ لباس پہن لیا"۔

عالم کو علمیت کے ہائی درجے کے بخار نے فخر و غرور میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور وہ جاہلوں کی سی حرکتیں کرنے لگا ہے۔ لاؤڈ سپیکر پر اس کی چیخ و للکار اور طرب بیانیوں کا اپنا ہی رنگ ہوتا ہے وہ مذہب پر احسان چڑھاتا ہے اور کفر کے فتوؤں کا بازار گرم کرتا ہے۔ طالب علموں، مریضوں، ضعیفوں عبادت گزاروں اور بچوں کو رات گئے تک اپنی طرب بیانیوں سے بے زار اور ڈسٹرب کرتا ہے۔ سپیکر کے سامنے آ کر علم کی گرمی اسے جاہل بنا دیتی ہے۔

جب وہ تبلیغ پر تیار ہوتا ہے تو جوان بیوی معصوم بچوں اور بیساکھیوں کے بل چلتے والدین کے حقوق کو نظر انداز کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر وہ

Marfat.com

خدا کو خوش کرنے پر اتر آتا ہے اور لوگوں کی عملی زندگی کو موت کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ اس طرح عالم معاشرے کا عضوِ معطل بن گیا۔ لوگوں کی فرقوں میں تقسیم اس کا وظیفۂ حیات ٹھہرا جسے وہ بہت بڑا کارنامہ سمجھ بیٹھا اور خود کو فرشتہ سمجھنے لگا۔ عالم کی اس حماقت نے اسے جاہلوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ اگر اس کی کوئی وضاحت پوچھ بیٹھے تو تجا تلا طعنہ دیا جاتا ہے۔ کہ تم لوگ ہی یہ ظلم کرتے ہو کہ جو بچہ انگریزی سکول نہیں جا سکتا اور کسی کام کا نہیں ہوتا اسے مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے درسگاہ چھوڑ آتے ہو اور پھر امید کرتے ہو کہ وہ معاشرے میں اہم کردار ادا کرے۔ بتاؤ قصوروار تم لوگ ہو یا عالم؟ نت نئی اختراعات، نئی راہیں اور بدعات عالم کا پیشہ بن گیا۔

درویشوں اور فقیروں کے فقر کا یہ عالم ہے کہ کسی نے سیاہ تو کسی نے سبز اور کسی نے سرخ رنگ کا لمبا چغہ زیب تن کر لیا ہے۔ کسی کے سر کے بال سرے سے غائب ہیں یعنی سر منڈوا رکھا ہے اور کسی کے سر کے بال لمبے ہیں گویا کہ چغہ کسی کا لال ہے روٹی کے واسطے اور لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے۔ کسی بزرگ کی قبر پر ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں۔ کونڈا ڈنڈا زندہ باد۔ ایک بڑے سے کونڈے میں لمبے ڈھنڈے سے جس کے سرے پر گھنگرو بندھے ہیں، بھنگ رگڑی جا رہی ہے اور دس بیس درویش جمع ہیں۔ پیالے بھر بھر کر سردائی پی جا رہی ہے اور مستی میں نعرے لگ رہے ہیں "پیتیاں رب نال گلاں کیتیاں" یا پھر حیدر حیدر یا علی کے نعرے سارا دن بلند ہوتے ہیں۔ بھوک لگی تو مانگ تانگ کر پیٹ بھر لیا اور پڑے سو رہے۔ پھر ان فقیروں کی نسلوں کا نام ہی فقیر پڑ گیا۔ گھر گھر سے مانگنا ان کا وراثتی پیشہ اور کاروبار بن گیا۔ ان فقیروں اور بھنگ نوش درویشوں میں سے کوئی مر جائے تو قبر پر سبز رنگ کا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ ہر جمعرات کو چڑھاوے چڑھتے ہیں۔ قوالی ہوتی ہے اور بابا جی کے مزار پر ان کا عرس منایا جاتا ہے اور میلہ بھی لگتا ہے۔ مرد و زن بچے بوڑھے بابا جی کے مزار کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ لنگر تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ گویا فقر کا فقیروں کی حرص و ہوا نے جنازہ نکال دیا۔ فقر کے دعویداروں میں سے کوئی پیر بن بیٹھا تو کوئی مرشد۔ پھر حلوے

Marfat.com

منڈے اور مرغیوں کے دور چلنے لگے۔ جہالت اور غربت کے مارے انسانوں کے خون پسینے کی کمائی سے بھیڑیئے پلنے لگے۔ ان نام نہاد مرشدوں کو رزق فراہم کرنے والے غریب کسان اور مزدور ان ہی سے اولاد اور رزق مانگنے لگے۔ یہ لوگ بھول گئے کہ جن کا پیٹ وہ کمائی سے بھرتے ہیں وہ انہیں کیا عنایت کر سکتے ہیں جو اپنا پیٹ نہیں پال سکتے وہ کسی کو کیا خاک دے سکتے ہیں۔

دنیا نے اتنی ترقی کر لی ہے لیکن ہمارا معاشرہ اب بھی جہالت میں ڈوبا ہوا ہے خدا پرستی کم اوہام پرستی اور پیر پرستی زیادہ ہے۔ جب کوئی نام نہاد پیر کسی گاؤں، کسی شہر یا محلے میں جلوہ افروز ہوتا ہے تو یہ منظر قابلِ دید ہوتا ہے۔ راستے جھنڈیوں اور دروازوں سے سجائے جاتے ہیں۔ پیر صاحب اپنے خاصانِ خاص کے جلو میں نازک خرامی سے آگے آگے چلتے ہیں۔ در و دیوار اللہ، اللہ کی آوازِ دلربا سے گونج اٹھتے ہیں۔ ہجوم بڑھتا جاتا ہے۔ پیر صاحب سٹیج پر تشریف فرما ہوتے ہیں کیا شانِ جلالی ہے۔ خیمے لگے ہیں قالین بچھے ہیں۔ پنڈال کو جھنڈیوں، سہروں اور قمقموں سے دلہن کی طرح سجایا گیا ہے۔ ٹینٹ سروس والوں نے اپنے کمالات کا خوب مظاہرہ کر رکھا ہے۔ ان انتظامات پر لاکھ سے کچھ زیادہ ہی خرچہ کیا گیا ہو گا۔ پیر صاحب کی خوبصورت شخصیت، قابلِ رشک صحت اور قیمتی ملبوس نے انہیں مریدوں کے لئے پر کشش بنا دیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے آسمان سے کوئی فرشتہ زمین پر اتر آیا ہو۔ پیر صاحب کی شان و شوکت اور جاہ و جلال قابل دید ہے لیکن اس میں ان کا اپنا کمال ذرا بھی نہ تھا بلکہ یہ سارا کمال تو مریدین کی کمائی کا تھا۔ جس نے پیر صاحب کی صحت اور زیب تن قیمتی لباس کو پر شکوہ بنا دیا تھا۔ جونہی تقریبات کا آغاز ہوتا ہے نوٹوں کا کھیل کھیلا جانے لگتا ہے۔ مریدین حسب استطاعت پیر صاحب کی خدمت میں باری باری نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ مریدوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ سب سے پہلے ایک مرید اور زرد رنگ چہرے والا مریض کھانستا لڑکھڑاتا ایک ہاتھ سینے پر رکھے دوسرے ہاتھ میں پچاس پچاس روپے کے دو نوٹ تھامے ہوئے آتا ہے۔ میلے کچیلے کپڑے، لاغر اور نحیف بدن شکل و شباہت سے کسی فیکٹری

Marfat.com

یا بھٹے کا مزدور لگتا تھا یا پھر غریب کسان ہوگا۔ وہ برابر کھانس رہا تھا۔ وہ آگے بڑھتا ہے اور پیر صاحب کے سامنے دوزانو ہو کر بڑے ادب سے بیٹھ جاتا ہے اور پیر صاحب کے دستِ مبارک کو بوسہ دیتا ہے۔ پیر صاحب اپنی کراہت کو چھپاتے ہوئے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیتے ہیں۔ پیر صاحب دونوں نوٹ ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ بے چارہ غریب مزدور پورے دن کی کمائی پیر صاحب پر نچھاور کر کے الٹے پاؤں واپس ہوتا ہے۔ مرید کے چہرے پر رونق کے آثار پیدا ہیں گویا اسے یقین ہو گیا ہو کہ اس کی قسمت چمک اٹھے گی۔ اس کے دن ضرور بدلنے والے ہیں کیونکہ اس نے اپنے مرشد کو خوش کر لیا ہے پھر ایک نوجوان طالب علم پیر صاحب کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ لگتا ہے اس نے حال ہی میں امتحان دیا ہو۔ اور وہ پیر صاحب سے اپنی کامیابی لینے آیا ہو۔ اس نے کچھ نوٹ پیر صاحب کو تھما دیئے ہیں جو پہلے سے پڑے پیسوں کی ڈھیری میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ نوجوان پیر صاحب کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیتا ہے۔ واپسی پر خاصا مطمئن نظر آتا ہے جیسے اسے یقین ہو کہ وہ فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے بعد ایک اور نوجوان آتا ہے جو تعلیم یافتہ لگتا ہے۔ چہرے کی پریشانی بتاتی ہے کہ بے چارہ بے روزگار ہے۔ وہ گھر سے لائے ہوئے کچھ پیسے پیر صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ جو والدین سے مانگ کر لایا ہوگا تا کہ پیر صاحب کی دعا سے اسے جاب مل جائے۔ واپسی پر وہ خاصا مطمئن نظر آتا ہے۔ چہرے کی پریشانی بھی کافور ہے۔ گویا اسے یقین ہو کہ پیر صاحب کی دعا سے اسے نوکری مل جائے گی۔

اس کے بعد ایک اور آدمی آتا ہے اس کے ساتھ اس کی بیوی ہے۔ ان کی پریشانی سے پتہ چلتا ہے یہ جوڑا بے اولاد ہے۔ میاں بیوی آداب بجا لاتے ہیں۔ پیر صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں۔ پیر صاحب مریدنی پر غور سے دیکھتے ہیں اور پانی پر دم کر کے پینے کو کہتے ہیں۔ مریدنی سارا پانی پی جاتی ہے۔ میاں بیوی بڑے ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔ گویا جلد ان کی گود ہری ہو جائے گی اور ویران آنگن کی رونق لوٹ آئے گی۔ نوجوان

Marfat.com

خوشی سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ پیر صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ ادب سے
واپس ہوتا ہے۔ پھر ایک لیڈر ٹائپ شخص اپنی نشست سے اٹھتا ہے اور ذرا سنبھلتے ہوئے
خراماں خراماں پیر صاحب کی طرف بڑھتا ہے چہرے کی رعونت بتاتی ہے کہ جاگیردار ہے
ووٹوں کے چکر میں پیر صاحب کے چرنوں کو چھونے آیا ہے۔ چہرے کے خدوخال سے
معلوم ہوتا ہے کہ خاصا لوٹا لفافہ سیاستدان ہے جس نے کئی بار ملکی وسائل کو لوٹا ہوگا۔ اپنے
ذاتی مفادات کی خاطر نہ جانے کتنی بار کتنے ملکی اور قومی مفادات کو قربان کیا ہوگا۔ کتنی بار
ملک کے وسائل کو لوٹا ہوگا اور قانون سازی کی بجائے قانون شکنیاں کی ہوں گیں۔ جس
سے اس کا اپنا چہرہ شکنوں سے معمور ہے۔ اس کی شخصی وجاہت اور سٹیٹس اسے پیر صاحب
کے چرنوں میں گرنے پر ملامت کرتا ہے لیکن وہ بادل نخواستہ سب سے بڑے ووٹ بینک
کے منیجر کے سامنے جھکنے میں ہی سیاسی عاقبت سمجھتا ہے۔ واپسی پر وہ بہت مطمئن ہے کہ
ہزاروں ووٹ پیر صاحب کی برکت سے اس کے حصے میں آئیں گے۔ جاتے جاتے وہ
نیلے نوٹوں کی ایک دتھی پیر صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور چلتا بنتا ہے۔

ایک ویل ڈریسڈ (Well Dressed) بارعب آدمی بڑے تمکنت سے چلتا ہوا
صاحب کے سامنے سیس نواتا ہے۔ کوئی اچھا بھلا افسر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے چہرے سے
محسوس ہوتا ہے کہ رشوت سمیٹنے کا فنکار ہوگا۔ لگتا ہے اس نے سرکاری ذرائع کا بے دریغ
استعمال کیا ہوگا اور خوب گھپلے کئے ہوں گے۔ وہ پیر صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے اور
پھر بڑے ادب سے ہزار ہزار والے نوٹوں کا ایک پیکٹ پیش کرتا ہے۔ یہ اندازاً لاکھ دو لاکھ
کی رقم ہوگی۔ اس کرپٹ آفیسر کی پیر صاحب کی نظر کرم سے اب تک بات بنی ہوئی ہے
کسی ایجنسی کی کیا مجال کہ اس کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ پیر صاحب کی نظر کرم
فیضان سے وہ پوری طرح مطمئن نظر آتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ اب اس پر برکتوں
برسات ہوگی۔

پیر صاحب تھے کہ ان کے گرد کرپٹ اور قسمت کے مارے لوگوں کا ہجوم تھا۔ نوٹوں

Marfat.com

ڈھیر کافی حد تک بڑھ چکا تھا۔ پیر صاحب کے چیلے دونوں ہاتھوں سے بوریوں میں سمیٹ رہے تھے۔

اس کے بعد آتش بازی کا کھیل شروع ہوا۔ کسی من چلے عقیدت مند سرمایہ کار نے اس کا بندوبست کر رکھا تھا۔ آتش بازی ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ پورا علاقہ روشنی کے بعد دھواں دھواں ہو چکا تھا۔ پٹاخوں کے شور سے گلوخلاصی ہو گئی تھی۔ سرمایہ دار لاکھوں روپے کی آتش بازی کے کھیل کے بعد مطمئن تھا اب تو اسے پورا یقین تھا کہ پیر صاحب کی برکت سے اس کی فیکٹریوں کی تعداد میں اگلے سال تک اضافہ ہو جائے گا اور آئندہ سال اس سے بھی زیادہ رقم کی آتش بازی کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے گی۔

پیر صاحب کے چیلے چانٹے ساری کرنسی بوریوں میں بھر چکے ہیں۔ اب آگے آگے پیر صاحب اور پیچھے پیچھے ان کے کرنسی بردار۔ پیر صاحب حجرے میں داخل ہوئے ہیں جہاں نوجوان مریدنیاں اسے دبانے کی سعادت حاصل کرنے کی منتظر ہیں۔ سبھی لوگ خوش بختی سمیٹ کر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں لیکن وہاں تو خوش بختی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے بلکہ وہی پریشانیاں اور ویرانیاں منہ کھولے ان کی منتظر تھیں۔

سلاطین کی تلوار اور ان کے لاؤ لشکر دوسرے کے وسائل اور علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے ہی بھائی بندوں کا خون چاٹنے میں محو ہیں۔ یہ لوگ کمزور ملکوں کے وسائل اور بے گناہ انسانوں کی لاشوں پر اپنا اقتدار اور حکومت کو مستحکم کرنے میں مصروف رہے۔ ان لوگوں نے کمزوروں کی دولت پر شاندار محل اور عشرت کدے قائم کیے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ فلک بوس عمارتیں ان میں پڑا فرنیچر اور سرخ قالین کمزور انسانوں کے خون اور ہڈیوں سے سجے ہیں۔ سلاطین اور ان کے چیلے چانٹوں کے محلات تو خوب سجے ہیں اور عشرت کدے ہیں لیکن باقی ہر طرف دھواں اور سوگ ہی سوگ ہے۔ کسی کو فٹ پاتھوں پر سونے والوں کا احساس نہیں۔ کسی کا دھیان ان بدقسمت انسانوں کی طرف نہیں جو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنی کٹیاؤں میں دواؤں اور صحت کی سہولتوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے مر رہے ہیں۔

Marfat.com

ذہین طلباء مگر وسائل سے محروم فیکٹریوں میں مزدوری کرنے پر مجبور ہیں۔ اور ان بیواؤں کا کوئی پرسانِ حال نہیں جن کی جوان عمر بیٹیاں وسائل نہ ہونے کی بناء پر گھروں کی دہلیز پر بوڑھی ہو رہی ہیں۔ اللہ اللہ وطنِ عزیز جو مساوات، رواداری، اخوتِ اسلامی اور عدل و انصاف کے اسلامی اصولوں کے نفاذ کے لئے حاصل کیا گیا ہے کو دیمک چاٹ رہی ہے۔ کتنا خوبصورت ملک ہے اور کتنے بدبخت لوگ ہیں جو اسے دن رات چاٹنے میں مصروف ہیں اور انکو مجبور لوگوں کا ذرا بھی خیال نہیں۔ ہر کوئی کسی نہ کسی گورکھ دھندے میں مگن ہے نہ کسی کو ملک کا خیال اور نہ ہی عوام کی کسمپرسی پر دھیان۔

Marfat.com

اللہ کا بندہ

پیغمبر خدا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وسیع و عریض سلطنت عطا فرمائی تھی۔ آپ کے حکم کے سامنے جن و انس سرافگندہ رہتے۔ پرندے قطار اندر قطار اشارے کے منتظر ہوتے اور ہوا کا وسیع کرہ بھی آپ کے زیرنگین کر دیا گیا تھا۔ آپکا لشکر تین حصوں پر مشتمل تھا جو اس عظیم سلطنت کے دفاع پر مامور تھا۔ اس میں جن انسان اور پرندے شامل تھے۔ آپ جن وانس اور پرندوں پر مشتمل فوجی دستوں پر، ایک بے دار مغز اور مدبر فرمانروا ہونے کی وجہ سے کڑی نگاہ رکھتے تھے تاکہ فوجی نظم وضبط میں کسی قسم کی گڑبڑ پیدا نہ ہو۔ آپ نے ایک روز پرندوں کے دستے کا جائزہ لیا تو ہدہد کو غیر حاضر پایا۔ آپ جیسا مدبر اور منتظم فرمانروا یہ کب گوارا کر سکتا تھا کہ آپ کی اجازت کے بغیر آپ کا کوئی لشکری جدھر چاہے چلا جائے۔ آپ نے از راہ حیرت فرمایا کہ آج ہدہد دکھائی نہیں دے رہا۔ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔ اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان نہ کی تو اسے فوجی ڈسپلن کی خلاف ورزی کرنے کے سنگین جرم کے باعث عبرتناک سزا دی جائے گی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہدہد حاضر ہو گیا۔ اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کرتے ہوئے عرض کی کہ میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کا پہلے آپ کو علم نہیں۔ میں سبا کے ملک میں گیا تھا اور وہاں کے حالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ ملک سبا پر ایک عورت حکمران ہے۔ ملک کا دفاع بڑا مضبوط ہے۔ ہوا پاکیزہ ہے اور انواع واقسام کے لذیذ پھل بکثرت پائے جاتے ہیں وہاں نہ مکھی ہے نہ مچھر۔ دو پہاڑوں کے درمیان ایک زبردست بند تعمیر کیا گیا ہے۔ ہدہد نے ملک سبا کے حالات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ملکہ سبا (بلقیس) کا ایک عظیم الشان تخت ہے اور قوم سبا اللہ تعالیٰ کی بجائے سورج کی پرستش کرتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پوری تحقیق کریں گے کہ تیرا بیان غلط ہے یا

Marfat.com

درست۔ آپ نے ایک خط لکھ کر ہدہد کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ خط لے جا کر ملکہ بلقیس کے حوالے کرے۔ آپ نے ہدہد کو ہدایت فرمائی کہ مکتوب دے کر یونہی واپس نہ پلٹ آنا بلکہ اس بات پر کڑی نگاہ رکھنا کہ ملکہ سبا اور اس کے درباری اس بارے میں کیا گفتگو کرتے ہیں۔

ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھیجا ہوا مکتوب پڑھا اور سردارانِ قوم کا اجلاس بلا لیا۔ ان کو بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط بھیجا ہے جس کا متن ہے" میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے۔ تم لوگ میرے مقابلے میں غرور و تکبر نہ کرو اور میرے پاس فرماں بردار بن کر چلے آؤ"۔

ملکہ نے مکتوب پڑھ کر اپنے مشیروں سے مشورہ طلب کیا اور ان سے رائے چاہی۔ اہل الرائے جو اجلاس میں موجود تھے نے کہا کہ ہم لوگ بڑے طاقتور اور جنگجو ہیں اور جنگ کی صورت میں ہم بہادری اور مردانگی کے جوہر دکھائیں گے لیکن اس کا حتمی اور قطعی فیصلہ وہ ہو گا جو آپ کریں گی۔ ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے بسر و چشم تیار ہیں۔ ملکہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت و جبروت اور ان کے عظیم لشکر کا اندازہ یقیناً ہو چکا ہو گا۔ اس لئے اس نے اپنے مشیروں کو بتایا کہ اتنے بڑے بادشاہ کا مقابلہ کر کے ہم اپنی ہلاکت و بربادی کو دعوت دینے کی حماقت نہیں کر سکتے۔ کوئی اور تدبیر ہی کرنا ہو گی۔ ایسے عظیم بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنا دانشمندی نہیں لیکن یونہی اس کے دین کو قبول کر لینا معقولیت سے بعید ہے۔ میں ہدیہ دیکر قاصد کو اس کے پاس بھیجتی ہوں۔ اس کے رد یہ سے پتہ چل جائے گا کہ وہ بادشاہ ہے یا نبی۔ اگر وہ بادشاہ ہوا تو اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے جو بادشاہ بادشاہوں سے کرتے ہیں۔ اگر نبی ہوا تو بھی معلوم ہو جائے گا۔

جب بلقیس کا بھیجا ہوا قاصد ہدیہ لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہدیہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو اپنی دولت و ثروت پر بڑا گھمنڈ ہے اور اپنے جواہرات سے بھرے ہوئے خزانوں پر اتراتے ہو اور میری طرف یہ تحفہ بھیج کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ آپ نے بڑی ہی

Marfat.com

قیمتی اور نادر چیزیں میری طرف بھیجی ہیں لیکن کان کھول کر سن لو میری نظر میں آپ کے ان تحائف اور نوادرات کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں۔ جو خزانے اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی ہیں ان کے سامنے یہ سب ہیچ ہیں۔ انہیں اپنی ملکہ کے پاس لے جاؤ اور اسے میری طرف سے صاف صاف بتادو کہ اگر آپ لوگوں نے سورج کی پرستش سے توبہ کر کے میرے لائے ہوئے دین کو قبول نہ کیا تو میں ایسا لشکرِ جرار لے کر تم پر چڑھائی کروں گا جس کا تم مقابلہ نہ کرسکو گے۔ ملکہ بلقیس کا قاصد تحائف کے ساتھ واپس روانہ ہوا اور اس نے ملکہ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ملکہ سمجھ گئی آپ بادشاہ نہیں ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہے لیکن ایمان لانے سے پہلے وہ آپ اور آپ کے احوال کا مشاہدہ کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ شاہی تزک واحتشام کے ساتھ وہ آپ کی طرف روانہ ہوتی ہے جب وہ قریب پہنچ گئی تو آپ علیہ السلام نے چاہا کہ اسے اپنے رب قدوس کی قدرتِ کاملہ کا ایک اور بین ثبوت دکھائیں۔ نیز اس پر یہ حقیقت بھی واضح کردیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی عزت اور کمال عطا فرمایا ہے کہ آپ کے غلاموں میں بھی ایسے باکمال لوگ موجود ہیں جو ایسے کرشمے دکھا سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس کے تخت کو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لاسکتا ہے۔ جنات میں سے ایک طاقتور جن اٹھا اور اس نے دست بستہ عرض کیا کہ اگر اس خادم کو حکم ہو تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے اسے یہاں پہنچادوں اگرچہ وہ بہت بھاری بھرکم ہے۔ اور فاصلہ بھی ڈیڑھ ہزار میل سے زیادہ ہے۔ میں طاقتور بھی ہوں اس لئے اٹھا بھی سکتا ہوں اور میں امین بھی ہوں اور اس میں جو قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں اس میں خیانت ہرگز نہ کروں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی پیشکش کو قبول نہ فرمایا کیونکہ آپ کو گوارا نہ ہوا کہ آپ کا درباری اس کام کے لئے اتنی مہلت مانگے۔ آپ کی آرزو تھی کہ یہ کام فی الفور کیا جائے۔ حاضرین میں سے ایک شخص اٹھا اور مؤدبانہ التماس کیا کہ اگر مجھے ارشاد ہو تو آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت کو وہاں سے اٹھا کر آپ کے قدموں میں لاکر رکھ دوں۔ آپ نے اسے اجازت

Marfat.com

مرحمت فرمائی۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو تخت وہاں موجود تھا۔

یہ بات غور طلب بھی ہے اور تحقیق طلب بھی ہے کہ وہ کون شخص تھا جس نے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے سبا کے دارالحکومت سے اٹھا کر ڈیڑھ ہزار میل کی مسافت پر واقع بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قدموں میں لا کر رکھ دیا۔ پھر وہ تخت کسی کھلی جگہ پر بھی نہ پڑا ہوگا بلکہ محل کے کسی محفوظ اور مقفل حصے میں رکھا ہوگا۔ پھر اس کی حفاظت پر پہرے دار بھی مامور ہوں گے۔

قرآنِ حکیم میں اس کے نام کا ذکر نہیں صرف اتنا مذکور ہے بلکہ اس کی صفت سے اس کا تعارف کرایا ہے یعنی اس شخص نے یہ بات کہی جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ محققین اور مفسرین نے اس اللہ کے بندے کا نام حضرت آصف بن برخیار رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ اللہ کے اس بندے میں یہ قوت اور طاقت پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اسکے پاس علم من الکتاب (کتاب یعنی توریت کا علم تھا)۔ قرآن حکیم (سورہ نمل) کی آیت نمبر ۴۰ سے ثابت ہو گیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی ''الکتاب'' کے علم کی برکت سے ایسا کام کرسکتا ہے۔ تو سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی امت کا ولی جو الکتاب کا نہیں بلکہ ''الکتاب المبین'' کا عالم اور اسکے اسرار و معارف پر آگاہ ہے۔ اس سے ایسے امور کا سرزد ہونا کیا مشکل ہے؟

اللہ کے بندے کی بڑی شان ہے۔ وہ نگاہ کرے تو تقدیر بدل دے۔ وہ چاہے تو پہاڑ ریزہ ریزہ کر دے۔ وہ چاہے تو سورج کو واپس پلٹ دے۔ اللہ کا بندہ چاہے توریت کا علم رکھتا ہو یا انجیل کا، اس کی اک نگاہِ سے پہاڑ ذروں میں تحلیل ہو جائیں اور ہوا میں اڑتے ذرات پہاڑوں کی شکل اختیار کرلیں یہ نگاہِ مردِ مومن کا کمال تھا کہ قصرِ شاہی میں مقفل ملکہ بلقیس کا تخت جس کا طول ۸۰ ہاتھ عرض چالیس ۴۰ ہاتھ اور اونچائی تیس ۳۰ تھی کو آنکھ جھپکنے سے پہلے ایک بندہ مومن اٹھا لایا۔ علم سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ مادہ انرجی میں بدل سکتا ہے اور انرجی مادے میں بدل سکتی ہے۔ پھر سائنس نے یہ حقیقت بھی منکشف کر

Marfat.com

دی ہے کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار فی سیکنڈ ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر یہ بعید نہیں کہ اللہ کا بندہ آصف بن برخیار رحمۃ اللہ علیہ جس کے پاس علم الکتاب تھا پلک جھپکنے سے پہلے ڈیڑھ ہزار میل کی مسافت سے ملکہ کا تخت ایسے ہی فارمولے کے تحت اٹھا لایا ہو معراج النبی ﷺ کا واقعہ بھی غور طلب ہے سید المرسلین ﷺ تو پلک جھپکنے سے پہلے آسمانوں کا سفر اور سیر کر کے واپس تشریف لے آئے تھے۔ بات علم و عرفان اور قربتِ خداوندِ کریم کی ہے جتنا کوئی بارگاہِ خدا کا مقرب ہے اتنا ہی وہ طاقتور اور صاحبِ اختیار ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

امریکیوں کا کہنا ہے کہ ان کی ٹیکنالوجی کا کمال یہ ہے کہ وہ سیٹلائٹ کے ذریعے زمین کی ساتویں تہہ میں پوشیدہ دھاتوں کا وزن کرنے پر قادر ہیں۔ وہ صحراؤں میں بارش برسا سکتے ہیں۔ سمندروں کا پانی خشک کر سکتے ہیں۔ بے شک یہ علمی ترقی کا کمال ہے لیکن امریکی اب بھی علم و عرفان میں بہت پیچھے ہیں۔ پیغمبر خدا ﷺ تو آسمان کی سیر کر آئے اور یہ لوگ ابھی خلا میں بھٹکتے پھر رہے ہیں حضور اکرم ﷺ کی امت کے ولی جن کو قرآن کا علم ہے ان سے زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ ان کے نزدیک یہ کائنات ایک آئینے کی مانند ہے جس میں وہ ہر چیز ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ انہیں شہرِ بغداد کی مسجد جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی پابوسی کا شرف حاصل ہوا وہیں میں نے مرشد گرامی کے ارشادات اور ہدایات کے مطابق مختلف چلے اور مجاہدے کئے۔ مجاہدات اور چلوں کی تکمیل کے آخر میں فرمایا ایک ہزار بار سورہ اخلاص پڑھو میں نے حکم کی تعمیل کی تو فرمایا نظر اوپر اٹھاؤ۔ جونہی میں نے نظروں کو آسمان کی طرف اٹھایا تو انہوں نے فرمایا کیا نظر آیا؟ میں نے کہا عرش عظیم تک دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا نیچے دیکھو۔ میں نے

Marfat.com

زمین کی طرف دیکھا تو فرمایا کیا نظر آیا؟ میں نے کہا تحت الثریٰ تک دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا۔ سورۂ اخلاص ایک ہزار بار پڑھو۔ میں نے پڑھی پھر فرمایا دوبارہ اوپر دیکھو۔ میں نے اوپر کی طرف دیکھا تو فرمایا کہاں تک دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا حجاب عظمت تک دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھوں کو بند کیا تو فرمایا اب آنکھیں کھول دو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں مجھے دکھائیں اور فرمایا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا مجھے اٹھارہ ہزار عالم نظر آ رہے ہیں۔ جونہی میں نے یہ کہا تو آپ نے فرمایا جاؤ تمہارا کام مکمل ہوا۔

آپ جب دار الکفر ہندوستان تشریف لائے تو اجمیر شریف میں اناساگر نامی جھیل کے قریب اپنے چالیس درویشوں کے ہمراہ قیام پذیر ہوئے۔ یہ جگہ پرتھوی راج کے پنڈتوں پروہتوں کا گڑھ تھا۔ یہاں ان دنوں بڑے بڑے بت کدے تھے۔ ان میں ایک راجہ کا بت کدہ بھی تھا۔ اس میں پرتھوی راج اور عمائدینِ سلطنت پوجا کے لیے آیا کرتے تھے۔ اس بت کدے کا انتظام سادھو رام پنڈت کے ذمہ تھا جو دھرم شاستروں کا بہت بڑا عالم اور تمام پوجاریوں کا سردار تھا۔ ان درویشوں کی آمد ان پنڈتوں کو ناگوار گزری۔ ساگر جھیل سے پانی سبھی لوگ استعمال کرتے تھے لیکن آپ کو سرکاری پنڈتوں نے جھیل سے پانی نہ لینے دیا اور کہا کہ ان درویشوں کے پانی پینے سے جھیل کا پانی برشٹ (ناپاک) ہو جائے گا۔ تاہم آپ نے حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ وہ ایک لوٹا پانی کا جھیل سے بھر لائے۔ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم کی تعمیل کی تو جل تھل جھیل خشک ہو گئی۔ تب یہ پنڈت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ خلقِ خدا پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ کرپا کیجیے۔ آپ نے بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ پانی کا بھرا لوٹا جھیل میں ڈال دیجئے۔ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب پانی کا لوٹا جھیل میں انڈیل دیا تو جھیل پہلے کی طرح جل تھل ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ولی کی قوت و تصرفات اور کرامات کا اندازہ لگانا آسان

Marfat.com

نہیں۔ اولیاء کرام کی قوت و طاقت کے سامنے سائنسدان اور ان کی سائنسی ایجادات اور ان کے علوم کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔ اولیاء کرام کے علم و تصرفات کا مقابلہ کرنا سائنسدانوں کے بس کی بات نہیں آج امتِ مسلمہ اگر دنیا میں ذلیل خوار ہے تو محض اس لئے کہ ہم نے قرآن کو بھلا دیا ہے جو تمام سائنسز کا سرچشمہ ہے۔ اس بات کا اقرار عالم کفر کے سائنسدان بھی کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر ہارٹ ورگ ''نئی تحقیقات اور قرآن'' میں لکھتا ہے'' ہمیں یہ جان کر متعجب نہیں ہونا چاہئے کہ تمام سائنسوں کا منبع قرآن ہے۔''

Marfat.com

حیات جاویداں

نجران یمن کا علاقہ ہے۔ نجران کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں ایک جادوگر رہتا تھا جو اہل نجران کو جادو سکھاتا تھا۔ فیمون نامی راہب نے آ کر نجران اور اس گاؤں کے درمیان ڈیرہ ڈال لیا۔ فیمون ایک عابد زاہد، صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے وہ پیشہ کے لحاظ سے معمار تھے۔ جب ان کی کرامات لوگوں پر منکشف ہو جاتیں تو وہ وہاں سے نقل مکانی کر جاتے۔ صالح نامی ایک شخص ان کی کرامات سے آگاہ ہو کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ یہ دونوں شام چلے گئے وہاں ان دونوں نے دعوت دین دینا شروع کر دی۔ عربوں نے ان دونوں کو فروخت کر دیا۔ فیمون کو نجران کے ایک آدمی نے خرید لیا۔ جب وہ اپنے آقا کے گھر چراغ گل کر کے نماز تہجد پڑھنے لگتا تو چراغ روشن ہو جاتا اس طرح اس کا چرچا ہر جگہ ہونے لگا اور لوگ دین مسیحیت میں داخل ہونے لگے۔

شہر میں جو لوگ جادوگر سے جادو سیکھنے جاتے تھے ان میں ایک تاجر کا بیٹا عبداللہ بن تامر بھی تھا۔ اسے آتے جاتے راہب کی نماز اور عبادت دیکھنے کا موقعہ ملتا۔ وہ اس پر غور و خوض کرتا اور اسکے دل میں اسکے مذہب (عیسائیت) کی سچائی جگہ کرتی جاتی۔ اس نے راہب کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور راہب سے مذہبی تعلیم بھی حاصل کرنے لگا۔ کچھ دن بعد وہ راہب کے مذہب میں داخل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا توحید کا پابند ہو کر ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا۔ وہ راہب اسم اعظم بھی جانتا تھا۔ عبداللہ نے ہر چند کوشش کی کہ وہ اسے اسم اعظم بتا دے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی اس میں اسکی صلاحیت نہیں آئی۔ عبداللہ کے باپ تامر کو ابھی تک معلوم نہ تھا کہ اسکا بیٹا مسلمان ہو چکا ہے۔ عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب اسے اسم اعظم نہیں سکھاتا تو ایک دن اس نے تیر لئے اور اللہ کے جتنے نام اسے یاد تھے ہر ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا۔ پھر آگ جلا کر ایک ایک تیر اس میں

Marfat.com

ڈالنا شروع کیا۔ جب وہ تیر آیا جس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر آ گیا۔ آگ نے مطلق اس پر اثر نہ کیا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہی اسم اعظم ہے۔ آپ اپنے استاد کے پاس آئے اور اسے بتا دیا کہ مجھے اسم اعظم کا علم ہو گیا ہے اور سارا واقعہ انہیں سنا دیا۔ راہب نے کہا بھائی تو نے خوب معلوم کر لیا۔ واقعی یہی اسم اعظم ہے۔ اسے اپنے تک ہی رکھنا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ نجران آئے جس بیمار یا دکھی پر نظر پڑی۔ اس سے کہا کہ تم موحد بن جاؤ اور اسلام قبول کر لو۔ میں اللہ سے تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ وہ تمہیں شفاء اور نجات دے گا وہ اسم اعظم کے ساتھ خدا سے دعا کرتے تو بیمار صحت یاب ہو جاتا چنانچہ نجرانیوں کے گروہ کے گروہ روزانہ اسلام قبول کرنے لگے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو بلا کر دھمکایا کہ تم نے میری رعایا کو بگاڑ دیا ہے میرے اور میرے آباؤ اجداد کے دین پر حملہ کیا ہے۔ میں تیرے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا۔ عبداللہ نے کہا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے اسے پہاڑ سے گرایا مگر زخم تک نہ آیا۔ شوریدہ سر دریاؤں کے گرداب کی جگہ ڈالا مگر کچھ نہ ہوا۔ غرض ہر حربہ آزمایا لیکن عبداللہ سلامت رہے۔ بادشاہ عاجز آ گیا۔ عبداللہ نے کہا اے بادشاہ سن تو میرے قتل پر قادر نہ ہو گا۔ ہاں اگر تو میرا دین مان لے اور خدا کی عبادت کرنے لگے تو پھر تو مجھے قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے عبداللہ کا بتایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر اسکے ہاتھ میں جو لکڑی تھی اس سے عبداللہ کو مارا جس سے کچھ معمولی سی خراش آئی اور اسی سے آپ شہید ہو گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان پر رحمتوں کی بارشوں کرے۔ اس کے بعد بادشاہ بھی مر گیا لوگ سمجھ گئے کہ یہی دین سچا ہے اور برحق ہے۔ چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان (عیسائی) ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین (اسلام) پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت برحق تھا۔ ابھی حضور ﷺ کی نبوت کا ظہور نہ ہوا تھا۔ پھر ایک زمانہ بعد ان میں بدعتیں پیدا ہونے لگیں۔ دین حق کا نور چھن گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک نجرانی نے بنجر اور غیر آباد زمین کھودی تو دیکھا کہ عبداللہ بن تامر رحمۃ اللہ علیہ قبر میں بیٹھے ہیں۔ ان کا ہاتھ زخم پر

Marfat.com

ہے۔ ہاتھ ہٹایا جاتا ہے تو زخم سے خون بہنے لگتا ہے۔ ہاتھ چھوڑ دیا جاتا ہے تو خود بخود زخم پر چلا جاتا ہے اور خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔ ان کی انگلی میں انگوٹھی جس پر لکھا تھا۔ ”ربی اللہ“ میرا رب اللہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے حکم دیا کہ قبر کو اسی مٹی سے بند کر کے نشان مٹا دیا جائے۔

Marfat.com

رفعتوں کا سفر

یہ عکرمہ بن ابوجہل کی پستیوں سے رفعتوں کی جانب سفر کی حیرت انگیز کہانی ہے۔ عالم کفر کا سرغنہ اور خاندان قریش کی شاخ بنومخزوم کا سردار عمرو بن ہشام المعروف ابوجہل کو کون نہیں جانتا۔ دشمن اسلام ابوجہل نے ساری زندگی اور ساری توانائیاں اسلام کو مٹانے کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ بالآخر غزوہ بدر میں لڑتا ہوا ایک کمسن مجاہد حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں زخم کھا کر گھوڑے سے گرا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ عکرمہ ابوجہل کا بیٹا باپ کے قتل کے بعد اسلام دشمن سرگرمیوں میں پیش پیش رہا۔ یہ جنگِ بدر میں بھی باپ کے ہمرکاب تھا اور اسی کے ہاتھوں کمسن مجاہد معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بازو کٹا تھا۔ جنگِ احد کی تیاریوں میں عکرمہ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کے بعد جنگ خندق تک ہر جنگ میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا۔ فتح مکہ کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستے پر حملے کرنے والوں میں عکرمہ بھی شامل تھا۔ فتح مکہ والے دن وہ مباح الدم ٹھہرا۔ عکرمہ بن ابوجہل ڈر کر یمن بھاگ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب اہل مکہ کے لئے عفو عام کا اعلان فرمایا تو ام حکیم عکرمہ کی بیوی بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کر لیا۔ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے واجب القتل شوہر عکرمہ بن ابوجہل کی معافی کی درخواست رحمت عالمیان ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے عکرمہ کو بھی معاف کر دیا۔ ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کے پاس یمن پہنچی اور مژدۂ جانفزا سنایا۔ دونوں میاں بیوی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے عکرمہ کا اٹھ کر استقبال کیا۔ عکرمہ نے بارگاہ نبوت ﷺ میں پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اس کے بعد ساری زندگی اسلام کی خدمات میں گزار دی جہاد میں حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور

Marfat.com

خلافت میں مرتدین کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مسیلمہ کذاب کے خلاف لشکر دے کر روانہ کیا لیکن عکرمہ بن ابوجہل کو عجلت پسندی کے باعث ناکامی ہوئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ عمان اور مہرہ میں مرتدین کے خلاف برسرپیکار لشکر اسلام کے سردار حضرت عرفجہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے اور جہاد میں شرکت کی۔ اہل عمان ومہرہ کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیا۔ دبا کے معرکہ میں آپ نے شدید جنگ کے بعد دشمن کو شکست دی۔ نجد کے معرکہ میں اہل مہرہ کو شکست سے دوچار کیا۔ حضرموت کے مرتدین کے خلاف عکرمہ بن ابوجہل نے مہاجر بن امیہ اور زیاد بن لبید رضی اللہ عنہما کی معیت میں شدید جنگ کی جس میں بے شمار باغی مارے گئے اور ان کا سردار مصبح بھی جنگ میں کام آیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں آپ نے جو چار لشکر شام کی فتح کے لئے روانہ کئے، عکرمہ بن ابوجہل بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ رومیوں کے خلاف جہاد میں شرکت کی اور بہادری کے کارنامے سرانجام دیئے۔ جب شام کے محاذ پر رومیوں کے ٹڈی دل لشکر نے ہر طرف سے یلغار کر دی تو اسلامی دستے اردن میں جمع ہوئے۔ وہاں عراق کے محاذ سے نصف فوج کے ہمراہ اردن میں اسلامی لشکر کے ساتھ آملے۔ اردن میں یرموک ندی کے کنارے رومیوں اور مجاہدین اسلام کے متحدہ لشکر کے مابین تاریخی معرکہ ہوا جس میں لشکر اسلام کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کی۔ تاریخ میں یہ جنگ جنگ یرموک کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں عرب سپاہ جان توڑ کر لڑی۔ عکرمہ بن ابوجہل، ان کے چچا حارث بن ہشام اور بیٹے عمرو بن عکرمہ نے چار سو ساتھیوں کے ہمراہ لڑتے لڑتے مرجانے کی بیعت کی۔ دشمن کا بہت زور تھا۔ اسلام کے یہ نامور مجاہدین دشمن سے ٹکرا گئے اور جاں فروشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ نے جان کنی کی حالت میں پانی کے لئے پکارا۔ ایک مجاہد پانی لے کر ان کے پاس پہنچا تو کسی دوسرے زخمی مجاہد کی آواز سنائی دی "پانی"

Marfat.com

آپ نے کہا کہ دوسرے زخمی مجاہد کو پانی پلایا جائے۔ پانی پلانے والا مجاہد اس کے پاس پہنچا تو کسی اور زخمی نے پکارا ''پانی'' فوراً اس کے پاس پہنچا کسی چوتھے زخمی مجاہد نے پانی طلب کیا اس طرح یہ سلسلہ ساتویں مجاہد تک پہنچا۔ پانی پلانے والا جب اس ساتویں زخمی مجاہد کے پاس پہنچا تو وہ جام شہادت نوش کر چکا تھا۔ پانی پلانے والا واپس ہر مجاہد کے پاس پلٹا لیکن ان میں سے ہر ایک اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔ اس طرح اسلام کے ان فرزندوں نے دوسرے مجاہدین کو اپنے آپ پر ترجیح دیکر جاں نثاری کی ایسی مثال قائم کی جو دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ کتنی خوبصورت بات ہے کہ اسلام جب کسی کے رگ و پے میں سما جاتا ہے تو انسان کو پستیوں سے نکال کر انتہائی بلندیوں پر لے جاتا ہے۔

Marfat.com

درویش بادشاہ

ہندوستان میں اشاعت اسلام کا سہرا اولیاء کرام کے سر ہے۔ حکمرانوں نے صرف عیاشیاں کیں تاہم کچھ فرماں روا تھے جو ذاتی طور پر بہت نیک اور صالح تھے۔ اور ان کو اسلام سے بہت محبت تھی۔ اولین مسلم فرماں رواؤں میں سے محمود غزنوی، شہاب الدین غوری قطب الدین ایبک اور التمش رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کی ہندوستان میں آمد اور انکی حکومت کے قیام سے اولیاء کرام کی دارالکفر ہندوستان میں تشریف آوری اور اشاعتِ اسلام میں مدد ملی۔ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حملوں کے ساتھ ہی اولیاء کرام کی ہندوستان میں تشریف آوری کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ لاہور میں حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تو اس وقت ہندوستان میں تشریف لا چکے تھے جب ہندوستان میں مسلم حکومت ابھی قائم بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور پھر اجمیر تشریف لے گئے اور اشاعتِ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ صرف حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں سے نوے لاکھ غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ پھر آپ کے شاگردوں میں حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شہرت پائی۔ آپ نے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے پہلے وصیت فرمائی کہ ان کی نماز جنازہ ایسا شخص پڑھائے جو عفیف رہا ہو یعنی جس نے کبھی زنا نہ کیا ہو، عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں اور ہمیشہ نماز باجماعت میں تکبیر اولیٰ میں شریک رہا ہو آپ نے 632ھ میں وصال فرمایا۔ نماز جنازہ کے وقت اس وصیت کے مطابق جب اعلان کیا گیا تو کوئی شخص نماز جنازہ کی امامت کے لیۓ آگے نہ آیا۔ جنازہ کے اجتماع میں ہندوستان کے بادشاہ التمش رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود

Marfat.com

تھے۔ انہوں نے بھی یہ اعلان سنا اور انتظار میں رہے کہ دیکھئے کس بزرگ کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص بھی امامت کے لئے تیار نہ ہوا تو تھوڑی دیر انتظار کے بعد شاہ وقت التمش رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہوئے امامت کے لئے آگے بڑھے کہ میری خواہش تھی کہ میرے حال سے کسی کو واقفیت نہ ہو لیکن خواجہ کے حکم کے آگے کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ایک طرف اپنے کاندھے پر جنازہ اٹھایا اور بقیہ تین اطراف اولیاء اللہ اپنے اپنے کاندھوں پر قطب صاحب کا جنازہ اٹھا کر مدفن تک لے گئے اور اپنے ہاتھوں دفن کیا۔

Marfat.com

چرواہے کی ایمانداری

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دور تھا۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ کے نواح میں نکلے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی تھے۔ کھانے کا وقت ہوا تو شاگردوں نے دستر خوان بچھایا۔ اسی اثناء میں ایک چرواہا قریب سے گزرا اور اس نے سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا آؤ بھئی تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ اس نے کہا میرا تو روزہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم اتنی شدید گرمی کے دن بھی روزہ رکھے ہوئے ہو اور بکریاں چرا رہے ہو؟ اس نے کہا! بخدا! میں ان ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اس کے زہد و تقویٰ کا امتحان لینے کے لئے اس سے فرمایا تم ایسا کرو کہ اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اور گوشت بھی دیں گے۔ گوشت سے تم روزہ افطار کرنا۔ چرواہے نے عرض کیا کہ ان بکریوں میں سے کوئی بکری بھی میری نہیں ہے۔ بلکہ سب بکریاں میرے آقا کی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے چرواہے سے فرمایا کہ تمہارے آقا کو اگر ایک بکری نہ ملی تو وہ تمہارا کیا بگاڑے گا؟ چرواہے نے آپ سے منہ موڑ کر آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ اللہ کہاں جائے گا؟ یعنی اگر میں دنیاوی آقا سے بچ بھی گیا تو اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ وہ تو کہیں نہیں چلا گیا۔ اس سے بچ کر کہاں جاؤں گا؟ چرواہے کی بات سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ایک عجیب سے کیفیت طاری ہو گئی اور آپ بار بار چرواہے کی بات کرتے رہے کہ دیکھو چرواہا کہہ رہا ہے'' فائن اللہ'' اللہ کہاں جائے گا؟ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو آپ نے اس چرواہے کے آقا سے وہ ساری بکریاں اور چرواہے کو خرید لیا پھر چرواہے کو آزاد کر دیا اور ساری بکریاں اسے بخش دیں۔

Marfat.com

غلام کی سخاوت

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کا گزر ایک باغ کے قریب سے ہوا۔ باغ میں ایک حبشی غلام کام کر رہا تھا۔ اس غلام کا کھانا آیا اور اس کے ساتھ ہی ایک کتا باغ میں چلا آیا۔ وہ کتا اس غلام کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی کتے کے سامنے ڈال دی۔ کتے نے اسے کھا لیا اور پھر کھڑا رہا۔ غلام نے دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی کتے کے آگے ڈال دی۔ کل تین ہی روٹیاں تھیں اور اس نے تینوں کتے کے آگے ڈال دیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے۔ جب تینوں روٹیاں ختم ہو گئیں تو آپ نے غلام سے پوچھا آپ کے لئے روزانہ کتنی روٹیاں آتی ہیں؟ غلام نے جواب دیا جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا روزانہ تین ہی آتی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا؟ غلام نے عرض کیا۔ حضرت یہاں کتے رہتے نہیں۔ یہ بے چارہ بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے۔ اس لئے مجھے اچھا نہ لگا کہ اسے ویسے ہی واپس کر دوں۔ آپ نے پوچھا کہ پھر آج تم کیا کھاؤ گے۔ غلام نے کہا کہ ایک دن فاقہ کر لوں گا۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے سوچا کہ لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ تو بہت سخاوت کرتا ہے۔ یہ غلام تو مجھ سے بہت سخی ہے۔ یہ سوچ کر آپ شہر میں تشریف لے گئے۔ اس باغ کو خریدا اور ساتھ ہی غلام کو بھی خرید لیا اور مالک کو تمام رقم ادا کر دی۔ اس غلام کو آزاد کر دیا اور باغ اور باغ کی تمام اشیاء غلام کی نذر کر دیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے" تونگری بدل است نہ بہ مال بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال
(امیری کا تعلق دل سے ہے نا کہ مال سے اور بزرگی کا تعلق عقل سے ہے عمر سے نہیں)

سخاوت انسان کا اچھا اور پسندیدہ عمل ہے۔ انسان کی یہ صفت قابل ستائش ہے اور اللہ کو یہ صفت بہت پسند ہے۔ اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کے ایک عابد کا تذکرہ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عابد زاہد شخص تھا۔ دن رات عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے دکانداری کا دھندا کرتا تھا۔ لیکن اس کا دل چاہتا تھا کہ کاروبار چھوڑ کر صرف عبادت وریاضت میں لگا رہتا لیکن بیوی بچوں کا خیال آڑے آتا۔ آخر ایک دن اس نے ساری دولت اور کاروبار اپنی بیوی بچوں کے حوالے کیا اور سب کچھ اور سب کو چھوڑ کر سمندر کے بیچ واقعہ ایک چھوٹے سے جزیرے میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک جھونپڑی بنا کر دن رات عبادت میں مصروف رہنے لگا۔ اس جزیرے پر نہ کسی جہاز اور نہ ہی کشتی کا آنا جانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جزیرے میں ایک چشمہ جاری کر دیا اور ایک انار کا درخت بھی اگا دیا۔ یہ عابد ایک انار توڑ کر کھالیتا اور ایک پیالہ پانی پی کر رات دن عبادت میں مصروف رہتا۔ عبادت کرتے کرتے اس کی عمر پانچ سو سال ہوگئی۔ موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ یہ تیرا فضل تھا کہ تو نے مجھے عبادت میں لگا دیا اب میری خواہش ہے کہ مجھے موت سجدے کی حالت میں آئے تاکہ میرا خاتمہ عبادت کی حالت میں ہو۔ دوسری درخواست یہ ہے کہ میرے بدن کو حالت سجدہ میں قیامت تک محفوظ رکھ۔ نہ زمین کھائے اور نہ کیڑے مکوڑے کھائیں تاکہ قیامت تک میں تیرا عبادت گزار بندہ ہی سمجھا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں دعائیں قبول کرلیں۔ عین نماز میں بحالت سجدہ اس کا انتقال ہوا اور اس کا بدن محفوظ ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ (اس کا بدن) آج تک محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ٹیلے پر بڑے بڑے درخت اگا دیئے ہیں۔ وہاں تک جاتے ہوئے ہیبت آتی ہے اس لئے وہاں کوئی نہیں جاتا نہ ہی کوئی جانور اور نہ ہی کوئی انسان وہاں جاتا ہے۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی پیشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد

Marfat.com

فرمائیں گے کہ اے بندے میں نے اپنے فضل وکرم سے تجھے بخشا اور تجھے بڑے مقامات دیئے۔ جنت میں جا کر آرام کر۔ وہ بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ میں نے تو ساری عمر تیری عبادت میں گزاری پھر بھی تیرے فضل سے جنت میں جاؤں گا۔ میں تو اپنی عبادت کے بدلے جنت میں جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ نہیں ہم تجھے اپنے فضل سے جنت میں بھیج رہے ہیں وہ پھر کہے گا کہ نہیں اے اللہ پھر میری عبادت کس کام آئے گی۔ میں تو اپنی عبادت کے بدلے جنت میں جا رہا ہوں تو حکم ہوگا اسے جہنم کے قریب لے جا کر کھڑا کر دو لیکن جہنم میں داخل نہ کرنا۔ اسے اتنی دور رکھو کہ جہنم کا راستہ وہاں سے پانچ سو برس کا ہو۔ ملائکہ اسے لے جائیں گے اور لے جا کر اسے کھڑا کر دیں گے۔ جہنم کی طرف سے ایک گرم ہوا اور آگ کی لپٹ آئے گی۔ اس کی وجہ سے وہ سر سے پاؤں تک خشک ہو جائے گا اور اس کی زبان پر کانٹے کھڑے ہو جائیں گے اور پیاس پیاس چلانا شروع کرے گا۔ اس وقت غیبی ہاتھ ظاہر ہوگا جس میں ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ ہوگا۔ وہ عابد دوڑے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ پانی مجھے دے دے میں بالکل مرنے کے حال میں ہوں۔ آواز آئے گی کہ پانی کا کٹورہ تو ملے گا لیکن اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ مفت نہیں ملے گا۔ وہ پوچھے گا کہ اس کی قیمت کیا ہے۔ آواز آئیگی کہ جس شخص نے خالص پانچ سو برس کی عبادت کی ہو وہ اگر کوئی پیش کرے تو یہ کٹورہ پانی کا اسے مل سکتا ہے۔ عابد کہے گا کہ میرے پاس ہے پانچ سو برس کی عبادت وہ اس عبادت کو پیش کر دے گا اور وہ کٹورہ لے کر پانی پی لے گا تو کچھ جان میں جان آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اسے واپس لاؤ۔ پھر اس کی پیشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! تیری پانچ سو برس کی عبادت کے صلے میں تو ہم آزاد ہو گئے۔ پانچ سو برس کی عبادت کے بدلے تو نے پانی کا ایک پیالہ لے لیا اور قیمت تو نے خود تجویز کی۔ لہٰذا اب تو حساب برابر ہو گیا۔ اب ہمارے ذمے کچھ نہیں۔ تجھے تیری عبادت کا صلہ مل گیا۔ اب جو تو نے لاکھوں انار کے دانے کھائے ہیں ایک ایک دانے کا حساب دے دے کہ اس کے بدلے کتنی نمازیں پڑھی ہیں کتنے سجدے کئے ہیں اور

Marfat.com

وہ جو لاکھوں پیالے پانی کے پیئے ہیں ایک ایک قطرے کا حساب دے دے۔ اس پانی کے بدلے کتنی عبادتیں کی ہیں اور وہ جو ٹھنڈا سانس لیتا تھا جس سے زندگی قائم تھی، ایک ایک سانس کا حساب دے دے کہ اس کے بدلے کیا عبادتیں لے کر آیا ہے اور وہ جو ہم نے تیری آنکھوں میں روشنی دی تھی جس سے تاحدِ نگاہ تو ہر چیز دیکھتا تھا ایک ایک تارِ نگاہ کا حساب دے دے کہ اس کے بدلے کتنی عبادتیں لے کر آیا ہے۔ پانچ سو برس کی عبادت کا بدلہ تو ایک پیالہ پانی ہو گیا۔ اب جو دوسری نعمتیں استعمال کی ہیں ان کا حساب دے دے۔ یہ عابد تھرا جائے گا کہ بے شک اے اللہ نجات آپ ہی کے فضل سے ہو گی۔ کسی کا عمل کسی کو نجات نہیں دلائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر لاکھوں برس عبادت کرے گا تو بھی ذریعہ نجات نہ بن سکے گی جب تک کہ فضلِ خداوندی نہ ہو اس لئے کہ جو عبادت کرے گا اس کی طاقت کون دے گا۔ ظاہر بات ہے کہ وہ طاقت بھی وہی دے گا۔ اور طاقت آنے کے بعد جو ارادہ دل میں ہو گا وہ ارادہ کون پیدا کرے گا۔ وہ بھی وہی پیدا کرے گا۔ پھر توفیق کون دے گا؟ وہ بھی وہی دے گا۔ پھر آپ نے کیا کیا؟ سب کچھ تو اللہ نے کر دیا۔ ارادہ اس نے دیا۔ طاقت اس نے دی۔ توفیق اس نے دی۔ آپ نے چار سجدے کر لئے تو کیا کمال کیا اور ان سجدوں میں بھی بدنی طاقت سے جو آپ نے حرکت کی، وہ حرکت بھی آپکی ذاتی نہ تھی۔ وہ بھی اس کی دی ہوئی تھی۔ تو اول سے لے کر آخر تک کام تو سارا اس کا ہے۔ پھر آدمی کہے کہ میں نے کیا ہے۔ پھر انسان فخر کرے تو فضول ہے مقام شکر ہے کہ تمام نعمتیں اس کی عطا کردہ ہیں۔

Marfat.com

نیک نیت کا پھل

ہندوستان کے فرمانروا شہنشاہ جہانگیر نے تزکِ جہانگیری میں لکھا ہے۔

'' ایک سلطان گرمی کے موسم میں ایک باغ کے دروازے پر پہنچا۔ وہاں ایک بوڑھا باغبان کھڑا تھا۔ سلطان نے اس سے پوچھا کیا اس باغ میں انار ہے۔ باغبان نے کہا'' ہاں ہے''۔ سلطان نے کہا! ایک پیالہ انار کا رس لاؤ۔ باغبان کی ایک لڑکی صورت کے جمال اور سیرت کے حسن سے آراستہ تھی۔ باغبان نے اس سے رس لانے کو کہا۔ وہ گئی اور پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی۔ پیالہ پر کچھ انار کی پتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ سلطان نے پیالہ لیا اور پورا پی گیا۔ اس نے لڑکی سے پوچھا۔ پیالہ کے رس کے اوپر تم نے پتیاں کس لئے رکھی ہوئی تھیں۔ لڑکی زبان میں فصیح اور اداؤں میں ملیح تھی۔ اس نے عرض کیا۔ اس گرمی میں آپ پسینہ میں غرق تھے۔ رس کا ایک سانس میں پی جانا آپ کے لئے مناسب نہ تھا۔ میں نے احتیاطاً اس میں پتیاں ڈال دی تھیں کہ آپ آہستہ آہستہ اس کو نوشِ جان فرمائیں۔ سلطان کو یہ حسن ادا پسند آ گئی۔ اس کے جی میں آیا کہ اس لڑکی کو محل میں داخل کرے۔ اس کے بعد اس نے باغبان سے پوچھا کہ تم کو ہر سال اس باغ سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا'' تین سو دینار'' سلطان نے پوچھا'' دیوان کو کیا دیتے ہو؟ باغبان نے کہا میرا بادشاہ درخت سے کچھ نہیں وصول کرتا ہے بلکہ کھیتی سے عشر لیتا ہے۔ سلطان کے دل میں خیال آیا کہ میری مملکت میں بہت سے باغ اور درخت ہیں۔ اگر باغ سے بھی عشر لیا جائے تو بہت سے روپے جمع ہو جائیں گے اور رعیت کو بھی زیادہ نقصان نہ پہنچے گا۔ اس لئے میں حکم دوں گا کہ باغات کے محصولات سے بھی خراج لیا جائے۔ یہ سوچ کر اس نے انار کا رس پھر مانگا لڑکی رس لینے گئی تو بہت دیر کے بعد آئی۔ جب پیالہ سلطان کو پیش کیا تو اس نے پوچھا کہ پہلی بار جب آپ گئیں تو بہت جلد واپس آئیں اور انار کا رس بھی بہت لائیں۔ اس بار تم بہت انتظار

Marfat.com

کے بعد آئیں اور رس بھی کم لائیں۔لڑکی نے کہا پہلی بار ایک انار سے پیالہ بھر گیا تھا۔اس مرتبہ میں نے پانچ چھ انار نچوڑے پھر بھی رس پورا نہیں ہوا۔یہ سن کر سلطان کو حیرت ہوئی۔ باغبان نے عرض کیا۔محصول کی برکت بادشاہ کی نیک نیت پر منحصر ہے۔میرا خیال ہے کہ آپ بادشاہ ہیں آپ نے جس وقت باغ کی آمدنی مجھ سے چھینی اسی وقت آپ کی نیت میں تبدیلی پیدا ہوئی اور پھل سے برکت چلی گئی۔یہ سن کر بادشاہ متاثر ہوا اور پھر دل سے باغ کی آمدنی کا خیال دور کر دیا۔اس کے بعد پھر انار کا رس مانگا۔لڑکی گئی اور جلد ہی پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی اور خوش خوش ہنستے ہوئے سلطان کے ہاتھ میں دے دیا۔سلطان نے باغبان کی فراست کی داد دی۔پھر اپنے دل کی بات بتائی اور اسکی لڑکی کا خواستگار رہا۔

یہ سچی بات ہے کہ حکمران نیک نیت اور عادل ہو تو رعایا پر رحمتوں کی برسات ہوتی ہے۔کھیت کھلیان ہرے بھرے ہوتے ہیں۔حکمرانوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں خشک سالی اور قحط سالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زہد و اتقاء

اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا درہم نامی ایک غلام تھا جنگل سے لکڑیاں چن کر لانا اس کے ذمہ تھا۔ جب آپ مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو وہ خدمت تو باقی رہی مگر اور کچھ کام بھی بڑھ گئے۔ ایک دفعہ آپ نے اس غلام سے دریافت کیا کہ آج کل لوگوں کا میری نسبت کیا خیال ہے۔ اس نے جواب دیا کہ سب کے سب لوگ اچھی خاصی حالت میں ہیں۔ چین کرتے ہیں اور مزے اڑاتے ہیں۔ صرف میں اور آپ ہی مصائب بھگتنے کے لیے رہ گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا وہ کیونکر؟ غلام نے کہا کہ مجھے خلافت سے قبل آپ کا وہ زمانہ یاد ہے جس میں آپ عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوئے ہوتے تھے اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تھے۔ عمدہ عمدہ کھانے آپ کے سامنے لائے جاتے تھے۔ جب آپ کو خدا نے اس مرتبہ عظیمہ پر فائز کیا تو میں نے دل میں خیال کیا کہ مراد بر آئی۔ اب تو میں خلیفہ کا غلام ہوں۔ ہزاروں پر حکومت کروں گا۔ لوگ خواہش کریں گے کہ میں ان سے بات کروں اور اگر یہ نہ ہوگا تو کم از کم رات دن کی خدمتوں کی تو کمی ہوگی جس سے مجھکو کچھ آرام مل سکے گا لیکن اب حالت یہ ہے کہ میرا کام گھٹنے کی بجائے اور بڑھ گیا اور آپ کا وہ سارا آرام و چین گیا جو کہ اس سے قبل تھا۔ آپ کے لئے خلافت چوکیداری سے بھی بدتر ہوگئی۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ میں تو خدا جانے اس مصیبت سے کب نکلوں۔ ہاں آپکو ابھی چین مل سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح سے کہ میں آپکو ابھی آزاد کرتا ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کا ایک زینہ تھا۔ جب وہ اس پر چڑھتے تھے تو اس کی ایک اینٹ ہلا کرتی تھی۔ ایک لونڈی نے گارا لگا کر اس کو مضبوط اور درست کر دیا۔ ایک بار آپ اس پر چڑھے تو وہ ہلی نہیں۔ پوچھا کہ اینٹ ہلی کیوں نہیں؟ عرض کر دیا گیا کہ اس کو درست کر دیا گیا ہے۔ فرمایا اس کا ہلنا ہمارے لئے باعث رحمت تھا۔ جب ہم اس پر چڑھتے تھے تو ہم کو پل صراط یاد آ جاتا تھا کہ اے اللہ اس اینٹ سے ہم کو جب اندیشہ ہوتا ہے کہ پل صراط پر کیا ہوگا؟

Marfat.com

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

بنوامیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کو جنگِ زاب میں عباسیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تو وہ میدانِ جنگ سے فرار ہو کر بچتا ہوا مصر پہنچا لیکن عباسیوں نے تعاقب جاری رکھا اور بوصیر کے مقام پر اسے جالیا۔ ۱۳۲ھ میں مروان ثانی کو قتل کر دیا گیا اس کے ساتھ ہی پورے ملک میں بنوامیہ کا قتل عام شروع ہو گیا۔ شاید ہی بنوامیہ کا فرد ہو گا جو عباسیوں کے ہاتھوں بچ سکا ہو۔ یہ وہ لوگ تھے جنکا جھنڈا پورے عالم اسلام میں ایک صدی تک پوری آب و تاب سے لہراتا رہا تھا لیکن ظلم اور تکبر بنوامیہ کو لے ڈوبا۔ جوہر قابل کی ناقدری نے ان کی شان و شوکت کو خاک میں ملا دیا۔ یہ بنوامیہ ہی تھے جنہوں نے اسلامی پرچم ہندوستان، ترکستان، افریقہ اور یورپ کے بڑے حصے پر لہرایا تھا۔ بنوامیہ کے زوال کے بعد ان کے بچے کھچے افراد کو در در کی خاک چھاننی پڑی۔ بنوامیہ کے آخری تاجدار مروان ثانی کی بیوی مازنہ کو لوگوں نے بھیک مانگتے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ عباسی خلیفہ مہدی کی بیوی ملکہ خیزران دیگر خواتین کے ہمراہ شاہی محل میں بیٹھی تھیں کہ خادم نے آ کر اطلاع دی کہ شریف مگر بدحال عورت دروازے پر کھڑی ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے لیکن وہ اپنا نام اور کام نہیں بتاتی۔ ملکہ خیزران نے اسے اندر بلا لیا وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھی لیکن بشرہ پر شرافت کا جمال نمایاں تھا۔ ملکہ خیزران نے پوچھا بہن تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مروان بن محمد کی بیوی مزنہ ہوں۔ زمانے نے مجھے اس حالت تک پہنچا دیا ہے۔ میرے جسم پر آپ جو کپڑے دیکھ رہی ہیں یہ مانگے کے ہیں۔ گو زمانے نے ہمیں اس نوبت تک پہنچا دیا ہے لیکن اب بھی ہماری شرافت کا وقار ہمیں عام لوگوں سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ ہماری جو نوبت بھی آئے آپ کے پردہ میں ہو۔ مزنہ کی باتیں سن کر ملکہ خیزران کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں لیکن اس

Marfat.com

کی مغلانی زینب جو بڑی منہ پھٹ تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی مزنہ تم وہ دن بھول گئیں جب ہم حران میں تمہارے پاس امام ابراہیم کی لاش مانگنے گئے تھے۔ تو تم نے ہمیں ڈانٹ کر نکلوا دیا تھا اور کہا تھا کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں کو کیا دخل۔ تم سے بہتر سلوک تو تمہارے شوہر مروان نے کیا تھا کہ جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے قسم کھا کر امام ابراہیم کے قتل سے انکار کیا گو کہ وہ اس قسم میں جھوٹا تھا اور اس نے لاش ہمارے حوالے کر کے مالی اعانت بھی کرنی چاہی تھی لیکن ہم نے خود ہی انکار کر دیا۔ مزنہ نے کہا خدا کی قسم! ہماری یہ حالت اسی کا نتیجہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس حالت کو اچھا سمجھتی ہو۔ اسی لئے ملکہ خیزران کو ایسے کام کے لئے ابھار رہی ہو جس میں ہم مبتلا ہو کر اس نوبت کو پہنچ گئے ہیں۔ آپ کو چاہئے تھا کہ انہیں نیکی اور بھلائی پر آمادہ کرتیں اور برائی کے بدلے برائی سے روکتیں تا کہ خدا نے جو نعمت آپ کو عطا کی ہے وہ باقی اور قائم رہے اور اس کے ذریعہ سے دین کی حفاظت ہو۔ بہن زینب آپ دیکھ رہی ہیں کہ خدا نے دوسروں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا ہم سے بدلہ لیا ہے پھر بھی آپ ہماری ہمدردی سے اجتناب کرتی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ملکہ خیزران دل میں بہت متاثر ہوئی لیکن زینب کی مخالفت کو اچھا نہ سمجھتی تھی اس لئے ظاہری اخلاق نہ برت سکی اور ایک کنیز کو اشارہ دیا کہ وہ چپکے سے کمرے میں لے جا کر کپڑے وغیرہ بدلوا دے۔ خلیفہ مہدی محل میں آیا تو زینب اس وقت جا چکی تھی۔ خلیفہ کا یہ معمول تھا کہ وہ شام کے وقت ہر روز اپنی خاص خواتین کے ہمراہ وقت گزارتا تھا۔ ملکہ خیزران نے دن کو پیش آنے والا سارا قصہ خلیفہ کو سنایا۔ اس نے اسی وقت لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کمرہ میں لے جانے کے بعد مزنہ کیا کہہ رہی تھی۔ لونڈی نے کہا امیر المومنین وہ قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ رہی تھی۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ (النحل)

Marfat.com

''اور اللہ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی جو امن وچین سے تھی۔ اس کے پاس ہر جگہ سے فراغت سے رزق آتا تھا۔ پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا''۔

یہ سن کر وہ زاروقطار رونے لگا اور خدا کے حضور دعا کی۔

اللهم انی اعوذ بک من زوال النعمة

''الٰہی میں زوالِ نعمت سے پناہ مانگتا ہوں''۔

اور خیزدان سے کہا کہ اگر تم مزنہ کے ساتھ اچھی طرح سے پیش نہ آئی ہوتی تو میں تم سے کبھی نہ بولتا اور زینب کے فعل کو بہت برا جانا اور کہا کہ اگر زینب ہماری بڑی بوڑھیوں میں سے نہ ہوتی تو میں اس سے کبھی بھی کلام نہ کرنے کی قسم کھا لیتا۔ پھر ایک لونڈی کے ذریعے مزنہ کے پاس سلام کے بعد یہ پیغام کہلا بھیجا کہ بنتِ عم اس وقت تمہاری سب دینی بہنیں میرے پاس جمع ہیں۔ ایسی حالت میں اگر میرا آنا تمہارے پاس تم کو غمزدہ نہ کر دیتا تو میں خود آتا۔ مزنہ اس پیغام کا مطلب سمجھ گئیں اور دامن سمیٹتی ہوئی خود چلی آئیں۔ مہدی نے انہیں مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھایا اور کافی دیر تک ان کے خاندان کی تباہی پر ہمدردانہ گفتگو کرتا رہا اور کہا کہ اگر میں تمہارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور آپ کے ساتھ شادی کر لیتا لیکن ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو اور اپنی بہنوں (عباسی خواتین) کے ساتھ محل میں رہو۔ جو سلوک ان کے ساتھ کیا جا رہا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ چنانچہ مزنہ کے تمام آرام وراحت کا سامان مہیا کر دیا گیا۔ اس میں اور شاہی خاندان کی خواتین میں کوئی فرق نہ کیا حتیٰ کہ ان کے برابر جاگیر بھی ان کو دے دی۔ مزنہ نے پوری زندگی آرام وراحت اور عزت وآبرو کے ساتھ اس محل میں گزاری اور ہارون الرشید کے زمانہ میں انتقال کیا۔

Marfat.com

اے گردشِ ایام

خاندان برامکہ کے خلفاء عباسیہ پر بڑے احسانات تھے۔ خلیفہ ابوجعفر المنصور سے لیکر خلیفہ ہارون الرشید تک بنوعباس نے عروج کی جو منازل طے کیں وہ خالد برمکی، انکے فرزند یحیٰی برمکی اور یحیٰی کے فرزندان فضل اور جعفر برمکی کی کاوشوں کا نتیجہ تھیں۔ آخر الذکر تینوں یحیٰی فضل اور جعفر خلفاء بنوعباس کے اتالیق اور وزیر اعظم تھے۔ خاندان بنوعباس کی ترقی اور عروج انہیں کی طفیل منتہائے کمال تک پہنچا۔ جعفر برمکی کی وجہ سے برامکہ کو یہ اقبال حاصل ہوا کہ بڑے بڑے امراء اور عمائدینِ سلطنت ان کی آستان بوسی کو فخر سمجھتے تھے۔ دریائے دجلہ کے کنارے ان کے فلک بوس محلات کی اپنی شان تھی۔ ان کے محلات کے سامنے سائلین اور مساکین کا جمگھٹا رہتا۔ اہل فضل و کمال ان کی زر پاشیوں سے مالا مال تھے۔ جعفر کی ماں عبادہ کی خدمت پر چار سو کنیزیں مامور تھیں۔ مگر یہ خاندان جب ہارون الرشید کے عتاب کا نشانہ بنا تو حالات یکسر بدل گئے۔ یحیٰی اور فضل کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ ان کی موت کسمپرسی میں ہوئی جعفر کے ٹکڑے اڑا دیئے گئے اور ان ٹکڑوں کو دجلہ کے پلوں پر لٹکا دیا گیا۔ علم و فضل کا سرچشمہ یہ خاندان تباہی اور بربادی کی نظر ہو گیا۔ حالت یہاں تک جا پہنچی کہ جعفر کی ماں عبادہ عید کے دن کوفہ کی مسجد کے امام محمد بن عبدالرحمٰن کے گھر پھٹے پرانے کپڑے پہنے معمولی امداد کے لئے مجبوراً جا پہنچی۔ محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں:

"میں بقرہ عید کے موقع پر والدہ سے ملنے گیا تو دیکھا کہ شریف عورت پھٹے پرانے کپڑوں میں والدہ سے محو گفتگو ہے۔ والدہ گویا ہوئیں اس عورت کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگیں یہ جعفر بن یحیٰی برمکی کی والدہ عبادہ ہے۔ میں نے اس سے بات چیت اور تعظیم کے خیال سے اپنا رخ اس کی طرف کرلیا اور کہا کہ اماں جی! میں آپ کا یہ عجیب حال کیا دیکھ رہا ہوں؟ کہنے لگیں بیٹا ایک وقت وہ تھا کہ عید آتی تھی تو چار چار سو کنیزیں میرے

Marfat.com

سرہانے کھڑی ہوتی تھیں۔ میں پھر بھی اپنے بیٹے کو اپنا نافرمان شمار کرتی تھی اور اب یہ عید آئی ہے جس میں میری تمنا فقط یہ ہے کہ دو بکریوں کی کھالیں مل جائیں تو ان میں سے ایک کو گدا اور دوسری کو رضائی بنالوں محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اسے پانچ سو روپے دے دیئے تو وہ اتنی خوش ہوئیں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مر جائیں پھر وہ ہمارے ہاں آتی جاتی رہیں حتیٰ کہ موت نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی''۔

قرآن کریم میں آیا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

''اور یہ (ہار جیت) کے دن ہم پھراتے رہتے ہیں انہیں لوگوں میں اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے''۔ (آل عمران: ۱۴۰)

Marfat.com

کعبہ اور کلیسا

کعبہ کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کرۃ الارض کی ہے زمین پر اولین توحید کا مرکز اور مرجعِ خلائق یہی کعبہ ہے۔ اسے بیت اللہ اور بیت العتیق بھی کہا جاتا ہے۔ جب زمین معمورۂ آب تھی تو اس وقت بھی کعبہ بلبلہ آب کی شکل میں نمایاں تھا۔ سب سے پہلے زمین اسی جگہ سے خشک اور نمایاں ہوئی۔ کعبہ کو زمین کی ناف بھی کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے بیت اللہ کی بنیادیں ملائکہ نے رکھیں طوفان نوح علیہ السلام کے وقت کعبہ کو اٹھا لیا گیا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام باپ بیٹے نے اس کی تعمیر کی اور بنو اسماعیل علیہ السلام اس کے متولی ٹھہرے۔ فلسطین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پھلی پھولی اور انہوں نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی اور یہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہیکل سلیمانی تعمیر کیا۔ پھر اسی سرزمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کلیسا کا قیام عمل میں آیا۔ ادھر بیت اللہ توحید کی بجائے بت پرستی کا مرکز بن گیا تاہم کچھ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار بھی رہے لیکن یہ معدودے چند تھے۔ چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر میں دنیا کے بیشتر حصوں میں عیسائیت کا دور دورہ تھا۔ یورپ کے اکثر ممالک کے لوگوں کا مذہب عیسائیت تھا۔ سلطنت روما کا سرکاری مذہب عیسائیت ہی تھا اور مشرق میں اس کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ چنانچہ شام فلسطین، اردن، مصر اور ان ممالک کے گرد و پیش عیسائیت کا قبضہ تھا۔ صرف وسطیٰ عرب عیسائیت سے محفوظ تھا۔ جنوبی عرب میں یمن کے علاقے پر رومی گورنر ابرہہ اشرم کی حکومت قائم ہو چکی تھی جس نے خانہ کعبہ کی اہمیت کو کم کرنے اور بیت اللہ کی مرکزیت ختم کرنے کے لئے یمن میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کروایا لیکن یہ کلیسا عرب دنیا کا معبد نہ بن سکا اور نہ ہی کعبہ کی مرکزیت ختم ہو سکی۔ ابرہہ ناکام رہا۔ اس وقت ایران اور روم دنیا کی دو سپر پاورز

Marfat.com

تھیں جن کا آپس میں اکثر ٹکراؤ ہو جاتا تھا۔ جب عربوں نے ابرھہ کے قائم کردہ کلیسا کو اپنا معبد تسلیم نہ کیا تو ابرھہ نے کعبہ کو نابود کرنے کے لئے ۵۷۰ء میں مکہ پر ہاتھیوں کے عظیم لشکر کے ساتھ چڑھائی کر دی لیکن ابرھہ کا لشکر کعبہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ابرہہ اور اس کے لشکر کو تباہ کرنے کے لئے ابابیلوں کو مامور کیا تھا جن کے دونوں پنجوں اور چونچوں میں کنکر تھے۔ جس ہاتھی یا فوجی پر یہ پتھر گرتا وہ نیست نابود ہو جاتا۔ قدرت نے ابرھہ کے لشکر میں چیچک (Smalpox) کی بیماری مسلط کر دی جس کا شکار خود ابرہہ ہوا اور راہی ملک عدم ہوا۔ اہلِ کعبہ اور اہل کلیسا کا یہ پہلا تصادم تھا۔ جو حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے پچاس یوم قبل وقوع پذیر ہوا۔ ظہورِ قدسی کے بعد بت پرستوں اور توحید پرستوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ آخر کار بت پرست شکست کھا گئے اور اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو فتح عطا فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے مکتوبات ہمسایہ ممالک کو لکھے تو ان میں کلیسا کے پیروکاران میں سے ہرقل شاہ ورم مقوقس شاہ مصر نجاشی شاہ حبشہ، والئ بصریٰ اور حاکم حدود شام بھی شامل تھے۔ ان میں سے صرف شاہ حبشہ نجاشی (اصحمہ بن ابجر) نے اسلام قبول کیا۔ دیگر عیسائی حکمرانوں نے دعوت اسلام کو مسترد کر دیا۔ ان میں سے بعض تو اسلام مخالفت پر بھی اتر آئے۔ قاصد رسول ﷺ حضرت شجاع رضی اللہ عنہ کو اہل شام نے لوٹ لیا اور والئ بصریٰ شرجیل بن عمرو نے بین الاقوامی اداب سفارت اور قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قاصد رسول ﷺ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جس کے نتیجہ میں اہل کعبہ اور اہل کلیسا کا ٹکراؤ ۷ ھ میں موتہ کے میدان میں ہوا۔ اس کے بعد ہلال اور صلیب کے درمیان جنگوں کا سلسلہ چل نکلا۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اہلِ کلیسا کے ساتھ چند چھوٹے چھوٹے معرکے ہوئے آخری معرکہ غزوہ تبوک تھا جو ۹ ھ میں ہوا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں چار لشکر شام، فلسطین، اردن اور حمص کی تسخیر کے لئے روانہ کئے گئے۔ جنہوں نے شام کے دارالحکومت دمشق اور حمص کے علاقے

Marfat.com

کو فتح کیا۔ آخری بڑا معرکہ اہلِ کعبہ اور کلیسا کے پیروکاروں کے مابین یرموک کے مقام پر لڑا گیا جس میں اہلِ کلیسا کو بری طرح شکست ہوئی اور مسلمانوں نے شام، فلسطین اور اردن پر قبضہ کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شام کے سارے علاقوں اردن، حمص اور بیت المقدس پر مسلمانوں نے اسلام کا جھنڈا الہرادیا۔ پھر مصر پر بھی مسلمان قابض ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں بحرہ روم کے مشہور جزیرے قبرص پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبضہ کرلیا کیونکہ رومی اسے اڈے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ایشائے کوچک کے بعض علاقے فتح ہوئے اور سپین پر مسلمان حملہ آور ہوئے۔ اور طرابلس سلطنتِ اسلامیہ میں شامل کرلیا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں بحرہ روم کے جزائر روڈس اور ارواڑ رومیوں سے چھین لئے گئے۔ نیز مشرقی کلیسا کے مرکز قسطنطنیہ پر بھی مسلمانوں نے حملہ کیا جو ناکام رہا۔

کعبہ اور کلیسا کے مابین ٹکراؤ کی بنیادی اور حقیقی وجہ اہلِ کلیسا کی کعبہ کو مٹانے اور کلیسا کی برتری اور فوقیت قائم کرنا ہے۔ اہلِ کلیسا نے کعبہ اور اہلِ کعبہ کو مٹانے کے لئے ہر دور میں کوشش جاری رکھی جس کے ردِعمل کے طور پر اہل کعبہ کو اہلِ کلیسا کے مقابلے میں آنا پڑا۔

اموی دور خلافت میں کعبہ اور کلیسا کی باہمی چپقلش میں شدت آ گئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور خلافت سے شام کے گورنر چلے آ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ پورے عالم اسلام کے بلاشرکتِ غیرے حکمران بن گئے تو رومیوں نے بار بار قبرص کو اڈے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے شام کے علاقوں پر یلغاریں کیں لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو منہ توڑ جواب دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص پر اسی لئے قبضہ کرلیا تھا اور رومیوں کا راستہ روکنے کے لئے زبردست بحری بیڑہ بھی تیار کرلیا۔

عبدالملک کے دورِ حکومت میں شام اور افریقہ کے علاقوں میں کئی بار رومیوں سے مسلمانوں کا ٹکراؤ ہوا اور منہ کی کھائی۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں والئی

Marfat.com

افریقہ اور طارق بن زیاد نے اندلس، پرتگال اور نصف فرانس پر قبضہ کر لیا تھا اور صدیوں تک صلیب اور ہلال کے درمیان معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۴۹۲ء میں آٹھ صدیوں کے بعد صلیبیوں نے یورپ کے ان علاقوں (اندلس) سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا ڈالا۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے دور حکومت میں ۹۸ھ میں صلیب اور ھلال کے درمیان قسطنطنیہ کے محاذ پر زبردست جنگ ہوئی قسطنطنیہ مشرقی کلیسا کی نمائندہ حکومت تھی اور مسلمانوں کی حریف تھی۔ اس کی سرحدیں اسلامی سلطنت سے ملتی تھیں اور آئے روز ٹکراؤں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ سلسلہ سلیمان کی وفات ۹۹ھ تک جاری رہا۔ بعد کے اموی خلفاء کے ادوار میں بھی ایشیائے کوچک (ترکستان) کے علاقہ میں جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا۔

اموی خلفاء صاحبِ سیف تھے اس لئے ان کے دور میں رومیوں اور مسلمانوں میں معرکہ آرائیاں شدت سے جاری رہیں۔ بنو عباس صاحبِ علم اور صاحب قلم تھے۔ اس لئے ان کے دور خلافت میں رومیوں اور مسلمانوں کے مابین شدید معرکوں کا سلسلہ جاری نہ رہا تاہم عہد ہارون الرشید میں کعبہ اور کلیسا کی جنگ ایک بار پھر شدت اختیار کر گئی۔ بنو عباس کے آخری دور میں جب خلافتِ عباسیہ انحطاط اور زوال کے دور سے گزر رہی تھی تو صلیبیوں نے ایک بار پھر شام ومصر پر حملہ آوری کا سلسلہ شروع کر دیا صلیبی جنگوں کا یہ سلسلہ دو صدیوں تک جاری رہا۔ صلیب اور ہلال کی ان جنگوں میں لاکھوں انسان مارے گئے۔ محمود زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی تیغ برہنہ نے صلیبوں کی خوب خبر لی اور ان سے کھوئے ہوئے علاقے چھین لئے اور بیت المقدس پر رومیوں کے سو سالہ قبضہ کا خاتمہ کر کے ان کو واپس یورپ جانے پر مجبور کر دیا۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ روئے زمین پر فرنگیوں سے بڑھ کر کوئی قوم وحشت ودرندگی کا مظہر نہ ہوگی۔

صلیبی حکمرانوں میں ایک سے بڑھ کر ایک درندہ تھا لیکن یہاں صرف والئی کرک

Marfat.com

ریجنالڈ (برنس ارناط) کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ ریجنالڈ ہزاروں مسلمان بچوں، عورتوں اور مردوں کا قاتل تھا۔ جنگ حطین کے وقت کرک کا حکمران تھا۔ اس نے مکہ و مدینہ پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ بھی کہے تھے۔ سلطان صلاح الدین نے جنگ حطین میں متحدہ فرنگی لشکر کا مقابلہ کیا اور ان کو تباہی سے دو چار کیا۔ متعدد عیسائی حکمران گرفتار ہوئے۔ ان میں والئی یروشلم اور کرک کا درندہ صفت حکمران ریجنالڈ بھی شامل تھا۔ سلطان نے ریجنالڈ کو اپنے ہاتھوں قتل کیا اور دیگر حکمرانوں کو چھوڑ دیا۔ جنگ حطین میں مسلمانوں کے ہاتھ صلیب اعظم بھی آئی جس کے بارے میں عیسائیوں کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر مصلوب کیا گیا تھا

صلیبی جنگوں نے فرنگیوں بھی تھکا دیا تھا اور دوسری طرف مسلمان بھی دو صدیوں پر محیط اس جنگ سے اکتا چکے تھے جو عیسائیوں نے ان پر مسلط کر رکھی تھی۔ دو صدیوں (۱۰۹۷ء تا ۱۳۲۰ء) کے عرصہ پر محیط صلیبی جنگوں کا سلسلہ ختم ہوا فرنگیوں کو شام و فلسطین سے کلی طور پر نکال دیا گیا۔ نویں اور آخری جنگ میں صلیبیوں سے عکہ بھی چھین لیا گیا یہ طویل جنگ مشرق اور مغرب کے لئے تباہیاں اور بربادیاں چھوڑ کر رخصت ہوئی۔

۱۳۰۰ء کے قریب سلجوقیوں کی ایک شاخ عثمانی ترک منگولوں کی یلغار کے خوف سے ترکستان سے نقل مکانی کر کے قونیہ (ایشیائے کوچک) میں جا بسے۔ ان کے سردار عثمان خاں نے ایشیائے کوچک میں سیاسی قوت حاصل کر لی اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس کے بعد عثمانی سلطنت مسلسل پھیلتی چلی گئی۔ عثمانی ترکوں نے ایک طرف زوال پذیر سلاجقہ کے اقتدار کو ختم کر کے عباسی خلافت کے کھنڈرات پر خلافت ترکیہ کی بنیاد رکھی شام، عرب، فلسطین اور مصر کے تمام علاقوں پر قابض ہو گئے اور مسلمانوں کو ایک جاندار قیادت فراہم کی۔ دوسری جانب اہل کلیسا کی سازشوں کے خلاف یورپ میں پیش قدمی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ترکوں نے متعدد عیسائی ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمد فاتح نے تو ۱۴۵۳ء میں مشرقی کلیسا کے مرکز قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے تاریخ عالم کا رخ موڑ دیا۔ سلیم اول (۱۵۱۲۔

Marfat.com

۱۵۳۰) نے جب مصر وشام پر قبضہ کیا تو اس نے خلافت عثمانیہ کے قیام کا اعلان بھی کر دیا۔ سلیمان اعظم (۱۵۲۰ء۔ ۱۵۶۶ء) کے عہد حکومت میں خلافت عثمانیہ منتہائے کمال کو پہنچی جب سلیمان اعظم نے اپنے یورپین حریفوں کو بار بار شکست دیکر ہنگری کو عثمانی سلطنت میں شامل کر لیا۔ سلیمان کے عہد میں وسعت سلطنت کا یہ عالم تھا کہ ایشیائے کوچک، تھریس، مقدونیہ، سردیا، بلغاریہ، ارنستان، گرجستان، عراق، عرب، نجد وحجاز اور مصر پر عثمانی حکومت کا جھنڈا لہراتا تھا۔ ہنگری ٹرانسیلوینیا، مالدلویا، دلاشیا اور کریمیا کے حکمران حکومت عثمانی کو خراج ادا کرتے تھے۔ سلطان سلیمان اعظم کے بعد خلافت عثمانیہ کا زوال شروع ہو گیا تاہم ۱۷۳۰ء تک دولت عثمانیہ اپنا دفاع کرنے کے قابل تھی۔ اس کے بعد خلفاء کی نااہلی اور اہل کلیسا کی سازشوں کے باعث ۱۷۳۰ء کے بعد ترک حکومت اپنے دفاع کی بھی اہل نہ رہی شمال سے قطبی روس نے مسلسل پیش قدمی شروع کر دی۔ روس کی دیکھا دیکھی یورپ کی عیسائی قوموں نے بھی قدم بڑھانے شروع کر دیئے۔ آخر پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست نے خلافت عثمانیہ کو یورپ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ خلافت عثمانیہ کے خلاف مغربی قوتوں نے جارحیت جاری رکھی مصر، عراق، تیونس، طرابلس اور عرب علاقے چھن گئے۔ جون ۱۹۲۰ء میں اہل مغرب نے دولت عثمانیہ پر معاہدہ سیورے مسلط کیا جس کے تحت تمام یورپی علاقے اس سے ہتھیا لئے اور ترکی کو بے دست وپا کر کے اس کی افواج کو غیر مسلح کرنے کے اقدام شروع ہو گئے۔ ترکی سکڑ کر ایشیائے کوچک تک محدود ہو گیا۔ اس طرح اسلامی اقتدار کا وہ سورج جو فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر جون ۱۹۲۰ء میں معاہدہ سیورے سے ایسا گہن گیا کہ عالم اسلام تاریکی میں ڈوب گیا۔ اب اہل کلیسا کا کہیں بلاواسطہ تو کہیں بالواسطہ اہل کعبہ پر غلبہ ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز سے اہل کلیسا نے اہل کعبہ کے نام ونشان مٹانے کی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ عراق اور افغانستان پر اہل کلیسا کے قبضہ نے ایک بار پھر صلیبی جنگوں کا آغاز کر دیا ہے۔ اہلِ کعبہ کا اہل کلیسا کے خلاف ردِ عمل شروع ہو چکا ہے۔ بقول علامہ اقبال

Marfat.com

مسلم کو حقیقت میں کمزور نہ تم سمجھو
یہ مٹتے مٹاتے بھی دنیا کو مٹا دیں گے

اگرچہ سردست سلطانی وملائی وپیری اور اہل مغرب کے ایجنٹوں کی چیرہ دستیوں نے اہل کعبہ کا کچومر نکال دیا ہے اوران کے پاس آئینہ ضمیری باقی نہیں رہا۔

لیکن پھر بھی ایک دن تاریخ اپنے آپ کو دہرانے پر مجبور ہوگی اور مسلمان ولولۂ تازہ کے ساتھ اٹھیں گے۔اورانشاءاللہ دنیاان کے قدموں میں ہوگی۔

مدعی لاکھ براچاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔
تبان رنگ وبود کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

کہااقبال نے شیخ حرم سے

تہِ محرابِ مسجد میں سو گیا کون
ندا مسجد کی دیواروں سے آئی
فرنگی بت کدے میں کھو گیا کون
دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلمان کو خسارہ
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نوامیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
وہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
تن بے روح سے بیزار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

Marfat.com

شانِ درویش

شیخ ابومحمد حریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" شہباز میرے دروازے پر آیا لیکن میں اسے دام میں نہ لاسکا۔ اس انتظار میں ہوں کہ وہ یا اس جیسا کوئی دوسرا شہباز پھر میسر آئے مگر اب تک نامراد ہوں"۔

لوگوں نے شیخ سے اس بات کی توضیح چاہی تو آپ نے فرمایا کہ میرے مہمان خانے ایک دن نماز عصر کے بعد ایک جوان شخص آیا۔ اس کا رنگ زرد، بال بکھرے ہوئے، ننگے سر اور پاؤں برہنہ تھے۔ وضو کر کے نماز ادا کی اور مغرب تک گریباں میں سر ڈالے بیٹھا رہا۔ اس روز خلیفہ کے دربار میں ہم لوگوں کی دعوت تھی۔ وہاں سے ایک بلانے والا آ گیا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا کہ جماعت کے ساتھ تم بھی خلیفہ کی دعوت پر چلو۔ اس نے گریباں سے سر نکال کر جواب دیا کہ میرے پاس خلیفہ کے دربار تک جانے کا دل نہیں اور اپنی اشتہا کا ذکر کیا۔ البتہ میرا گرم حلوہ کھانے کو جی چاہتا ہے۔ اس نے چونکہ جماعت کی معیت سے انکار کیا اس لئے میں نے بھی اس کی بات پر توجہ نہیں دی اور خیال کیا کہ ابھی راہ سلوک میں جلدی داخل ہوا ہے۔ ادب نہیں جانتا پھر میں دعوت میں چلا گیا رات کے پچھلے پہر وہاں سے واپسی ہوئی۔ مہمان خانہ میں میں نے اس نوجوان کو اسی حالت میں سر بہ گریباں دیکھا۔ میں نے بھی کچھ دیر مصلیٰ پر ذکر فکر کیا۔ پھر مجھے نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات کا اجتماع ہے ایک شخص مجھے بتا رہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور جملہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام کیا مگر آپ ﷺ نے توجہ نہیں فرمائی اور نہ سلام کا جواب دیا۔ میں نہایت پریشان ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ حضور ﷺ روئے انور پھیر لیتے ہیں۔ فرمایا ہماری امت کے ایک درویش نے تم سے اپنی ایک خواہش کا اظہار فرمایا اور تم نے اس

Marfat.com

کی تکمیل میں کوتاہی کی" یہ سن کر میری غنودگی ختم ہوگئی (میں بیدار ہوگیا) مجھ پر ہیبت طاری تھی۔ فوراً اس فقیر کے پاس گیا مگر وہ وہاں نہ ملا۔ میں نے دروازہ کھلنے کی آہٹ سنی۔ اس کی تلاش میں باہر پہنچا تو اسے نکل کر جاتے دیکھا۔ میں نے آواز دی۔ اے نوجوان! میری بات سنو۔ جو کچھ تم طلب کرتے تھے میں ابھی حاضر کرتا ہوں۔ اس نے مڑ کر جواب دیا۔ "فقیر نے تم سے ایک شے طلب کی تو تم نے نہیں دی۔ اب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی سفارش ہوئی تو تم اس کے لئے تیار ہوئے۔ مجھے اب حاجت نہیں"۔ یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

درویش کی یہی شان ہوتی ہے۔ کبھی موڈ میں آ جائے تو کچھ کہہ دیتے ہیں اور جب موڈ نہ ہو تو کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کی حاجات لمبی چوڑی نہیں ہوتیں۔ فقط وقتی طور پر کوئی ضرورت ہو تو اظہار کرتے ہیں ورنہ خاموش یادالہٰی میں مگن رہتے ہیں۔ دنیا ان کی نظروں میں ہیچ ہوتی ہے۔ دور حاضر میں ہر چیز غلط ملط ہو کر رہ گئی ہے۔ لمبے چغے والوں کی لائنیں لگی ہوئی ہیں جو دنیا اکٹھی کرتے پھرتے ہیں۔ شاید اسی لئے کسی نے کہا تھا

یارب تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
درویشی بھی ہے عیاری سلطانی بھی عیاری

Marfat.com

عارفہ کنیز

شیخ محمد حسین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حج کرنے مکہ گئے۔ مکہ کے بازار میں ایک بوڑھا شخص ایک کنیز فروخت کر رہا تھا اور پکار رہا تھا کہ میں اس کے عیبوں سے بری ہوں کوئی بیس دینار سے زیادہ دے تو اسے لے سکتا ہے۔ باندی دبلی پتلی اور کمزور تھی۔ چہرہ زردی مائل تھا مگر اس پر خاص روشنی موجود تھی۔

شیخ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ اس بوڑھے کے پاس گئے اور کہنے لگے بزرگوار! باندی کی قیمت تو معلوم ہو گئی یہ تو فرمائیں کہ اس میں عیب کیا ہے؟

بوڑھے نے کہا یہ پاگل ہے اور اداس رہتی ہے رات بھر بے درد رہتی ہے۔ پورا دن کھائے پیے بغیر گزارتی ہے۔ تنہائی پسند ہے۔ شیخ نے بوڑھے کی باتیں سنی اور باندی خرید لی۔ قیام گاہ پر پہنچ کر باندی سر بہ گریباں رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے سر بلند کیا اور پوچھا۔ اے میرے مجازی مولیٰ۔ رب تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ کہاں کے باشندے ہیں۔ شیخ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ عراق کا رہنے والا ہوں۔ باندی نے پوچھا۔ عراق میں کس شہر کے کوفہ یا بصرہ کے۔ شیخ نے کہا کہ نہ کوفے کا نہ بصرے کا۔ باندی کہنے لگی پھر تو آپ ضرور مدینۃ السلام بغداد کے رہنے والے ہیں۔ شیخ نے کہا تو سچ کہتی ہے۔ باندی نے کہا بغداد تو عابدوں اور زاہدوں کا شہر ہے شیخ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (دل ہی دل میں تعجب کرتے ہوئے کہ حجروں میں رہنے والی باندی مردان خدا کے احوال سے کس طرح واقف ہے) اچھا یہ بتاؤ تم بغداد کے کس کس بزرگ کو جانتی ہو؟ باندی نے کہا حضرت مالک بن دینار، حضرت بشر حافی، حضرت صالح مزنی، حضرت ابو حاتم سجستانی، حضرت معروف کرخی، حضرت محمد بن حسین بغدادی، رابعہ عدویہ، شعوانہ، میمونہ رحمۃ اللہ علیہم ان تمام عباد و زہاد کو میں جانتی ہوں۔ شیخ محمد نے پوچھا۔ تم انہیں کہاں سے پہچانتی ہو؟ باندی نے کہا۔ اے

Marfat.com

جوان صالح! بھلا میں انہیں کیوں نہ پہچانوں۔ وہ لوگ تو دلوں کے معالج اور محبان حق کے رہنما ہیں۔ شیخ محمد نے استفسار کیا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں ہی محمد بن حسین بغدادی ہوں۔ باندی نے کہا۔ اے ابوعبداللہ! میں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! محمد بن حسین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات کرادے۔ بتایئے آپکی وہ دلسوز آواز کیا ہوئی جس سے اہل ارادت کے قلوب میں زندگی پیدا ہوتی تھی اور سننے والوں کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔ شیخ محمد نے کہا۔ میری وہ آواز اپنے حال پر ہے۔ باندی کہنے لگی آپ کو رب ذوالجلال کی قسم! مجھے کلام اللہ کی کچھ آیتیں سنایئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے تلاوت سے قبل تسمیہ پڑھی جسے سنتے ہی اس نے چیخ ماری۔ اور بے ہوش ہوگئی۔ میں نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو ہوش میں آگئی اور کہنے لگی اے ابوعبداللہ! یہ تو اسکا نام ہے اس وقت میرا کیا حال ہوگا جب میں اس کا فرمان پاؤں، جنت میں اس کا دیدار کروں۔ اے ابوعبداللہ! رب تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور پڑھیے شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تلاوت شروع کی اور آیت مبارکہ

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (الجاثیہ)

”کیا ان لوگوں نے گمان کرلیا جنہوں نے گناہ کئے کہ ہم انہیں کردیں گے ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہوجائے۔ وہ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں“۔

باندی نے کہا اے ابوعبداللہ! ہم نے نہ کسی بت کی پوجا کی اور نہ ہی کسی اور کو معبود قبول کیا اور پڑھیے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تلاوت کی۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ (الکہف)

Marfat.com

"ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری (ہر طرف سے) انہیں گھیرے گی اور اگر (پیاس کی وجہ سے) وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریادرسی (اس) پانی سے ہوگی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا۔ ان کے منہ بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری آرام گاہ ہے"۔

باندی نے کہا۔ اے ابوعبداللہ! آپ نے اپنے کو پاس کا پابند کرلیا ہے۔ امید وبیم کے درمیان رکھئے اور کچھ پڑھیئے۔ رحمک اللہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر پڑھا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ (عبس)

"بہت سے چہرے اس دن چمکتے ہوں گے مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش"۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (القیامہ)

"کتنے منہ اس دن تروتازہ اپنے رب کے دیدار میں مصروف ہونگے"۔

باندی نے کہا۔ جس روز وہ اپنے دوستوں کے لئے ظاہر ہوگا مجھے اس کے حلقے کا کس قدر شوق ہوگا۔ اور پڑھیے خدا آپ پر رحم فرمائے۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر پڑھا۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (الواقعہ)

"(خدمت کے لئے) آتے جاتے رہیں گے ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے (بہشتی) لڑکے گلاس اور آفتابے اور چشمے سے بہتی ہوئی شراب جام لبریز لے کر جس سے انہیں نہ دردسر ہو، نہ ان کی عقل میں فتور آئے اور ان پسندیدہ ولذیز پھل اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گیا اور گوری کشادہ کشادہ چشم بیویاں جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے"۔

Marfat.com

باندی نے کہا۔اے ابوعبداللہ! میرا خیال ہے کہ آپ نے حور کو پیغام تو دیا ہے مگر کیا مہر کے لئے کچھ خرچ بھی کیا ہے؟ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں تو مفلس ہوں۔ بتا میں کیا کروں؟ باندی۔نمازوں سے شب بیداری کیجئے۔ ہمیشہ روزہ رکھیئے اور فقراء مساکین سے محبت رکھئے۔

اتنا کہتے کہتے باندی بے ہوش ہوگئی۔شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ہوش میں آئی تو مناجات کرنے لگی۔رب تعالیٰ کی حمد وثناء اور اس کے بعد التجا کرتے کرتے خاموش ہو کر زمین پر گر پڑی۔

شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔شیخ کو اس کے مرنے کا بڑا غم ہوا نڈھال حالت میں کفن خریدنے کے لئے بازار گئے۔ بازار سے واپس ہوئے تو اس کو کفن میں ملبوس اور خوشبو سے آراستہ پایا۔اس کے علاوہ اس پر سبز رنگ کے دو جنتی حلے پڑے ہیں اور کفن پر دو نورانی سطریں لکھی ہیں۔

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے کفن سے فارغ ہو کر غمگین اپنے حجرے میں چلے گئے۔دو رکعت نماز پڑھ کر سو رہے۔اسے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں لعل وجواہر کے تاج پہنے۔ بہشتی لباس زیب تن کئے، پاؤں میں سرخ یاقوت کی جوتیاں ڈالے آفتاب وماہتاب سے زیادہ روشن وتابندہ رخسار کے ساتھ محوِ خرام ہے۔انہوں نے پوچھا۔اے کنیز! تجھے یہ عظیم مقام کیسے ملا؟

کنیز نے کہا فقراء مساکین کی محبت، استغفار کی کثرت اور مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزیں دور کرنے کے باعث۔

Marfat.com

نفس کی اصلاح

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایک عابد کے ہاں گئے۔ دیکھا کہ عابد ایک درخت کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور اپنے نفس کو کہہ رہا ہے کہ عبادت الٰہی میں میری موافقت کرو ورنہ میں تجھے اسی طرح سزا دوں گا یہاں تک کہ تو بھوک سے مر جائے گا۔ یہ دیکھ کر آپ نے رونا شروع کر دیا۔ جب عابد نے آپ کے رونے کی آواز سنی تو کہا کہ وہ کون شخص ہے جو ایسے آدمی پر رحم کھاتا ہے جس کی نیکیاں کم اور گناہ زیادہ ہیں۔ آپ یہ سن کر اس عابد کے پاس گئے۔ اور سلام عرض کر کے کہا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ عابد نے کہا کہ ایسا اس لئے کر رہا ہوں کہ میرا یہ جسم عبادت الٰہی میں میرا پورا ساتھ نہیں دیتا اور مخلوق کے ساتھ ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں سمجھا شاید تو نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے یا کسی مسلمان کو قتل کیا ہے۔ عابد نے کہا تو نہیں جانتا کہ مخلوق کے ساتھ ملاپ رکھنا تمام گناہوں کو دعوت دینا ہے۔ آپ نے عابد سے کہا تو تو بہت پرہیزگار ہے۔ عابد نے کہا کیا تو مجھ سے زیادہ پرہیزگار کو دیکھنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا۔ ہاں! عابد نے فرمایا۔ اس پہاڑ پر چڑھ جاؤ آپ اس پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دیکھا کہ ایک جھونپڑی میں نوجوان بیٹھا ہے جس کا ایک پاؤں دروازہ کے اندر تھا اور دوسرا پاؤں کٹا ہوا اور دروازے کے باہر پڑا ہوا تھا۔ اسے کیڑے کھا رہے تھے۔ میں نے سامنے جا کر سلام کیا اور خیریت پوچھی نوجوان نے کہا کہ ایک دن میں اس جھونپڑی میں بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان عورت کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس پر میرا دل فریفتہ ہو گیا اور اسے ملنے کی خاطر ابھی ایک ہی قدم باہر رکھا تھا کہ آواز آئی۔ کہ شرم کر۔ تیس سال تک عبادت الٰہی کرنے کے بعد شیطان کی اطاعت اختیار کر رہا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے اس پاؤں کو جو دروازے سے باہر پہنچ چکا تھا، کاٹ ڈالا۔ اور اب یہاں بیٹھا ہوں۔ دیکھئے اب میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ تم میرے جیسے گنہگار شخص کے پاس کیوں آئے ہو۔ تم اگر کسی کامل شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس

Marfat.com

پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاؤ لیکن میں تھکاوٹ کی وجہ سے چوٹی پر نہ چڑھ سکا اور اسی بزرگ سے ان کا حال پوچھا کہ مدت سے ایک عبادت خانہ بنا کر اس میں رہتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اس سے جھگڑا کیا کہ انسان کو روزی محنت و مشقت اور کسب سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ سن کر بزرگ نے کہا کہ میں آئندہ کوئی ایسی چیز نہ کھاؤں گا جس میں کسی مخلوق کے کسب کا دخل ہوگا۔ چند دن گزر گئے نہ کچھ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو اس کے پاس بھیجا تا کہ اس کے گرداگرد اڑیں اور اسے شہد دیں آپ فرماتے ہیں کہ ان باتوں کو سن کر میرے دل میں ایک درد سا پیدا ہوا اور میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص متوکل علی اللہ ہو جاتا ہے اللہ اس کا خود کارساز ہو جاتا ہے۔ اس کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں جبکہ آپ واپس آرہے تھے دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اندھا پرندہ درخت سے نیچے اترا۔ آپ نے سوچا کہ یہ اندھا پرندہ کھاتا پیتا کہاں سے ہوگا؟ آپ اسی خیال میں تھے کہ اس پرندے نے چونچ سے زمین کھودی۔ قدرت الٰہی سے فوراً ہی دو پیالیاں نمودار ہوئیں جن میں دانا اور پانی تھا۔ اندھے پرندے نے ان میں سے پیٹ بھر کر کھایا پیا اور پھر اڑ کر درخت پر جا بیٹھا۔ اسی اثناء میں وہ پیالیاں بھی غائب ہو گئیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر آپ کا دل قابو میں نہ رہا اور ذات باری تعالیٰ پر پورا پورا توکل ہو گیا۔

بات عجب سی ہے

شیر کو جنگل کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ یہ بات بھی اکثر کہی جاتی ہے کہ جنگل کا بادشاہ ”شیر“ ایک مطلق العنان حکمران ہونے کے ناطے انڈے دے یا بچے دے یعنی وہ اپنی بادشاہت میں جو جی چاہے کرے۔ کسی کی کیا مجال کہ اس پر حرف گیری کرے۔ جنگل میں اسی کا قانون چلتا ہے۔ اسے جنگل کا قانون بھی کہا جاتا ہے۔ ”لاء آف جنگل“ (Law of Jangal) کا مطلب ہے کہ جنگل میں کوئی قانون نہیں صرف شیر بادشاہ کا حکم ہی قانون ہوتا ہے۔ یعنی طاقت کی حکمرانی بعض لوگ اسے ”جس کی لاٹھی اس کی بھینس“ کا نام بھی دیتے ہیں۔

طاقت اور دہشت کے اعتبار سے بلاشبہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے۔ وہ انڈے دے یا بچے

Marfat.com

دے کسی کی کیا مجال جو اسے روکے یا ٹوکے۔ جنگل کے تمام جانور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ کسی کو نافرمانی کی جرات نہیں۔ وہ جس کو چاہے پھاڑ ڈالے اور جس کو چاہے کھا جائے اس کے خلاف نہ قانونی چارہ جوئی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی کہیں داد و فریاد کی جا سکتی ہے۔ شیر جنگل کی سپریم پاور ہے۔ وہ دھاڑتا ہے تو جنگل کے تمام جانور سہم جاتے ہیں۔ اس دھاڑ میں عجب قسم کی وحشت ہے اور دہشت بھی لیکن اس کے باوجود اسے کوئی دہشت گرد نہیں کہہ سکتا۔ طاقت کا یہی کمال ہے کہ طاقتور لاکھ دہشت گردی کرے کوئی اسے دہشت گرد کا نام نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر طاقتور چاہے تو کسی بھی کمزور پر دہشت گردی کا الزام لگا کر اسے خطرناک دہشت گرد قرار دے سکتا ہے اور اس کے خلاف دہشت گردی کے نام پر چڑھائی کر سکتا ہے۔ اس کا نام و نشان مٹانے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے اور دنیا اس کے اس اقدام کو جائز اور درست قرار دینے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ طاقتور ہے۔

جنگل کا بادشاہ شیر سب سے طاقتور ہی سہی لیکن لگڑ بگھا جو کہ کتے کا ہمشکل اور اسی کے قد و کاٹھ کا جانور ہے، شیر سے اس کا شکار چھین کر بھاگ جاتا ہے اور شیر دیکھتا ہی رہ جاتا ہے حالانکہ لگڑ بگھا شیر یا چیتے سے کسی طرح اور کسی صورت میں طاقتور نہیں۔ جنگل میں تو یہ منظر دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا تاہم ٹی وی پر آپ نے ضرور دیکھا ہوگا کہ یہ جانور شیر یا چیتے سے شکار چھین کر کھا جاتا ہے ٹائیگر بے چارہ لگڑ بگھے کے حملہ آور ہوتے ہی بغیر مزاحمت کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور اسے لگڑ بگھے سے دو دو ہاتھ کرنے کی کبھی جرات نہیں ہوئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ٹائیگر کے مقابلے میں لگڑ بگھے میں خود اعتمادی کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ بلاشبہ خود اعتمادی کا مقابلہ کرنے کی جرات ٹائیگر میں نہیں ہو سکتی۔ لیکن خود اعتمادی کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ ٹی وی پر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ٹائیگر پر لگڑ بگھا اکیلا حملہ آور نہیں ہوتا بلکہ لگڑ بگھوں کا غول ٹائیگر پر حملہ آور ہوتا ہے۔ تب اکیلا ٹائیگر واقعی لگڑ بگھوں کا مقابلہ نہیں کرتا۔ ٹی وی پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لگڑ بگھے جب غول کی شکل میں کسی ببر شیر پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ببر شیر لگڑ بگھوں کا خوب مقابلہ کرتا ہے اور ببر شیر لگڑ بگھوں سے لڑتے لڑتے بری طرح زخمی

Marfat.com

بھی ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ان زخموں کی تاب نہ لا کر مر بھی جاتا ہے لیکن اکیلا ببر شیر کئی لگڑ بگھوں کو مار ڈالتا ہے اور انہیں اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو چھوڑ کر بھاگنا پڑتا ہے۔

آج سائنس کی ترقی نے اس دنیا کو جنگل بنا دیا ہے۔ سائنسی ترقی کا محور مادی ترقی ہے۔ جس نے انسان سے انسانیت چھینی ہے۔ صبر اور سکون چھین لیا ہے۔ مادی ترقی کے لئے دوڑ لگی ہوئی ہے۔ دنیا کے اس جنگل میں ہر کوئی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لئے بے تاب ہے۔ وہ دوسروں کو پاؤں تلے روند کر سب سے آگے نکل جانے کے لئے کوشاں ہے۔ اس دوڑ میں کمزور جب گر جاتا ہے تو دوسرے اسکی لاش پر گزر جانے سے دریغ نہیں کرتے۔ انسانوں پر جب سے مادی ترقی کا بھوت سوار ہوا ہے انسانیت دم توڑتی نظر آتی ہے۔ جو کبھی ٹائیگر تھے اور جن کی گرج سے لگڑ بگھوں کے دل دہل جاتے تھے وہ خواب غفلت میں پڑ گئے اور بھٹک گئے۔ تاریک راہوں پر چل نکلے۔ منزل بھول گئے۔ خود فراموشی کی دلدل میں پھنس کر سب کچھ گنوا بیٹھے۔ لگڑ بگھے کام کرتے رہے اور ٹائیگرز کی بے بسی نے انکے حوصلے بڑھا دیئے۔ انہوں نے سائنسی ترقی سے فائدہ اٹھایا اور خوب فائدہ اٹھایا۔ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر لیا۔ طاقت کے گھمنڈ اور جہالت نے ٹائیگرز کی خود اعتمادی سلب کر لی۔ لگڑ بگھوں نے غول بنا بنا کر ٹائیگرز پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ ان کے منہ سے نوالے چھین لئے۔ اور پھر ٹائیگرز کی بے بسی میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا اور لگڑ بگھوں کی قوت اور اتحاد میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ ٹائیگرز اب ان کے سامنے بے بس دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ طاقت کا توازن بگڑ چکا ہے۔ وحشت و بربریت کا دور دورہ ہے۔ انسان اگر یہ سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانیت کی ترقی کے لئے بھی کچھ کرتا تو انسانیت بھی قدم قدم ترقی کی منازل طے کرتی اور انسان کو صبر و سکون بھی میسر آتا۔ روحانیت کی ترقی کو نظر انداز کر کے انسان نے دنیا کو جنگل میں بدل دیا جہاں آج لگڑ بگھوں کی حکمرانی ہے اور پل پل یہ دنیا لاء آف جنگل کی گرفت میں جکڑی جا رہی ہے۔ انسانیت دم توڑ رہی ہے اور.........

Marfat.com

سائنسی ترقی اگر انسانیت کی تعمیر کے لئے ہوتی تو دنیا میں امن وسکون کا باعث بنتی لیکن انسان نے سائنس میں ترقی کر کے جنگلی حیات اپنالی جس کے نتائج تباہی اور درندگی کی شکل میں ظاہر ہورہے ہیں اس کو ترقی کا نام دینا ہرگز مناسب نہ ہوگا۔ ترقی کا نام تو تب دیا جاتا کہ اگر جنگلی حیات انسانیت آشنا ہو کر اشرف المخلوقات کی راہ اپنا لیتی۔ انسان کی مادی ترقی جو سائنسی ترقی کا نتیجہ ہے کو دیکھ کر جنگلی حیات بھی پریشان ہے کیوں کہ اس ترقی نے انسان کے لئے تباہی و بربادی کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ خود اسلام اور سلامتی کے دعویدار ایک دوسرے کا گلا کاٹنے میں مصروف ہیں اور عملاً جنگلی حیات کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ ہر طرف رقص ابلیس جاری ہے۔ عجیب سی بات ہے کہ شیر اور لگڑ بگھے جنگ میں مصروف ہیں اور انسان انسان سے الجھا ہوا ہے تو کیا یہ جنگلی حیات کا عملی نمونہ نہیں؟

ڈاگ ڈپلومیسی

آپ لوگوں نے پاکستان اور بھارت کے مابین مسئلہ کشمیر کے بارے میں ٹریک۔2 (TRACK-2) ڈپلومیسی کا ذکر اخبارات میں پڑھا یا سنا ہوگا۔ یہ خالصتاً دو ملکوں کے مابین کسی مسئلے کے سیاسی حل کے لئے سفارت کاروں کے ذریعے گفت وشنید سے جدوجہد کا نام ہے دو ملکوں کے مابین الجھے ہوئے مسئلے کو حل کرنے کے لئے سفارت کاروں کی فنکارانہ حکمت عملی کو ڈپلومیسی یا ہیرا پھیری کہا جائے تو مناسب ہوگا۔ شاطر قسم کے انسان چالبازیوں سے مسئلے کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ خطرناک صورت حال سے بخیر وخوبی بچا جا سکے۔ یہ طرزِ عمل انتہائی باشعور مخلوق ''انسان'' کا ہے جو اپنے مسائل کا حل پرامن طور پر عقل وحکمت کو بروئے کار لا کر تلاش کرتے ہیں۔ انسانوں کے علاوہ جانور بھی خطرناک صورت حال کے پیش نظر بعض اوقات مدبرانہ حکمت عملی یا شاطرانہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ خاص طور پر یہ چیز کتوں میں دیکھی گئی ہے۔ اور انسانوں کی ٹریک 2-ڈپلومیسی کے برعکس اسے ڈاگ ڈپلومیسی کا نام دینا خوبصورت لگتا ہے۔ اس بات کا علم نہیں ہوسکا کہ ڈاگ ڈپلومیسی کتوں نے انسان سے سیکھی ہے۔ یا انسانوں نے کتوں کے طرزِ عمل سے ڈپلومیسی

Marfat.com

(قریب کادانہ حکمت عملی) کافن سیکھا ہے۔

انسان بعض اوقات کسی کام کی غرض سے کسی دوسری جگہ یا گاؤں جاتا ہے تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے گھر کا پالتو کتا بھی مالک کے ہمراہ چپکے سے چل پڑتا ہے۔ خصوصاوہ کتے ایسا کرتے ہیں جو اپنے مالک سے بہت مانوس ہوتے ہیں۔ راستے میں واقع کسی گاؤں کے کتے دور سے ہی اس کتے کی بوسونگھ لیتے ہیں یا دیکھ لیتے ہیں۔ تب وہ اجنبی نووارد کتے پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کسی حد تک اجنبی کتا بھی متوقع پیش آمدہ حالات سے پہلے ہی چوکنا ہوتا ہے۔ جب اجنبی کتا ان کی رینج میں آجاتا ہے اور طرفین کا آمنا سامنا ہو جاتا ہے تو گاؤں کے کتے جارحانہ انداز میں جنڈلی کی صورت میں اجنبی کتے پر حملہ آور ہوتے ہیں لیکن بڑی احتیاط سے وہ پیش قدمی کرتے ہیں۔ بار بار اپنے ساتھی کتوں سے نظریں ملاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ ان کتوں کی قیادت سب سے طاقتور کتا کرتا ہے جو کتوں کا وقتی طور پر قائد ہوتا ہے۔ اجنبی کتا اگر حملہ آور کتوں کی نقل وحرکت سے بے خبر ہو اور اچانک اسے حملہ آوروں کی جارحانہ کارروائی کا پتہ چل جائے تو فوراً حملہ آور کتوں کی جارحیت کے سد باب کے لئے اقدام کرتا ہے۔ مثلاً اگر اجنبی کتا طاقتور ہو تو حملہ آور کتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ حملہ آور کتوں کی حرکات وسکنات پر کڑی نگاہ رکھتے ہوئے اپنے مالک کے ساتھ ساتھ بڑے طمطراق سے چلتا رہتا ہے۔ حملہ آور کتے فوراً تاڑ لیتے ہیں کہ ان کا مدمقابل ایک خطرناک دشمن ہے۔ اس سے پنجہ آزمائی کا نتیجہ انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ وہ اجنبی کتے پر حملہ کرنے سے گریز کرتے ہیں تاہم وہ حملہ آور لیڈر کتا اپنے ساتھیوں کی معیت میں غراتا ہے گویا کہہ رہا ہو یا وارننگ (Warning) دے رہا ہو کہ آئندہ ہماری سرحدوں کی خلاف ورزی سے گریز کرنا بصورت دیگر تباہ کن حالات سے واسطہ پڑ سکتا ہے کیونکہ یہ حملہ آور فوج اپنی سرحدوں کا دفاع کرنا خوب جانتی ہے۔ لیڈر کتے کے ساتھی بھی غرغراہٹ کے انداز میں اپنے لیڈر کی تائید کرتے ہیں۔ جب اجنبی طاقتور کتا صورت حال کا جائزہ لیتا ہے تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ حملہ آوروں میں دم خم نہیں ہے اور اس کے راستے میں مزاحم ہونے کی سکت نہیں رکھتے تو وہ اور اکڑ جاتا ہے اور

Marfat.com

وہ اور شان سے چلنے لگتا ہے اور حملہ آوروں کو باور کراتا ہے کہ اسے اکیلا سمجھ کر حملہ کرنے کی جسارت نہ کر بیٹھانا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ ان کی بھول ہوگی اور اس بھول کا انہیں مزہ چکھادیا جائے گا۔ پھر وہ اپنے مالک سے چند قدم ذرا آگے چلتے چلتے اپنے چاروں پنجے زمین پر رگڑتا ہے اور دھول اڑاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی قوت کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے اور دھمکی دیتا ہے کہ وہ ایٹمی قوت ہے۔ دشمن کے حملہ کی صورت میں وہ بھسم کر کے رکھ دیا جائے گا۔ بے چارے حملہ آور کتے اجنبی کتے کی اس حکمت عملی سے ہمت ہار بیٹھتے ہیں لیکن ظاہراً اپنا دبدبہ اور وقار رکھنے کے لئے برابر غراتے رہتے ہیں اور اپنے پنجے زمین پر رگڑتے ہیں۔ یہ جواباً قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ پھر ان کی غرغراہٹ بھی کم ہو جاتی ہے اور مصالحت پر اتر آتے ہیں اور ان کی دم کا کنڈل نرم پڑ جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر منتشر ہو جاتے ہیں۔ اجنبی کتا اگر کمزور ہو تو وہ اپنے مالک کی ٹانگوں میں پناہ لینے کی کوشش کرتا ہے یا پھر حملہ آور کتوں کی دوری کا اندازہ لگا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ اجنبی کتے کو اپنی ٹانگوں پر مکمل بھروسہ ہو کہ وہ یقیناً حملہ آوروں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن پھر بھی حملہ آور کتے اسے گھیر لینے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ اپنی دوڑ ختم کر دیتا ہے۔ اور رک جاتا ہے۔ اپنی دم اپنی پچھلی ٹانگوں میں دبا لیتا ہے۔ یہ حفاظتی تدابیر کا حصہ ہوتا ہے۔

وہ اپنے سارے دانت نکال کر حملہ آوروں کو دکھاتا ہے یاد رہے کہ انسان ایک دوسرے کو آنکھیں دکھاتے ہیں جبکہ کتے اپنی خطرناکی کا مظاہرہ دانت دکھا کر کرتے ہیں۔ حملہ آور کتے اس اجنبی کتے کا محاصرہ کر لیتے ہیں لیکن محصور اجنبی کتے کے قریب جانے سے ڈرتے ہیں تاہم اگر حملہ آور کتوں میں سے کوئی کتا اسے چھیڑنے کی غلطی کر بیٹھے تو محصور اجنبی کتا پورے کے پورے دانت اس کے جسم میں گاڑھ دیتا ہے۔ اس کے بعد حملہ آوروں میں سے کسی کو جرات نہیں پڑتی کہ وہ حملہ کرے اور محصور کتا بدستور تیز اور لمبے لمبے سفید دانت نکالے حملہ آوروں کی خدمت اور استقبال کے لئے تیار کھڑا متواتر غراتا رہتا ہے۔ حملہ آوروں کے لئے پسپائی کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ بالآخر وہ پسپا ہو جاتے ہیں اور محصور کتا آہستہ آہستہ محاصرے سے نکل کر اپنی راہ لیتا ہے اور حملہ آور کتے کھسیانے ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو جاتے

Marfat.com

ہیں اوراس طرح معاملہ رفع دفع ہو جاتا ہے۔

ڈاگ ڈپلومیسی کا ایک تیسرا اسٹائل بھی ہے جب کبھی اجنبی کتے کا پالا ایسے حملہ آور کتوں سے پڑتا ہے جن کا مقابلہ کرنے یا ان سے بھاگ نکلنے کی سکت وہ نہیں رکھتا۔ ایسے حالات میں اجنبی کتا حملہ آور کتوں کے سامنے سرنڈر (Surrender) کر جاتا ہے۔ وہ بڑھ کر حملہ آوروں کے سامنے لیٹ جاتا ہے۔ حملہ آور کتوں کا ایک یا دو لیڈر آگے بڑھ کر اس کو سونگتا یا سونگتے ہیں پھر دوسرے کتے بھی باری باری اسے سونگتے ہیں گویا وہ اس کی جامہ تلاشی کا مرحلہ ہوتا ہے تاکہ اس بات کی تسلی کر لی جائے کہ مفتوح کے پاس کوئی خطرناک مہلک ہتھیار نہیں۔ جب وہ اس امر کی تسلی کر لیتے ہیں کہ مفتوح کتے نے ان سے کچھ نہیں چھپایا ہے تو اسے کچھ نہیں کہتے اور واپس لوٹ جاتے ہیں اور اجنبی کتا بھی پرسکون حالت میں سر جھکائے اپنے مالک کے ساتھ اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے تاہم اگر مفتوح کتا سرنڈر کرنے کے بعد کسی طرح بھاگ نکلنے کی کوشش کر بیٹھے تو جارح کتے اس کا نہ صرف تعاقب کرتے ہیں بلکہ اس کی خوب خبر لیتے ہیں اور درگت کر ڈالتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں مفتوح نے معاہدہ صلح کے بعد بغاوت کا ارتکاب کیا ہے اس لئے اسے سب مل کر خوب سزا دیتے ہیں جسے قرار واقعی سزا کا نام دینا مناسب ہوگا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کتا کتے کا ویری (دشمن) ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ واقعی کتا کتے کا خطرناک دشمن ہوتا ہے۔ جب کتے آپس میں لڑ پڑتے ہیں تو یہ منظر قابل دید ہوتا ہے۔ آپس میں گتھم گتھا ہو کر خوب لڑتے ہیں۔ غضبناکی کی حالت میں ریچھ کی طرح پچھلے پنجوں پر کھڑے ہو کر لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو لہولہان کر ڈالتے ہیں اور یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک طرفین میں سے کوئی اپنی شکست تسلیم نہیں کر لیتا۔ یہ نوبت اس وقت آتی ہے جب ہارنے والا کتا بے دم اور بے دست و پا ہو جاتا ہے اور زخموں سے چور ہو کر لڑنے کے قابل نہیں رہتا۔ شکست خوردہ کتے کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے۔ کتے کی وفاداری کے بھی بہت چرچے ہیں لیکن بعض کتے اپنے مالک کے ہاتھ سے ٹکڑا بھی چھین لیتے ہیں آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کو کاٹ کھانا کتے کی جبلت میں شامل ہے۔ بعض

Marfat.com

لوگ کتوں کو محض لڑانے کے لئے پالتے ہیں اور کتوں کے دنگل کراتے ہیں اور کتے اپنی جبلت کا خوب مظاہرہ کرتے ہیں۔لڑنا اور کاٹ کھانا کتے کا خاصا ہے۔بعض انسان نہ صرف کتوں کو لڑانے کے شوقین ہیں بلکہ وہ انسان کو انسان سے لڑانے کا بھی شوق رکھتے ہیں اور بعض اوقات کچھ انسان خود بھی کتوں کی طرح لڑ پڑتے ہیں۔شاید یہ انسانوں پر کتوں کی صحبت کے اثر کی وجہ سے ہو۔بعض لوگ گھروں میں کتے رکھوالی یا اپنے جانوروں کے ریوڑوں کی حفاظت کے لئے پالتے ہیں۔اور بعض لوگ شکار کی غرض سے کتے پالتے ہیں جبکہ بعض لوگ کتوں کی دوڑ دیکھنے کے لئے کتے پالتے ہیں۔امیر لوگ اپنے بنگلوں میں روسی نسل (ایلشیشن) کے چھوٹے قد کے کتے محض شوپیس کے طور پر رکھتے ہیں کتوں کی ایک نسل بہت کارآمد ہے۔اس نسل کے کتے سراغ رسانی اور جاسوسی کے لئے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔اس کام کے لئے جرمن نسل کے کتے بہت مشہور ہیں۔آج کل فوج میں سراغ رسانی اور جاسوسی کی غرض کے لئے ڈاگ بریڈنگ سنٹر قائم ہیں جہاں مختلف النسل کے کتوں کی تربیت کی جاتی ہے۔تربیت یافتہ کتوں سے سراغ رسانی اور جاسوسی کا کام لیا جاتا ہے۔منشیات اور جرائم کے علاوہ سمگلروں کا سراغ لگانے میں یہ کتے بہت معاون ثابت ہوئے ہیں۔یہ کتے سونگھ کر جرائم کے مرتکب افراد تک پہنچ جاتے ہیں۔انسداد منشیات کا محکمہ منشیات اور منشیات کا کاروبار اور سمگلنگ کرنے والوں کا پتہ لگا لیتے ہیں خصوصاً فوج ان تربیت یافتہ کتوں سے سراغ رسانی، جاسوسی اور چھپائے گئے یا زیر زمین پوشیدہ اسلحہ کی نشان دہی کے سلسلہ میں کام لے رہی ہے۔برفانی علاقوں میں کتوں سے برف گاڑی کھینچنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔چین، کوریا، ویت نام، تھائی لینڈ وغیرہ ممالک میں کتوں کا گوشت بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے۔یعنی ان ممالک میں کتے کا گوشت لوگوں کی مرغوب خوراک یا ڈش ہے۔مغرب کے لوگ جن کے پاس ضائع کرنے کے لئے قطعی طور پر وقت نہیں ہوتا کتوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔خاص طور پر مغرب کی عورتیں کتوں سے بہت پیار (Love) کرتی ہے۔ان کو کھلاتی پلاتی نہلاتی اور خوب خیال رکھتی ہیں کتوں کی خوراک اور سلیپنگ بیڈ (Sleeping Bed) کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔محبت کے جنوں میں یہ

Marfat.com

عورتیں کتوں سے نہ جانے کیا کیا کرتی ہیں۔تف ہے ان گندی عورتوں پر جو کتوں سے اتنا پیار کرتی ہیں۔ کیونکہ ہمارے دھرم میں کتا ایک پلید اور نجس جانور ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔اتنی خوبیوں اور خامیوں کے باوجود کتا کتا ہی ہوتا ہے ایک نجس ناپاک اور پلید جانور اور پھر اس کی اولین اور آخری صفت یہی ہے کہ کتا کتے کا ویری (دشمن) ہے کتے کی ڈپلومیسی یعنی ڈاگ ڈپلومیسی اور ڈاگ فائیٹنگ کے کمالات کے باوجود کتا کتے کو کاٹتا ہے۔کتا اگر کوئی زہریلی چیز کھانے سے پاگل ہو جائے تو بڑا خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ پاگل پن میں وہ ہر چیز کو کاٹ کھاتا ہے۔ جسے وہ کاٹتا ہے وہ بھی پاگل پن کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔خود کتا بھی اس مرض سے ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا کاٹا ہوا بھی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔'' دنیا مردار ہے جو شخص اسے چاہتا ہے وہ کتوں کی صحبت کے لئے تیار رہے''۔

وہ لوگ جو کتوں کی صحبت کے رسیا ہیں، ظاہر ہے کتوں کی صحبت ان پر ضرور اثر انداز ہو گی۔ ان کی ڈپلومیسی ان کی ہر ادا اور ہر انداز کتوں کی صحبت کے اثر کے باعث ڈاگ ڈپلومیسی کی عکاس ہو گی اور ان کی عادات واطوار اور خصائل پر کتوں کی صحبت کا گہرا اثر ہو گا یعنی معاملہ ڈپلومیسی کا ہو یا عام چلن کا، صحت مندانہ حالت ہو یا پھر پاگل پن کی حالت، ہر حالت میں کتے کی خصلت و جبلت کاٹتا ہے۔پھر کتوں کی صحبت اختیار کرنے والا شخص کیسا ہو گا؟ میں کبھی کبھی مغرب کے ان سربراہان اور لیڈروں کے بارے میں سوچتا ہوں جو سفر و حضر میں کتا بغل میں دبائے پھرتے ہیں۔شاید کتوں کی صحبت کی وجہ سے ہی آج دنیا کا امن ان دنیا پرست لیڈروں کے ہاتھوں خطرے میں ہے۔کاش! ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر بھی غور کریں جس میں دنیا کی سلامتی اور امن مضمر ہے۔

کتے کی وفاداری کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی ہو گی۔ اچھی نسل کے کتے بڑے وفادار ہوتے ہیں۔اچھے انسانوں کی صحبت میں کتوں کی وفاداری میں مزید اضافہ کرتی ہے۔جس کی مثال اصحاب کہف کا کتا ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔اس ضمن میں حضرت سلطان العارفین باہو رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر اس طرح ہیں۔

Marfat.com

فضل تیرے نال لو ہے تر دے سنگ پھٹیاں دے جڑ کے
کتے جنت جان محمد لڑ چنگیاں دے پھڑ کے

(محمد بخش)

نہ میں بھونکاں نہ میں ٹونکاں نہ میں شور مچاواں
ولیاں دے سنگ رل کے شاید میں بھی بخشیا جاواں

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انسان کا کردار صالح اور پاکیزہ ہوتا اور ان کے سنگ اور صحبت سے کتے بھی اچھی عادات اختیار کر لیتے لیکن جب اپنے مقام و مرتبے کو بھول جائے راہ حق سے بھٹک جائے، شرفِ انسانی سے دامن خالی کرے تو ایسے حالات میں اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کتوں کی صحبت میں عافیت تلاش کرنے لگتا ہے۔ انسان انسان کی بجائے کتوں سے زیادہ پیار کرنے لگتا ہے۔ جب انسان کا دامن احترام انسانی سے خالی ہو جاتا ہے تو اسے کتوں کی صحبت اور کتوں کی ہر ادا پسند آنے لگتی ہے اور وہ انسان سے نفرت اور کتوں سے بہت بہت پیار کرنے لگتا ہے۔ وہ لوگ جن کو نسلِ انسانی سے پیار نہ ہو وہ انسانوں کی نسل کشی پر اتر آتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے نسل انسانی نفرت کرنے لگتی ہے تو وہ سفر و حضر میں کتوں کو بغل میں لئے پھرتے ہیں۔ کتوں سے پیار کرنے والوں کی عادات آہستہ آہستہ کتوں والی ہو جاتی ہیں۔ وہ انسانوں کو دیکھتے ہی کاٹنے کو دوڑ پڑتے ہیں۔ انہیں بنی نوع انسان سے سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ صرف بلی کتوں سے پیار کرنے والوں کو ہی زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ باقی نسلِ انسانی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا ان کے نزدیک ناگزیر ہے۔ اسی لئے وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کتوں اور بلیوں سے پیار کرنے والی نسل کا تحفظ کم از کم سو سال کے لئے ضروری ہے اور وہ لوگ جو کتوں سے پیار کرنیکے قائل نہیں ان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ امن عالم کے لئے کتا پال لوگوں کا خیال ہے کہ کتوں کو پلید، ناپاک اور نجس قرار دینے اور انسانوں سے انس و محبت رکھنے والوں کو تہس نہس کر دینا چاہئے۔ کتوں سے پیار کرنے والے انہیں دہشت گرد اور انسانیت کے لئے خطرہ قرار دیکر انہیں ختم کرنے کے درپہ ہیں۔ یہ

Marfat.com

خاصا تلخ اور کڑوہ ضوع ہے۔ لہٰذا ہم پطرس بخاری سے ملتے ہیں۔ یہ اردو ادب کے زندہ دل لکھاری ہیں کتوں کی نفسیات کے ماہر بھی ہیں۔ پطرس بخاری نے کتوں کے موضوع پر کافی محنت سے کام کیا ہے۔ اور حقائق کشائی کی ہے۔ پطرس بخاری تو کتوں کی شاعری کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ کتے رات کے وقت شاعری کرتے ہیں۔ اگر رات کے وقت کوئی کتا شعر کا ایک مصرع کہہ دے تو باقی کتے پوری غزل کہہ دیتے ہیں۔ پھر مجلس مشاعرہ ایسی گرم ہوتی ہے کہ ساری ساری رات گرم رہتی ہے اور نیا ادب تخلیق پاتا ہے۔ بخوف طوالت اس موضوع پر اتنا ہی کافی ہے۔ اگر آپ تشنگی محسوس کریں تو پطرس بخاری کے قلم سے نکلے ہوئے شاہکار سے رجوع کیجئے۔ انشاء اللہ اس میں تشنگی جاتی رہے گی میرے اس مضمون میں اگر کوئی پہلو زیر بحث نہ آسکا ہو، حقائق کشائی میں کمی رہ گئی ہو یا پھر کسی کی دل آزاری کا سامان ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے معذرت قبول فرمائیں گے۔

اگر کسی کتے کی عزتِ نفس مجروح ہوئی ہو یا قصیدہ گوئی میں کسر رہ گئی ہو تو پھر کسی موقع پر عزت افزائی کے لئے حاضر ہوں گا۔ تب تک یہ کہنا ہی کافی ہوگا۔

جس دل وچ عشق نہ رچیا کتے اونہاں تھیں چنگے
مالک دے در تے راکھی کردے صابر بھکے ننگے

(بلھے شاہ)

دنیا ڈھوڈن والے کتے در در پھرن حیرانی ہو
ہڈی اتے ہوڑ نہاں دی لڑدیاں عمر دہانی ہو

حیوان دوست انسان دشمن

ایک اچھا انسان ہر جاندار سے پیار کرتا ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان کسی انسان یا ذی جان کو جان سے مارنے یا تکلیف پہچانے کی ممانعت ہے تاہم برائی کے محور انسان ہوں یا ضرر رساں جانداران کی بات الگ ہے۔ اہلِ مغرب انسان کو معاشرتی حیوان کے نام سے پکارتے ہیں یعنی ان کے نزدیک انسان (Social Annimal) ہے لیکن یہ صرف اہل

Marfat.com

مغرب کی روشن خیالی کا نتیجہ ہے ورنہ انسان کو حیوان کا نام دینا انسانیت کی توہین ہے کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ حیوان ہر گز نہیں۔ یہ ان لوگوں کا تخیل اور سوچ ہے جن کی طبائع حیوانوں سے میل کھاتی ہیں۔ انسان کی فطرت و جبلت معاشرتی زندگی پر اسے مجبور کرتی ہے۔ مل جل کر باہم پیار اور محبت سے رہنا انسان کی فطرت کا خاصا ہے۔ حیوانوں کا نہیں اس کی ابتدائی شکل خاندان اور قبیلہ ہے پھر گاؤں اور شہر اس کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ انسان کی موجودہ ترقی معاشرتی زندگی کی مرہون منت ہے۔ ورنہ انسان اگر جانوروں کی طرح غاروں اور جنگلوں میں زندگی گزارنے کی عادت نہ چھوڑتا تو اس کا شمار بھی حیوانوں میں ہی ہوتا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے شعور کی زبردست نعمت دے کر حیوانوں سے ممتاز کر دیا شعور تو حیوانوں کو بھی دیا لیکن محدود حد تک لیکن وہ عقل و شعور نہیں جو انسان کو ودیعت فرمایا۔ حیوانوں کو بھی انسان کے برابر شعور عطا کیا جاتا تو جانوروں اور انسانوں کے مابین جنگوں کا ناختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا اور جانور نسل انسانی کو مٹانے کے لئے جدید قسم کے ہائی ٹیک ہتھیاروں سے لیس ہو کر حملہ آور ہوتے اور دنیا سے پیار و محبت کا نام و نشان مٹ جاتا۔ پیار تو حیوان بھی اپنی نسل سے کرتے ہیں وہ پیار سے ایک خاندان قبیلے گاؤں یا شہروں کی شکل میں زندگی نہیں گزارتے یعنی معاشرت کے وصف سے عاری ہیں۔ پرندوں کے بچے جب اڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان کی راہیں الگ ہو جاتی ہیں۔ وہ صرف اپنے لئے جیتے ہیں۔ اسی طرح چوپائے ہیں۔ انکے بچے بھی جب بڑے ہو جاتے ہیں تو والدین سے الگ تھلگ خود انحصاری کی زندگی گزارتے ہیں والدین یا خاندان سے ناطہ توڑ لیتے ہیں یا پھر جوڑے کی حد تک ان کا تعلق باقی رہتا ہے لیکن یہ وصف بھی ہر ہر جانور میں نہیں پایا جاتا۔ پالتو جانور ہوں یا جنگلی حیات سب کا یہی معاملہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز انسان کے لئے ہے اور اس کے تصرف کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو انسان کے لئے تخلیق کیا ہے۔ انسان اور انس لازم و ملزوم ہیں۔ معاشرت اور معاشرتی زندگی انسان سے پیار و محبت اور ایثار و قربانی کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ وصف کسی اور مخلوق میں نہیں۔ انسانی ترقی اس سے پیار و محبت اور مونست و غمخواری کا مطالبہ کرتی ہے۔ لیکن مادی ترقی نے انسان

Marfat.com

سے موانست چھین لی۔ احترامِ انسانیت کا جذبہ ختم کر دیا ایثار ومحبت کو رخصت کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انتہائی مادی ترقی نے انسان کو حرص وہوا، خودغرضی اور خود پسندی کو تحفہ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہلِ مغرب نے خاندانی نظام جو معاشرتی زندگی کی اہم کڑی ہے کو تباہ کر ڈالا۔ لذت پسندی اور حیوانیت کا دور دورہ ہوا جسے آزادی اور انصاف کا نام دیا گیا۔ جذبہ شہوانی کے لئے خاندان کی اہم بنیاد نکاح کی ضرورت نہ رہی۔ بچے پیدا کرنے کے لئے بیوی کو شوہر کی ضرورت نہ رہی۔ کنواری ماؤں کی تعداد بڑھنے لگی۔ بوڑھوں کے لئے اولڈ ہوم بنائے گئے۔ اولاد کو ماں باپ اور ماں باپ کو اولاد سے بے نیاز کر دیا گیا۔ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو مادر پدر آزاد ہے۔ بچہ پیدا ہوتے ہی سرکاری دودھ پر پلنا شروع ہوتا ہے۔ جوان بھی حکومت کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ لہٰذا حکومت ہی ماں باپ اور سرپرست ٹھہری خونی رشتوں کی اہمیت اور بڑوں کا ادب واحترام جو خاندانی نظام کی پیداوار ہے خاک میں مل گیا۔ خاندانی نظام کی تباہی نے محبت وموانست کا خاتمہ کر دیا۔ انسان کو انسانوں سے محبت اور ایثار جاتا رہا جبکہ انسان کو باہمی پیار اور محبت کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن خاندانی نظام کی تباہی نے محبت و پیار جس کی انسانیت کو انتہائی ضرورت، کو بھی تباہ کر دیا۔ انسان کی جبلت اور فطرت اس سے محبت کا تقاضا اور مطالبہ کرتی ہے لیکن خاندان کی تباہی کے سبب جب انسان کو انسان سے محبت نہیں ملتی تو وہ فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے غیر فطری راستہ تلاش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے مرد وزن بلیوں کتوں اور دیگر جانوروں سے بے پناہ محبت کرنے لگے ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے اور سلاتے ہیں لیکن انسانوں سے اہلِ مغرب کو سخت نفرت ہے۔ حیوانوں کی صحبت نے ان میں حیوانیت کے اوصاف پیدا کر دیئے ہیں۔ باوجود انتہائی ترقی کے مغربی معاشرہ میں حیوانیت پنپ رہی ہے۔ ان کا مہم جوئی کا نشانہ انسان ہے۔ آج کا ترقی یافتہ انسان انسانیت کے خاتمے اور حیوانیت کی ترقی و پرداخت کے لئے کوشاں ہے۔ انسانوں کو بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے نام پر ہر جگہ مارا جا رہا ہے۔ جبکہ یہ انسانیت کے خلاف بہت بڑی دہشت گردی ہے۔ انسان کو محبت کا درس ماں کی گود سے ملا۔ باپ کی شفقت سے ملا اور ادب واحترام کا حسین

Marfat.com

جذبہ والدین کی ابتدائی درس گاہ سے ملا اور خاندان نے انسان میں ادب واحترام اور ایثار کا عظیم احساس پیدا کیا۔ بلی اور کتوں کی صحبت سے یہ چیزیں ہرگز نہیں ملتیں۔ حیوانوں سے پیار اچھا جذبہ اور بلاشبہ اچھا عمل ہے لیکن انسانوں سے نفرت، احترام سے گریز اور انسانیت کی ہلاکت کی قیمت پر ایسی محبت اور پیار صریحاً حیوانیت اور دیوانگی کا مظہر ہے اور بہت بڑی بھول ہے جس کی قیمت ہر صورت ایک نہ ایک دن چکانی پڑے گی۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اہل مغرب نے مادی ترقی کے لئے انتھک اور شب وروز محنت کی ہے اور انسان کے لئے بہت سی سہولیات فراہم کی ہیں ہمارے اردگرد جو کچھ بھی ہے وہ اہلِ مغرب کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ برقی آلات، نظام مواصلات، تفریحات لذائذ اور جدید مشینری یہ سب کچھ مغرب کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس کے پس منظر میں انسان کی ہلاکت کا بے کنار سمندر بھی موجزن ہے اور حیوانوں کی آغوش سے انسان کو محبت نہیں حیوانیت ہی ملی۔ یہ صرف انسان ہے جو انسان کو محبت دے سکتا ہے۔ کوئی اور مخلوق ہرگز نہیں محبت کے بغیر یہ دنیا ایک ویرانہ ہے خاردار جنگل اور صحرا ہے جہاں پانی نہیں پیاس ہی پیاس ہے ختم نہ ہونے والی پیاس۔ اس پیاس کا سامان حیوانوں کے پاس نہیں۔ حیوان تو بذاتِ خود محبت کے پیاسے ہیں اور پانی جو پیاس بجھاتا ہے اس کا خزینہ انسان کا قلب ہے جہاں روح قیام کرتی ہے۔ قلب پاکیزہ ہوگا تو روح کو قرار آئے گا۔ قلب پاکیزہ ہوتا ہے ذکر الٰہی اور خوف خداوندی سے اور روح کو سکون ملتا ہے تو فقط ذکرِ خالق کائنات سے۔ بے شک اللہ کا ذکر قلب کی تطہیر اور روح کی غذا کا ذریعہ ہے۔ قلب کی تطہیر نہ ہوگی تو روح کو قرار نہ آئے گا اور سکون قلب کے بغیر بے سکون روح ساری دنیا کا سکون غارت کردے گی اور دنیا ویرانے کا نقشہ پیش کرے گی۔ خدا سے محبت انسانوں سے پیار امن کی ضمانت ہے۔

تیری اوقات کیا ہے

تصنیف وتالیف اور مشاہدات وتجربات کو خیالات وافکار کی بھٹی میں گزار کر اجلے اور شفاف الفاظ کو ایک نئی اور منفرد تحریر کی شکل دینا کوئی آسان کام نہیں۔ تحریر کے لئے خون جگر

Marfat.com

کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے علاوہ وقت اور یکسوئی مطلوب ہوتی ہے۔ پھر الفاظ کی لڑی تحریر کی شکل میں ڈھلتی ہے۔ کئی بار کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ مگر لکھ نہیں پاتا۔ رات کے سناٹے میں اور کوئی نہیں تو دیوار پر لگا کلاک ٹک ٹک کی آواز سے ڈسٹرب کر دیتا ہے کبھی گلی سے کسی گزرنے والے پاؤں کی بے تکی آہٹ اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ اور کبھی کبھار رات کے خاموش لمحات میں کلاشنکوف، ٹرپل تھری یا پمپ ایکشن کی تڑتڑاہٹ خیالات کے سارے تار و پوز کو تار تار کر ڈالتی ہے۔ فارغ اوقات میں جب پشت کے بل، چارپائی سے جڑے میز پر سر رکھ کر دونوں بازوؤں میں اپنی ٹانگوں کو سمیٹ کر گٹھڑی کی طرح لیٹ کر سوچوں میں کھو جاتا ہوں تو کوئی نہ کوئی ان ہونی بات ڈسٹرب (Disturb) کر دے تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ سب کیا دھرا نابود ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی بکھرے خیالات اور سوچوں کو تحریر کی شکل تو دینی ہی ہوتی ہے۔ حسب استطاعت فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لئے، اخوت کی اٹھان اور احقاق الحق اور ابطال الباطل کے عمل کو پروان چڑھانے کی خاطر انسان کو کچھ نہ کچھ تو ضرور کرنا چاہئے۔ انسان جب احقاق الحق اور ابطال الباطل جو در اصل مظلوم کی مدد کے ساتھ ساتھ ظالم کی مدد کرنے کا دو طرفہ عمل ہے کو نظر انداز کر دیتا تو گمراہی عام ہو جاتی ہے۔ فتنہ وفساد اور ظلم بڑھ جاتا ہے اور انسانیت ظلم کی چکی میں پس جاتی ہے۔ مظلوم کی مدد کے ساتھ ساتھ ظلم کی مدد (ظالم کا ہاتھ ظلم سے روک دینا) کے دو طرفہ عمل سے ہی معاشرے کی اصلاح ممکن ہے اور یہی امن وسلامتی کی راہ ہے۔ بسا اوقات انسان اپنی اوقات بھول جاتا ہے۔ انسان کو اپنی طاقت وقوت، دولت کی فراوانی مادی وعلمی ترقی پر گھمنڈ ہوتا ہے یا پھر اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کے فلاں فلاں مددگار اس کی مدد کو آئیں گے۔ یہ انسان جب تکبر وغرور کا شکار ہو تو آپے سے باہر ہو کر لوگوں پر ظلم ڈھانے لگ جاتا ہے حالانکہ اس کی بے بسی اور عجز ودرماندگی کا یہ حال ہے کہ آنکھ میں چھوٹا سا ذرہ پڑ جائے کلبلا اٹھتا ہے۔ بخار آ جائے تو نڈھال ہو جاتا ہے۔ پانی نہ ملے تو پیاس سے بے حال ہو جاتا ہے۔

کبھی کبھی انسان سوچنے لگتا ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی نے اسے اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ کائنات کی قوتیں مسخر ہو چکی ہیں حالانکہ انسان کا یہ احساس سراسر مغالطہ ہے۔ انسان کا

Marfat.com

یہ زعم کہ کائنات کی حقیقتیں جیسی اب آشکار ہیں پہلے کبھی نہ تھیں یہ بھی دھوکا ہے۔ انسان اپنی اوقات اسی زعم میں بھول چکا ہے کہ زلزلہ کا ایک جھٹکا کائنات کی ہر چیز کو تہہ وبالا کرسکتا ہے۔ سمندری طوفان کا ایک ریلہ پلک جھپکنے میں دنیا کو پانی میں ڈبو سکتا ہے۔ ایسے میں اس کی ساری سائنس اور ٹیکنالوجی کیا کرے گی۔ دسمبر 2004ء میں بحر ہند میں برپا ہونے والے طوفان نے لاکھوں انسان نگل لیے اور شہر اور بستیاں ڈبو ڈالیں۔ اس کی سائنس اور ٹیکنالوجی نے کرشمہ دکھایا انسان بھول چکا تھا کہ اس نے کائنات کو مسخر کرلیا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ذرے کی حقیقت کو جان گیا ہے۔ کائنات کی وسعتوں کو جان گیا ہے اور اس کے اصولوں کو بھی۔ وہ سمجھنے لگا تھا کہ وہ ایٹم پھاڑ سکتا ہے۔ ڈی این اے (D.N.A) کا نقشہ بنا ڈالا ہے وہ اس باطل زعم کا شکار ہوگیا کہ بس چند سالوں میں زندگی اور موت کے سب اختیار اس کی مٹھی میں ہوں گے اور تصور ہی تصور میں آنے والے دنوں کی جنگ کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔ اگر کوئی اجنبی مخلوق کرہ ارض پر حملہ آور ہوگی تو دیکھنا وہ اس وقت کائنات کی آخری سرحدوں پر جا کر کیسے جنگ کرے گا۔ اسے اس بات کا بھی گمان ہے بلکہ یقین ہوگیا ہے کہ وہ بالآخر ڈی این اے کے رازوں کو پاکر انسان کی بھی تشکیل نو کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے انسان سے بھی بہتر انسان بنائے گا۔ یاروں نے اس جنگ کے لئے اپنا لیڈر بھی مان لیا تھا اور تو اور مکہ والوں نے بھی اپنا نجات دہندہ تسلیم کرلیا تھا حالانکہ جب ابرھہ اشرم نے مکہ پر حملہ کیا تھا تو انکے آباء نے کعبہ کی دہلیز کو پکڑ کر صرف اور صرف خالق کائنات سے نجات کی التجا کی تھی جبکہ ہر طرف کفر کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ساری دنیا پر سایہ فگن تھا۔ لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ ظاہر ہے یہ جنگ دنیا کی واحد سپر پاور کو لڑنا ہے۔ دیوانوں نے تو ترانے بھی لکھ ڈالے۔ انسان کو اپنی عظمت پر کتنا ناز ہے۔ ماضی میں بھی انسان کی عظمتوں کے ترانے لکھے گئے اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ انسان نے بڑے طمطراق سے خدا کی موت کا اعلان کرکے اس زمین کا عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا اور دنیا نے اس کی خدائی کو مان بھی لیا تھا۔ کیا فرعون نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں بھی خدا ہوں۔ کیا نمرود نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور کہ وہ مار سکتا ہے اور زندہ کرسکتا ہے اور کیا چیز میرے بس میں نہیں واہ رے مٹی

Marfat.com

میں پلنے والے جرثومے تو اس سے زیادہ اور کیا سوچ سکتا ہے۔ اس انسان کی طاقت کا تمہیں اندازہ نہیں۔ یہ وہ انسان ہے جو سنگلاخ پہاڑوں کا تورا بورا بنا سکتا ہے جو آسمان کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے اور بل میں گھسے صدام حسین تلاش کر سکتا ہے تو نہیں جانتا کہ انسان عظیم ہے۔ بہت بڑا بہت ہی عظیم ہے اس کی طاقت کا کوئی انت نہیں یہ سپر پاور ہے۔ یہ سپر مین ہے۔ پھر یہ اتنا بے بس کیوں ہے؟ سونامی کی لہروں کے ایک ہی ریلے نے سمندروں کو ہلا کر رکھ دیا۔ آبادیاں پانی میں ڈوب گئیں لاکھوں انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ سپر پاور سپر مین کیا ہوا اس انسان کو، اس کی ٹیکنالوجی کو، خدانخواستہ اگر یہ زمین اپنے محور سے سرک کر کائنات کی پہنائیوں میں اس کا راستہ بدل جائے، اپنے اندر کی آگ میں بھسم ہو جائے یا اپنے ہی سمندروں میں ڈوب جائے تو یہ انسان بے چارہ کیا کرے گا۔

توبہ توبہ یہ انسان بھی اک تماشہ ہے۔ اس کے پاس اس کا تو کوئی علاج نہیں اور بے چارہ چلا ہے سپر پاور اور سپر مین بننے۔ ہے بس اک تماشہ یہ انسان اپنی اوقات بھول گیا ہے آخر اس کی اوقات ہی کیا ہے۔ ذرا سی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ خدا کی زمین پر اتراتا پھرتا ہے۔ یہ کر ہی کیا سکتا ہے۔ اس خدا کے سامنے جسے یہ بھول بیٹھا ہے اور دنیا کی واحد سپر پاور اور سپر مین بننے کے دعوے کرتا پھرتا ہے اور یہ انسان بڑا عظیم ہے کہتا پھرتا ہے آخر اس کی اوقات کیا ہے۔ کلام اللہ میں باری تعالیٰ نے اس انسان کی اوقات پر بڑے خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی اوقات کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ
بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ
تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ (الطارق)

"پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ (سو) جس روز (سب) راز فاش ہو جائیں

Marfat.com

گے تو انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا"۔

"ان آیات پر سید قطب شہید نے نہایت خوبصورت گفتگو کی ہے انسان سوچے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا اور کس مقام تک جا پہنچا۔ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا ہوا ہے جو پشت اور پسلیوں کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ یہ بات کہ مادہ منویہ ان مقامات میں پیدا ہوتا ہے یہ مخفی راز تھا جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ یہ بات انسان کے علم میں نہ تھی جہاں تک کہ جب اس صدی کا نصف ہوا تو یہ حقیقت جدید سائنس کے ذریعے انسان کے علم میں آئی کہ مرد کا مادہ منویہ ریڑھ کی ہڈیوں میں تشکیل پاتا ہے اور عورت اس کی پسلیوں کی بالائی ہڈیوں میں پھر وہ ایک قرار مکین (محفوظ ٹھہراؤ کی جگہ) میں مل جاتے ہیں اور ان سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے"۔

انسان کے نقطہ آغاز اور اس کی پیدائش کے درمیان کتنی عظیم وطویل مسافت ہے۔ اچھلتے پانی سے جو پشت اور پسلیوں کی ہڈیوں کے بیچ سے نکلتا ہے، انسان کی تخلیق و تشکیل تک جو صاحب علم وادراک، دانشور اور انتہائی پیچیدہ عضوی، اعصابی عقلی اور نفسیاتی ترکیب رکھنے والے جسم کا حامل ہے، کا کتنا عظیم فاصلہ ہے۔ یہ! یہ عظیم وطویل اور پرہیبت مسافت جسے یہ اچھلتا ہوا پانی عبور کر کے انسانِ ناطق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ انسان کی ذات کے باہر ایک ہاتھ ہے جو اس سیال شے کو جس میں نہ کوئی استحکام ہے، نہ ارادہ، نہ قدرت، یہ طویل، حیرت ناک اور عظیم سفر طے کرا کے اس عجیب و غریب انتہا تک لے آتا ہے اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کا ایک محافظ ہے جو اس نطفہ، جو شکل، عقل، ارادہ، قدرت، ہر شے سے خالی ہے، کی اس طویل اور حیرت ناک سفر میں حفاظت و نگرانی کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے وانسان کو پیدائش سے موت تک جو حیرت ناک واقعات پیش آتے ہیں، نطفہ کے اس سفر میں اس سے کئی گنا زیادہ عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ ایک خلیہ ہے جو رحمِ مادر میں پڑتا ہے خوردبین۔ سے بھی بہت مشکل سے نظر آتا ہے۔ ایک بار کے انزال کے مادہ منویہ میں یہ خلیات کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ یہ ننھی منی مخلوق جس میں نہ کوئی استحکام ہوتا ہے، نہ عقل نہ قدرت نہ ارادہ، رحم مادر میں استقرار پاتے

Marfat.com

ہی غذا کی تلاش میں مصروف ہو جاتی ہے۔ دست قدرت جو اس کا محافظ ہے، اس میں کھانے کی بہت زیادہ خاصیت پیدا کر دیتا ہے اور رحم کی چار دیواری کو جو اس کے ارد گرد ہوتی ہے سیال خون کو جو اس خلیہ کی تازہ غذا کے لئے تیار کیا گیا ہوتا ہے، ایک حوض میں تبدیل کر دیتا ہے۔ خلیہ کو جونہی اپنی غذا سے اطمینان ہو جاتا ہے وہ ایک نئے عمل کا آغاز کرتا ہے۔ تقسیم در تقسیم کا عمل جس سے ان گنت خلیے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ انتہائی سادہ مخلوق جس میں نہ استحکام ہے، نہ عقل، نہ ارادہ، نہ قدرت، جانتی ہے کہ وہ کیا کر رہی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے۔ دست قدرت جو اس کا محافظ و نگران ہے اسے ہدایت معرفت، قدرت اور ارادہ کا زاد راہ عطا فرماتا ہے، جس سے اس اپنے راستے اور منزل کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ خلیہ اس بات کا بھی ذمہ دار ہے کہ اسے کے ذریعے وجود میں آنے والے خلیات کے ہر گروپ کو عظیم انسانی جسم کے کسی ایک جز کے لئے مخصوص کر دے۔ مثلاً خلیات کا ایک مجموعہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تشکیل پائے۔ خلیات کا ایک اور گروہ اس طرح رواں دواں ہوتا ہے کہ عضلات کا نظام وجود میں آئے۔ خلیات کا ایک اور مجموعہ اس طرح اپنا سفر جاری رکھتا ہے تاکہ اعصاب کا نظام تخلیق میں آئے۔ اور اسی طرح خلیات کا ایک اور مجموعہ اس طرح کام کرتا ہے کہ شریانوں کا نظام عمل میں آئے تاکہ انسانی جسم کے سارے ڈھانچے اور اس کے بنیادی اجزاء کی تعمیر ہو جائے۔ لیکن یہ سارا عمل اتنا سادہ اور آسان نہیں۔ اس عمل میں بہت سی دقیق اور باریک تخصیصات ہیں۔ کوئی ہڈی کسی دوسری ہڈی کے، کوئی عضلہ کسی دوسرے عضلہ کے اور کوئی پٹھا دوسرے پٹھے کے مشابہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسے جسم کی تعمیر ہے جس کی صفت میں بہت زیادہ باریک بینی ہے۔ جس کی تخلیق نہایت ہی حیرت انگیز ہے اور جسے مختلف نوعیت کے بہت سے کام انجام دینے ہیں۔ خلیات کا ہر مجموعہ جو انسانی جسم کے کسی حصہ کی تعمیر میں لگا ہے، جانتا ہے کہ وہ کس طرح مختلف خصوصیات رکھنے والے اعضاء میں بٹ جائے جن میں سے ہر ایک اس بڑی تعمیر کے کسی ایک مخصوص جز میں ایک معین جز کا ذمہ دار ہوگا۔ ہر ننھا منا سا خلیہ جب اپنا سفر شروع کرتا ہے تو جانتا ہے کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اسے کیا مطلوب ہے؟ ان میں سے کوئی اس عظیم بھٹکا دینے والی وادی میں اپنے راستے سے

Marfat.com

نہیں بھٹکتے۔ مثلاً جن خلیات کے ذمہ آنکھ بنانے کا کام ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آنکھ کو پیٹ، پاؤں یا ہاتھ میں نہیں صرف چہرے میں ہونا چاہئے۔ حالانکہ ان میں سے کسی بھی مقام پر آنکھ بن سکتی ہے۔ اگر پہلا خلیہ جس نے آنکھ بنانی ہے ان میں سے کسی بھی مقام پر آنکھ بنانے کا عمل شروع کر دے تو وہاں آنکھ بن سکتی ہے لیکن یہ خلیہ جب اپنا سفر شروع کرتا ہے تو وہ بذات خود اس مقام پر پہنچتا ہے جو اس پیچیدہ انسانی جسم میں آنکھ کے لئے متعین ہے۔ اس خلیہ سے کس نے کہا کہ انسانی جسم اس خاص مقام پر آنکھ کا محتاج ہے کسی اور مقام پر نہیں۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی بلند و برتر محافظ اور گائیڈ ہے۔ وہی ان خلیات کا محافظ ہے۔ وہی انہیں پر پیچ اور خطرناک وادی میں راستہ دکھاتا ہے اور اس راستے پر چلاتا ہے جہاں اللہ کے سوا کوئی اور راستہ دکھا بھی نہیں سکتا۔ یہ خلیات فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی اس فریم ورک کے اندر وہ کام کرتے ہیں جو انکے لئے ان متعین عناصر نے جو ان کے اندر پوشیدہ ہیں متعین کر دیا ہے۔ یہ وراثت کے عناصر ہیں جو ایک خاص قسم کی خصوصیات اور بننے والے انسان کے آباء و اجداد کی خصوصیات کی تکمیل تشکیل و تخلیق کے محافظ ہیں۔ مثلاً آنکھ کا خلیہ جو تقسیم در تقسیم کے عمل کے نتیجہ میں بہت سے خلیات میں تبدیل ہو کر آنکھ بنانے کا کام انجام دیتا ہے۔ اس بات کا پورا خیال رکھتا ہے کہ آنکھ ایک مخصوص شکل کی بنائے جس کی کچھ متعین خصوصیات ہوں تاکہ وہ انسان کی آنکھ بنے اور کسی جانور کی آنکھ نہ بنے اور انسانی آنکھ بھی اس ٹائپ کی جو اس کے آباؤ اجداد کی ہے جس کی شکل اور خصوصیات متعین ہیں۔ آنکھ کی تشکیل میں شکل یا خصوصیات کے پہلو سے معمولی سے معمولی انحراف آنکھ اس متعین خط سے ہٹ سکتی ہے جو اس کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ تو کون ہے وہ ہستی جس نے اس میں یہ قدرت ودیعت کی؟ کس نے اس خلیے کو تعلیم دی؟ اس سادہ سے خلیے کو جس کے پاس نہ عقل ہے، نہ علم، نہ ارادہ، نہ طاقت یقیناً وہ اللہ ہی ہے۔ اس نے خلیہ کو عجیب و غریب تعلیم دی۔ تمام انسان اگر انہیں آنکھ یا اس کے کسی جز کی تخلیق کا کام سونپا جائے اس کی تشکیل و تخلیق سے عاجز اور درماندہ رہیں گے جبکہ تعلیم ربانی کے تحت ایک خلیہ یا چیز سادہ سے خلیات اس عظیم اور پر پیچ کام کو کر ڈالتے ہیں۔ اچھلتے پانی سے انسان ناطق بننے تک اس طویل اور حیرت انگیز

Marfat.com

سفر کی بے شمار صورتوں اور خصوصیتوں میں سے چند کی طرف یہ مختصر سے یہ ارشادات ہیں جو بہت جلدی میں کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے ماورا مختلف اعضاء اور مختلف نظاموں کی خصوصیات کی تشکیل و تخلیق کے سلسلے میں عجائب و غرائب کا بے انتہا لشکر ہے جس کا احاطہ اس تفسیر میں ممکن نہیں ہے" (فی ظلال القرآن از سید قطب شہید)

دیکھ لی اپنی اوقات جسے تو اے انسان بھول گیا ہے۔ بڑا سپر پاور بنا پھرتا ہے سپر مین اور دنیا کی واحد سپر پاور۔ رب کائنات کی زمین پر انسان کا سپر پاور اور سپر مین کا دعویٰ اور وہ بھی معمولی سی سائنسی ترقی اور فنی مہارت کی بنیاد پر، دماغ کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے۔ ذرا سن تیرا رب جس نے اے انسان تجھے ایک حقیر شے سے پیدا کیا تیری حرکتوں پر کیا فرما رہا ہے۔ سورہ انفطار (آیت نمبر ۵) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے انسان! کس چیز نے تجھے خدا کے بارے میں دھوکے میں رکھا جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تیرے (اعضاء کو) درست کیا۔ پھر تیرے (عناصر کو) معتدل بنایا۔ (الغرض) جس شکل میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا"۔

سورہ الطارق اور سورہ انفطار میں رب کائنات نے ان حقائق کو بیان فرمایا ہے جس کا روزمرہ زندگی میں ہر عقل مند انسان مشاہدہ کرتا ہے اور کر سکتا ہے اور وہ غور و فکر کرے تو خالق کائنات کی قدرت و طاقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنی بے بسی اور بے کسی کا بھی اندازہ ہوتا رہتا ہے۔ عقل مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان خالقِ کائنات کی عظمت و جلال کو تسلیم کرے اور اس کا مطیع و فرمانبردار بندہ بن جائے۔ وہ کچھ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے اچھلتے ہوئے پانی سے اسے جیتا جاگتا صحت مند اور عقل مند انسان بنا دیا۔ یہ اس رب کائنات کا کمال ہے جس نے ایک گندی اور حقیر شے سے بڑے حکیمانہ انداز میں گندے پانی کی بوند سے ایک حسین و جمیل انسان کو تشکیل و تخلیق فرمایا اور اس میں گوناں گوں صلاحیتیں پیدا کیں لیکن انسان اس ساری حقیقت کو بھول کر دنیا کی سپر پاور سپر مین اور سپر میسی کے چکر میں پڑ گیا۔ خدا کا مطیع و فرمانبردار ہونے کی بجائے بغاوت و سرکشی کی راہ پر چل نکلا۔ قوت و طاقت اور علوم و فنون کی معمولی ترقی کے زعم نے اسے

Marfat.com

ظالم اور سرکش بنا دیا۔ انسان کو اپنی درماندگی کا ادراک کرنا چاہیے۔ خالقِ کائنات کے ایک اشارے سے کوئی سونامی لہر ایک لمحے میں ساری زمین کو غرقاب کر سکتی ہے۔

کیا انسان نے مشاہدہ نہیں کیا کہ دسمبر 2004ء کے آخری دنوں بحر ہند میں حکمِ الٰہی سے سونامی لہروں نے کیسا طوفان برپا کیا اور کس قدر تباہی مچائی ہے۔ اب بھی وقت کہ انسان سرکشی اور بغاوت کی راہ چھوڑ دے اور قادرِ مطلق کی طاقت وجلال کو تسلیم کرلے۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے اور اس کا مطیع و فرمانبردار ہو کر رہے کیونکہ وہی اللہ خالق کائنات اور دنیا کی واحد سپر پاور ہے۔ دنیا کی واحد سپر پاور اچھلتے پانی سے دستِ قدرت سے تخلیق کیا گیا انسان عاجز اور درماندہ مخلوق ہے۔ اس کی حقیقت اور حیثیت کا راز محض ایک خلیہ (Cell) سے ہے جو خالقِ کائنات نے اور یہ راز ذاتِ باری تعالیٰ نے انسان پر فاش کر دیا ہے تاکہ اسے معلوم ہو کہ وہ کوئی سپر مین یا دنیا کی واحد سپر پاور نہیں۔ اس کی اوقات اچھلتے پانی کی گندی بوند سے تخلیق کردہ جرثومہ (خلیہ) ہے۔ اور بس اک تماشہ ہے یہ انسان۔ سپر مین یا سپر پاور نہیں اگر انسان نے سپر میلسی کے زعمِ باطل کو ترک نہ کیا تو خالق کائنات جو کہ دنیا کی حقیقی سپر پاور ہے اس کو پلک جھپکنے میں تہس نہس کر دے گی۔ طوفان نوح علیہ السلام کی طرح صونامی لہروں کے طوفان کی شکل میں۔ بس بس رک جا انسان تیری اوقات ہی کیا ہے کہ تو بغاوت اور سرکشی کا سوچے۔ تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کر کہ وہی قادر مطلق اس کائنات کا خالق اور واحد سپر پاور ہے۔ ہوش میں آ اور دامِ فریب سے نکل کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝ (الانفطار)

Marfat.com

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی
یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن
قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجازِ قرآن کا حسن نظر آتا ہے

سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب
ضیاء النبی ۷ جلد
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام
فتنۂ انکارِ سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات
مختلف علمی روحانی اور معاشی موضوعات پر جامع مقالات کا مجموعہ

قصیدہ اطیب النغم
خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف
مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
فون:
گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
فیکس: 7238010
۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2630411-2212011
فیکس: 2210212

1Z 473